یہ کہانی سبق آموز ہے اور نو واردان بساط خدمت کے لئے قابل تقلید نمونہ بھی۔ ہر مرحلہ رہبر اور ہر موڑ راہنما ہے۔ کام دشوار اور کٹھن تھا تو خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپ کے عزم جوان اور ارادے بلند فرما دیئے۔ ناواقفیت اور ناتجربہ کاری درپیش ہوئی تو حضور کی توجہات کریمانہ اور تلطفات رحیمانہ دستگیر ہوئیں اور ہر مرحلہ پر شفیق آقا نے آپ کی رہنمائی کی اور دعاؤں سے نوازا۔ وسائل کا فقدان سدراہ ہوا تو خدا نے کشائش کی راہیں نکال دیں۔ کام میں ترقی ہوئی اور کام کرنے والوں کی ضرورت سامنے آئی تو نصرت الٰہی جلوہ گر ہوئی اور مخلص، محنتی اور ایثار پیشہ رفقائے کار میسر ہو گئے جنہوں نے پوری دلسوزی اور عرق ریزی سے معاونت کا حق ادا کیا۔ بیرونی رابطوں کی احتیاج واقع ہوئی تو افراد اور ادارے شرح صدر کے ساتھ معاون و مددگار ہوئے۔ غرضیکہ یہ سلسلہ بڑا طویل اور دور دراز ہے۔ گویا ہمہ وقت خدا تعالیٰ سے فضلوں اور رحمتوں کی موسلا دھار بارش برستی رہی اور سیلاب رحمت کی صورت جلوہ گر ہوئی اور آپ کی تصنیف کی ہر سطر اس ''سیلاب رحمت'' کی طرف مشارٌ الیہ ہے۔ گودانہ از انبارے کے حکم میں ہے مگر پڑھنے والے اس سے باآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ جماعت کے کاموں میں رختِ سفر اور زادراہ تقویٰ ہی ہے۔ باقی مولا بس

خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

خالد مسعود

نظارت اشاعت، ربوہ

سیلابِ رحمت

امۃ الباری ناصر

سیلابِ رحمت

مصنفہ

امۃ الباری ناصر

نام کتاب	:	سیلابِ رحمت
مصنفہ	:	امتہ الباری ناصر
تعداد	:	1000
سن اشاعت	:	2019ء
رابطہ	:	

Dr. Mansoor Ahmad Qureshi
3540 Rolling Hills CT
Ypsilanti MI, 48198 - U S A
Ph: 734-668-1306

Sailab-e-Rehmat

by:

Amatul Bari Nasir

انتساب

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

(البقرہ:128)

حقیر کاوش کا سارا حاصل کیا خلافت کے نام میں نے

اسی کے سائے میں لمحہ لمحہ سکون پایا مدام میں نے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود علیہ السلام

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	انتساب	3
	شمار فضل اور رحمت نہیں ہے	6
	پیش لفظ ۔ از محترمہ امۃ الحفیظ محمود بھٹی صاحبہ (مرحومہ) سابق صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی	8
	عنایاتِ الٰہی ہوں مبارک ۔ از محترم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	10
	مکتوب از محترم خالد مسعود صاحب ۔ ناظر اشاعت ربوہ	31
	ابتدائیہ ۔ از محترمہ امۃ النور طیب صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی	35
1	بھیج درود اس محسنؐ پر تو دن میں سَو سَو بار	37
2	لجنہ کراچی کی اشاعتی خدمات اور خلفائے کرام اور بزرگانِ سلسلہ کی نظرِ شفقت، حوصلہ افزائی اور دعائیں	46
3	ہم آپ کو بہت یاد رکھیں گے	183
4	ایم ٹی اے کے لئے درِ ثمین کا پروگرام اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی حوصلہ افزائی	190
5	وہ خواب جو بیداری میں دیکھا تھا	196

6	اِک خاک کے ذرے پہ عنایات کا عالم	219
7	دیکھ کر تم کو چمن بس کہ نمو کرتا ہے	265
8	تعمیل ارشاد	279
9	قلبِ طاہر کا درد اور دردمندی۔کلامِ طاہر کی روشنی میں	289
10	اک عنبر بار تصور نے یادوں کا چمن مہکایا ہے	303
11	الہام کلام اس کا۔کلام طاہر کی نظر ثانی کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور رہنمائی	344
12	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی المناک رحلت	405
13	حرف دعا از محترمہ صفیہ بشیر سامی صاحبہ	410

شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے

’’میں امۃ الباری ناصر کو خط کیوں لکھتا ہوں..!‘‘

(خاکسار کے بھتیجے عزیزم مکرم آصف محمود باسط صاحب کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک سے تحریر شدہ مکتوب سے ایک صفحہ)

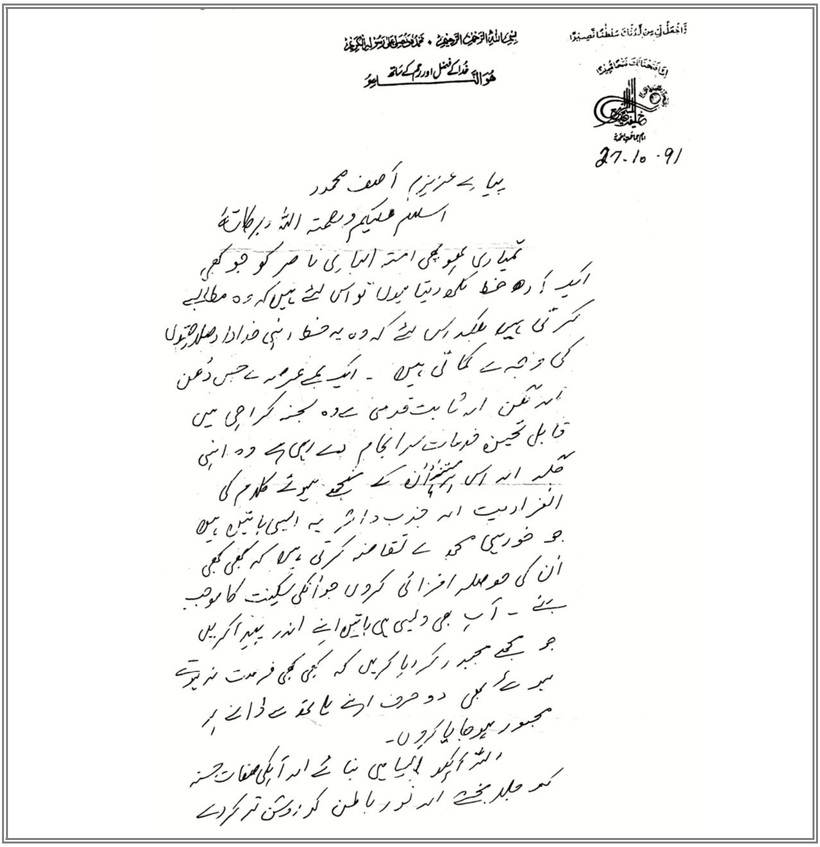

واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا

انا فتحنا لک فتحا مبینا

خلیفۃ المسیح الرابع

امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھو الناصر

27-10-91

پیارے عزیزم آصف محمود

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہاری پھوپھی امۃ الباری ناصر کو جو کبھی
ایک آدھ خط لکھ دیتا ہوں تو اس لئے نہیں کہ وہ مطالبے
کرتی ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ یہ حق اپنی خداداد صلاحیتوں
کی وجہ سے کماتی ہیں ۔ ایک لمبے عرصہ سے حسن ذہن
اور حسن عمل اور ثابت قدمی سے وہ لجنہ کراچی میں
قابل تحسین خدمات سرانجام دے رہی ہے وہ اپنی
جگہ اور اس پر مستزاد ان کے سلجھے ہوئے کلام کی
انفرادیت اور جذب و اثر یہ ایسی باتیں ہیں
جو خود بخود اس کا تقاضا کرتی ہیں کہ کبھی کبھی
ان کی حوصلہ افزائی کروں جو انکی تسکین کا موجب
بنے ۔ آپ بھی ویسی ہی باتیں اپنے اندر پیدا کریں
جو مجھے مجبور کر دیا کریں کہ کبھی کبھی فرصت نہ ہونے
کے باوجود بھی دو حرف اپنے ہاتھ سے ڈالنے پر
مجبور ہو جایا کروں۔
اللہ کرے کہ ایسا ہی بنائے اور آپکی صفات حسنہ
کو جلا بخشے اور نور باطن کو روشن تر کر دے

''تمہاری پھوپھی امۃ الباری ناصر کو جو کبھی ایک آدھ خط لکھ دیتا ہوں تو اس لئے نہیں کہ وہ مطالبے کرتی ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ یہ خط اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے کماتی ہیں۔ ایک لمبے عرصے سے جس دُھن اور لگن اور ثابت قدمی سے وہ لجنہ کراچی میں قابل تحسین خدمات سرانجام دے رہی ہیں وہ اپنی جگہ اور اس پر مستزاد ان کے منجھے ہوئے کلام کی انفرادیت اور جذب و اثر جو خود ہی مجھ سے تقاضا کرتے ہیں کہ کبھی کبھی اُن کی حوصلہ افزائی کروں جو اُن کی سکینت کا موجب بنے۔ آپ بھی ویسی ہی باتیں اپنے اندر پیدا کریں جو مجھے مجبور کر دیا کریں کہ کبھی کبھی فرصت نہ ہوتے ہوئے بھی دو حرف اپنے ہاتھ سے ڈالنے پر مجبور ہو جایا کروں۔ اللہ آپ کو ایسا ہی بنائے اور آپ کی صفاتِ حسنہ کو جلا بخشے اور نورِ باطن کو روشن تر کر دے۔''

پیش لفظ

خدمت ِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

اللہ جل شانہ کے فضل و احسان سے زیر نظر کتاب لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی صد سالہ جشن تشکر کے سلسلے کی کتاب نمبر 101 ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ ہم نے صد سالہ جشن تشکر کی نسبت سے سَو کتب کی اشاعت کا وعدہ کیا تھا جو بفضلہٖ تعالیٰ پورا ہوا۔ یہ ایک سو ایک ویں کتاب دراصل ان نعماء کی تحدیث نعمت ہے جو ہمیں خدمت کے اس سفر میں میسر آئیں۔

صد ہزار شکر کا مقام ہے کہ ہمیں حضرت سلطان القلم علیہ السلام کی برکات سے فیضیاب ہونے کی توفیق نصیب ہوئی۔ قلم وہ خاص ہتھیار ہے جو تائید ایزدی نے آپ علیہ السلام کو تھمایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نعمت اللہ ولی ؒ کا یہ شعر:

ید بیضا کہ با او تابندہ
باز با ذوالفقار می بینم

درج فرما کے تحریر فرمایا:

''یعنی اس کا وہ روشن ہاتھ جو اتمامِ حجت کی رُو سے تلوار کی طرح چمکتا ہے۔ پھر میں اس کو ذوالفقار کے ساتھ دیکھتا ہوں یعنی ایک زمانہ ذوالفقار کا تو وہ گزر گیا کہ جب ذوالفقار علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں

تھی۔ مگر خدا تعالیٰ پھر ذوالفقار اس امام کو دے دے گا۔ اس طرح پر کہ اس کا چمکنے والا ہاتھ وہ کام کرے گا جو پہلے زمانے میں ذوالفقار کرتی تھی سو وہ ہاتھ ایسا ہوگا کہ گویا وہ ذوالفقار علی کرم اللہ وجہہ ہے جو پھر سے ظاہر ہوگئی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ امام سلطان القلم ہوگا اور اس کی قلم ذوالفقار کا کام دے گی۔''

(نشانِ آسمانی۔ روحانی خزائن۔ جلد 4 صفحہ 399)

کتب کی اشاعت کا سفر کئی لحاظ سے مشکل اور صبر آزما تھا جو خلفائے کرام کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی سے ممکن ہوا۔ ہم نے قدم قدم پر خلافت کی برکات کے معجزے دیکھے۔ اسی طرح محترم بزرگانِ سلسلہ نے بھی ہمیں دعاؤں اور داد سے نوازا۔ عزیزہ امۃ الباری ناصر نے سب عنایات خسروانہ یکجا کر کے ایک تاریخ مرتب کردی ہے۔ ہم سب قلم سے جہاد کرنے والوں کے لئے دعا گو ہیں اور انہیں جزائے خیر کی دعا دیتے ہیں۔ خدمتِ دین بجائے خود ایک انعام ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو اور خود ان کی جزا بن جائے۔ آمین اللھم آمین۔

خاکسار

امۃ الحفیظ محمود بھٹی

صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

جنوری 2018ء

عنایاتِ الٰہی ہوں مبارک

(از محترم منیر احمد جاوید صاحب)

محترمہ امۃ الباری صاحبہ نے مجھ سے خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں ان کی کتاب کے لئے کچھ لکھوں۔ میں نے بہت سوچا کہ اس کے لئے انہوں نے مجھے ہی کیوں کہا۔ میں تو ان کی طرح شاعر ہوں نہ ادیب، تو پھر کس طرح ان کی کتاب کے لئے ایک پیش لفظ لکھنے کا حق ادا کرسکتا ہوں۔ مزید غور و فکر کے بعد عقدہ یوں کھلا کہ مجھ سے ان کی یا ان سے میری جان پہچان کا واحد سبب چونکہ صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ذات تھی کیونکہ ان کی شاعری پر حضور رحمہ اللہ جو برجستہ اور بے لاگ تبصرے فرماتے اور ان کے پُرخلوص خطوں کے جو بڑے وجد آفریں جواب لکھواتے وہ اکثر مجھ سے ہی لکھوا کر انہیں بھجواتے تھے اس لئے شاید انہوں نے مجھ سے کچھ لکھنے کا مطالبہ کردیا ہے اور یہ اگرچہ میرے بس کی بات تو نہیں لیکن میں نے سوچا کہ اگر انہیں کی کتاب کے مختلف ابواب اور ان کی مختلف تحریرات کو سامنے رکھ کر میں کچھ لکھ کر ان کی خواہش پوری کردوں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں کہ اس طرح مجھے بھی حضور رحمہ اللہ کی محبتوں اور شفقتوں اور احسانات وعنایات کو یاد کرنے کا موقع مل جائے گا۔ چنانچہ ایک ایک کر کے وہ سارا زمانہ نظر کے سامنے پھرنے لگا اور یادوں کے جھروکے کھلتے چلے گئے۔ یہ بھی یاد آیا کہ ان کے خطوط کا حضور رحمہ اللہ ہمیشہ بڑے پیار اور توجہ سے جواب لکھوایا کرتے تھے اور کئی دفعہ ان کے خطوط پر، پڑھتے ہوئے ہی بے اختیار

لمبے لمبے نوٹ رقم فرمادیا کرتے تھے اور پھر یہ بھی یاد آیا کہ کس طرح حضور رحمہ اللہ نے انہیں اپنے ''کلام طاہر'' پر یہ کہتے ہوئے طبع آزمائی اور تبصرہ کرنے اور مشورہ دینے کی اجازت عطا فرمائی کہ:

تُو مشقِ ناز کر، خونِ دو عالم مری گردن پر

اور پھر انہوں نے بھی خوب دل کھول کر حضور رحمہ اللہ کے مختلف اشعار پر اپنے مشورے دیئے اور جنہیں بعض اوقات حضورؒ نے قبول فرمایا اور اکثر دفعہ ان کے مشورہ کے نتیجہ میں حضورؒ کے شعر کے مفہوم میں جو تبدیلی آرہی ہوتی، حضور رحمہ اللہ اس کو پوری شرح و بسط سے دلیل کے ساتھ انہیں سمجھا کر اپنے دل کی بات بیان فرمادیتے کہ میرے نزدیک تو اس شعر کا مطلب یہ ہے اور آپ کے مشورہ کو ماننے سے میرا یہ منشاء اور مدعا پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ کی تجویز قبول نہیں کرسکتا۔ بہرحال محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ اس ساری مشق کے دوران حضورؒ کی تحریر کے وہ ادب پارے حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہوگئیں جو اگر یہ ہمت نہ کرتیں تو شاید جماعت کے ادبی حلقوں تک وہ کبھی بھی نہ پہنچ پاتے۔ اس لحاظ سے تو یہ ہماری دعاؤں کی بھی مستحق ہیں۔ فجزاھا اللہ احسن الجزاء۔

بہرحال اب میں ان کی زیرِ نظر کتاب کے مختلف موضوعات کی طرف آتا ہوں لیکن اس سے پہلے یہ بھی عرض کردوں کہ حضرت المصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ:

> ''وہی قوم ترقی کرسکتی ہے جس کی ساری عورتوں کا دینی معیار بلند ہو۔ وہ جواں ہمت اور حوصلہ مند ہوں۔ وہ مصائب و مشکلات کی پرواہ کرنے والی نہ ہوں۔ وہ دین کے لئے ہر قسم کی قربانی پر تیار رہنے والی ہوں۔ وہ جرأت اور بہادری کی پیکر ہوں اور وہ اپنے اخلاص

اور اپنے جوش اور اپنی محبت میں مردوں سے پیچھے نہ ہوں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 8 ص 54)

ایک ایسی ہی جواں ہمت، حوصلہ مند، جرأت و بہادری کی پیکر، اپنے اخلاص اور اپنے جوش اور محنت اور خداداد صلاحیتوں سے مردوں سے بھی آگے بڑھ جانے والی وہ خاتون محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ ہیں جن کا شمار ان انتہائی خوش قسمت احمدی شعراء میں ہوتا ہے جنہیں ہمیشہ دربارِ خلافت سے پذیرائی بھی ملتی رہی اور قبولیت و پسندیدگی کی سند بھی عطا ہوتی رہی۔ اور یہی وہ سعادت و اعزاز ہے کہ جو اس باکمال ادیبہ و شاعرہ کے ماتھے کا جھومر اور اردو ادب کی اس ماہتاب کا ہالہ ہے۔

زیرِ نظر کتاب ’’سیلابِ رحمت‘‘ ان کے اس مقام و کمال کی ایک جھلک ہے۔ اس کتاب کے ابتداء میں حضرت خلیفۃ المسیح کی محبت سے چُور اور خلافت کی محبت سے مخمور کراچی کی لجنہ کی انتھک محنت اور اشاعتی کارناموں کا ایک ریکارڈ ہے۔ 100 بہترین کتابوں کی بہترین اشاعت کے منفرد اعزاز اور ریکارڈ کی ایک تفصیل ہے جو جماعت اور بالخصوص جماعت احمدیہ کراچی کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لجنہ کراچی کو شہد کی مکھیاں قرار دیا تھا۔ شہد کی انہیں مکھیوں کا احمدیہ لٹریچر کے گل و گلشن کے پھول پھول سے جو شہد کی صورت ایک سو کتابوں کا یہ ایسا تحفہ ہے کہ جو اخلاقی و روحانی شفاء کے سامان لئے ہوئے ہے۔

اس کتاب کی ایک اہم خوبی اور قابل ذکر و قابل رشک صفت یہ ہے کہ محترمہ امۃ الباری صاحبہ نے جو بھی کارنامہ سرانجام دیا، جو بھی نمایاں مقام حاصل کیا وہ انہیں خلافت کے قدموں میں عجز و انکسار کے ساتھ مزید جھکاتا چلا گیا اور اپنے عمل سے، اپنے قول سے اور فعل سے یہی

گنگناتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ۔

''..گھر سے تو کچھ نہ لائے''

محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ ایک بہترین شاعرہ ہیں۔ بھلا جس کی شاعری کی داد، خلیفۃ المسیح کی طرف سے ملی ہو اس کے لئے اس سے بڑھ کر کیا سند اور اعزاز چاہیے۔ ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس باکمال شاعرہ کو یہ فرما کر کمال کی منزل پر فائز فرما دیا:

''آپ خوب لکھتی ہیں۔ مجھے خیال نہیں تھا کہ آپ کو فصاحت اور بلاغت میں اتنا کمال حاصل ہے۔''

ایک بار دربار خلافت سے اپنی ایک نظم کی بدولت دعاؤں کا خزانہ یوں انعام پایا جس میں آپؒ نے فرمایا:

''کچھ دن پہلے مصباح میں آپ کی ایک نظم پڑھی جو نظروں کے راستے دل میں اُترتی چلی گئی اور میں آپ کے لئے دعا کرتا رہا۔

ابھی الفضل میں آپ کی نظم 'اسیران راہ مولا' پڑھی تو جو بدلی غم کی اٹھی دل پہ تھوڑی برسا دی۔ ساری نظم ہی بڑی پُراثر ہے اور فصیح و بلیغ مگر بعض اشعار اور بعض مصرعے تو شوخیٔ تحریر کے فریادی بنے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ پہلے اس سے کہ میری آنکھیں خشک ہو جائیں میں آپ کو بتا دوں کہ نظم پڑھ کر اسیرانِ راہ مولا کے ساتھ ساتھ میرے دل نے آپ کو بھی دعائیں دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔''

محترمہ امۃ الباری صاحبہ کو منفرد شاعرہ قرار دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے

اس منفرد حسن کو ہمیشہ فروغ پانے کی یوں دعا دی۔آپؒ نے فرمایا:

''آپ کی نظموں کواللہ تعالیٰ نے ایک انفرادیت بخشی ہے۔اللہ یہ امتیاز ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے اشعار کوسچائی کا حسن عطافرمایاہے۔اللہ اس حسن کو ہمیشہ فروغ بخشتا رہے۔''

اورسلطنتِ شعرکی اس تاجورکو روحانیت کے شہنشاہ کی طرف سے کبھی یہ تاج پہنایا جاتا ہے:

''ماشاءاللہ آپ کے کلام میں رفتہ رفتہ ایک نئی جلا پیدا ہوتی جارہی ہے ۔شاذ کے طور پر کہیں کہیں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اصلاح کی گنجائش موجود ہے لیکن کوئی نظم یاغزل بھی بے اثر نہیں دیکھی ۔بعض اشعار تو یوں اُٹھتے اور بلند ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ نگاہوں کے قدم روک لیتے ہیں۔ زبان حال سے یہ کہتے ہوئے ہمیں سرسری نظر سے دیکھ کراپنی قدر شناسی کو پامال کیئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے ۔احمدی شعراء کواللہ تعالیٰ نے سچائی کی تاجوری بخشی ہے اورسچائی ہی ان کے کلام کوایک امتیازی حسن بخشتی ہے۔آپ کا کلام بھی اس منبع حسن سے بہرہ ورہے ۔اس کے علاوہ بھی آپ کے کلام میں کچھ خوبیاں ہیں جو اسے انفرادی رفعت عطا کرتی ہیں ۔قافیہ کے استعمال میں اچانک ایسا تنوع جو یکسانیت کواس طرح توڑتا ہے کہ موسیقی پیدا ہوتی ہے۔''

امۃ الباری صاحبہ ایک خاتون شاعرہ ہیں اورایک عورت ہونے کے ناتے بجائے اس کے کہ یہ مردوں سے پیچھے نظر آتیں، انہوں نے اپنے شعروں کے ذریعہ وہ مقام وامتیاز پایا کہ

عورت ہونا ایک اعزاز بن گیا۔ایک عارفہ عورت کے اس جوہر آبدار پر جوہری کی جوہر شناسی دیکھیے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ان کو ایک ایسی ہی نظم پر تحریر فرماتے ہیں:

" آپ کا کلام بالعموم کسی نہ کسی پہلو سے جاذبیت رکھتا ہے لیکن بعض نظمیں بعض دوسری نظموں پر فوقیت لے جاتی ہیں۔ان میں سے ایک وہ ہے جو 18 جون 1990ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔مطلع میں اگرچہ ایک ایسی سچائی بیان ہوئی ہے جو ہر صاحب نظر کو معلوم ہی ہوگی لیکن جس رنگ میں آپ نے ڈرامائی انداز میں اس مضمون کو پیش کیا ہے وہ غیر معمولی اثر کرنے والا ہے۔

غلط ہے آسماں سوکھا پڑا ہے
زمیں کی کوکھ بنجر ہو گئی ہے

اسی طرح دوسرا اور تیسرا شعر بھی خاص ادا کے مالک ہیں۔پہلی غزل کی طرح اس غزل میں بھی آپ نے ایک ایسا شعر ایسے خاص انداز میں کہا ہے جو کوئی مرد شاعر نہیں کہہ سکتا خواہ کیسا ہی قادر الکلام کیوں نہ ہو۔یہ ایک ایسی خاتون کا کلام ہے جو گھر کے روزمرہ کاموں میں بھی عارفانہ نکتے سوچتی رہتی ہو۔وہ شعر یہ ہے۔

نہیں ہے ان تلوں میں تیل باقی
مجھے پہچان چھو کر ہو گئی ہے

یہ 'چُھو کر پہچان' ایک ایسا خیال ہے جو ایک مرد شاعر کی رسائی سے باہر معلوم ہوتا ہے۔"

اور امۃ الباری صاحبہ کا بات کہے بغیر کہہ جانے کا کمال تو ایسا ہے کہ اس کی سند یوں ملی:

''آپ کو خدا نے اظہار بیان پر خوب مقدرت بخشی ہے اور آپ
کو بات کہے بغیر کہہ جانے کا سلیقہ آتا ہے۔ اللھم زد و بارك''

ان کا ایک جاندار شعر ملاحظہ فرمائیں کہ جو امام وقت سے داد پاتا رہا۔ آپؒ نے ان کو لکھا:

''ایک شعر جو ساری غزلوں کا جان و مال ہے اس کی داد دئے
بغیر نہیں رہ سکتا۔ واقعی یہ بہت جاندار شعر ہے:

وقت کا ٹوٹتا بدن شام کی سرمئی تھکن
آنکھوں میں جاگتی لگن دل کا عجیب حال ہے''

محترمہ امۃ الباری صاحبہ کو اپنی اس خوش قسمتی کا ادراک بھی تھا اور بجا طور پر ناز بھی تھا۔ وہ اس کتاب میں ایک جگہ خود لکھتی ہیں کہ:

''ایک خوش قسمت غزل جسے حضور انورؒ سے دو دفعہ داد ملی ۔
حضورؒ نے تحریر فرمایا:

'اسے پڑھ کر بہت لطف آیا۔ ویسے تو ساری نظم ہی بڑی اچھی ہے
اور تازہ بتازہ ہے لیکن یہ اشعار بہت بلند پایہ ہیں:

آتا ہے نظر تاروں میں مہتاب علیحدہ
ہر پہلو سے ہے وہ دُرِّ نایاب علیحدہ
ترتیب سے رکھتی نہیں یادیں کبھی لیکن
باندھا ہے ترے نام کا اِک باب علیحدہ

حرفوں کے بدن ٹوٹے ہیں اس شب کی دُکھن سے
جو یاد میں گزری شبِ مہتاب علیحدہ
اب چارہ گری کوششِ ناکام رہے گی
اس مرتبہ ہیں درد کے اسباب علیحدہ

(ص262)

امۃ الباری ناصر صاحبہ ایسی باکمال شاعرہ ہیں کہ جن کی نثر ان کی نظم سے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے اور شاعری میں اگر ایک ایک شعر پر داد پائی اور امام وقت سے تعریف وتوصیف کے تمغے پائے تو نثر میں بھی ایک ایک فقرے پر خوب داد پائی ۔ایک خط کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ نے صحن میں لگے پودوں اور درختوں کے ذکر کے ساتھ اپنے گھر کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں تو کمال ہی کر دیا ہے۔ آپ کی نثر بعض دفعہ آپ کے شعروں پر غالب آجاتی ہے ۔نثر میں خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا ملکہ اور عبور بخشا ہے کہ آپ فصاحت وبلاغت کے دریا بہاتی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے صحن اور باغ کا نقشہ پڑھ کر تو یوں لگتا ہے جیسے میں نے آپ کا گھر صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ اس کے صحن میں بیٹھ کر کچھ وقت گزار آیا ہوں۔اللہ آپ کے قلم میں مزید روانی اور جاذبیت پیدا فرمائے۔

''اردو کلاس کے حوالے سے آپ کا تبصرہ پڑھ کر بہت محظوظ ہوا ہوں کہ زبان رکھتی تو کتنی نازاں ہوتی ۔ بہت عمدہ فقرہ لکھا ہے اس سے تو

لگتا ہے کہ ماشاء اللہ اردو زبان سے آپ خوب واقف ہیں۔ اور نہ صرف اس کا استعمال جانتی ہیں بلکہ زبان بھی رکھتی ہیں۔"

ان کا لکھا ہوا ایک مضمون حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھا۔ جس پر حضورؒ کے تاثرات کی ایک جھلک اس مضمون کے حسن و لطافت کو چار چاند لگائے رکھے گی۔ آپؒ نے رقم فرمایا:

"یہ مضمون پڑھتے ہوئے وہ سب یادیں ہجوم در ہجوم امڈ آئیں۔ جوں جوں پڑھتا گیا دل گداز ہوتا چلا گیا اور پانی برستا رہا۔ کس نے اتنا اچھا مضمون لکھا ہے! اتنا سلجھا ہوا، اتنا متوازن، اتنا شستہ، مسکراہٹوں کے ریشم میں درد لپٹے ہوئے۔ سنجیدہ باتوں کے ہمراہ ان کی انگلیاں پکڑے ہوئے ہلکی پھلکی لااُبالی باتیں بھی کمسن بچیوں کی طرح ساتھ ساتھ چلتی دوڑتی دکھائی دیتی تھیں۔"

ایک بار آپؒ نے ان کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

"آپ کا خط ملا۔ نثر میں ایسے لطیف اور اعلیٰ پائے کے شعر بہت کم پڑھنے میں آتے ہیں جیسے آپ کا یہ خط ہے۔ بعض چھوٹے چھوٹے لطیف اشاروں کے ساتھ بعض مضامین پر ایسے عمدہ تبصرے آپ نے کئے ہیں جیسے کسی خوبصورت سیر گاہ میں جاتے ہوئے انسان کبھی دائیں کبھی بائیں قابل دید مقامات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ماشاء اللہ آپ کو یہ خوب فن عطا ہوا ہے۔ اللہ آپ کی ذہنی، قلبی صلاحیتوں کو اور بھی چمکائے اور روشن تر فرمائے۔"

محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کی اس کتاب میں جہاں جماعت کی تاریخ کے بہت سے

ابواب خزانے کی شکل میں جمع کردئے گئے ہیں وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کی سیرت اور سوانح کا ایک ایسا قیمتی خزانہ ہے کہ جو اسی کتاب کا خاصہ ہے کہ اور کہیں سے یہ سوغات ملنے کی نہیں۔اس حساس اور خلافت کے عشق میں ڈوبی ہوئی شاعرہ اور ادیبہ نے بڑے قریب سے اس سراپا محبت وجود کو دیکھا،اس کو محسوس کیا اور اپنی نظم ونثر میں اس کو بیان کیا۔اس کتاب کے صفحات 289 تا302 پر مشتمل ایک باب باندھا جس کا عنوان ہے:

''قلب طاہر کا درد اور دردمندی - کلام طاہر کی روشنی میں''

اس میں انہوں نے بہت ہی خوبصورتی سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے۔جس سے ہر پڑھنے والا شعروں کے جھروکے سے اس دعا دعا چہرے اور سراپا محبت وجود کو جھانک کر دیکھ سکتا ہے اور محسوس کر سکتا ہے کہ خلیفۃ المسیح کا اپنی جماعت کے ایک ایک فرد سے کتنا پیار تھا اور کس قدر جماعت کا غم اور درد تھا،جس کا سینہ جواں مرگ امنگوں کا مزار تھا جو ایک زیارت گاہِ صد قافلہ ہائے غم وحزن تھا۔

جس کو اپنی والدہ سے اتنی محبت تھی کہ میٹرک کا امتحان دیتے ہوئے جو صدمہ گزرا تھا وہ ساری عمر ساتھ رہا۔نہ جانے کتنی بار اور اپنی عمر کے کس کس حصہ میں وہ اپنی والدہ کی تصویر کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کہتا رہا

تیرے لئے ہے آنکھ کوئی اشکبار دیکھ
نظریں اٹھا خدا کے لئے ایک بار دیکھ

اب جبکہ اپنی زندگی کی شام گہری ہونے لگی لیکن اپنی ماں سے محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ اسی طرح آفتاب نیمروز کی طرح سینے میں موجزن تھی جس کا اظہار ''مریم شادی فنڈ'' کی تحریک سے ہوتا ہے جو آپؒ نے اپنی وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل کی تھی۔

ماں کی جدائی کے صدمہ کے بعد قادیان سے ہجرت کا ایک اور صدمہ آپ کو سہنا پڑا کہ جس کی یاد ہمیشہ آپ کو تڑپاتی رہی۔ چوالیس سال کی جدائی کے بعد 1991ء میں جب قادیان کی بستی کے گلے لگے تو اپنے جذبات کا اظہار اس نظم میں کیا جو:

''اپنے دیس میں اپنی ایک سندر سی بستی تھی ۔ اس میں اپنا ایک سندر سا گھر تھا۔ میں ملکوں ملکوں پھرا مگر اس کی یادیں ساتھ لئے پھرا۔ کبھی میرا تن من دھن اس کے اندر تھا اب وہ میرے من میں بستی ہے۔ اس کے رہنے والے سادہ اور غریب تو تھے لیکن نیک نصیب تھے۔ ہر بندہ دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ بڑے سچے لوگ تھے، وہ بڑی سچی بستی تھی ۔ وہاں جو جتنا بڑا تھا اتنا ہی خاکسار تھا۔ اس دھرتی میں وہ موعود مسیحا پیدا ہوا جسکا صدیوں سے انتظار تھا۔ اس نے آکر دین حق کا احیاء کیا۔ پوری دنیا سے حق آشنا یہاں جمع ہوتے ۔ اس قدر پھل پڑا کہ زندہ درخت میووں سے لد گئے ۔ اس مسیح موعودؑ کی صورت میں جو نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق تھا، میں نے بھی اس سے فیض پایا ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی محبت ملی گویا خود خدا تعالیٰ مل گیا۔ کیڑی سے کمتر کے گھر نارائن آ گیا۔ اس کے سارے کام سنوار دئے۔ برہا کے مارے اپنے گھر آئے، اپنے مینارے دیکھے۔ ساری بستی پر انوار الٰہی کی بارش برستی دیکھی۔ آنے والوں کے ساتھ فرشتے پر پھیلائے آئے ۔ سب کے سروں پر رحمت کا سایہ ہے۔ سب کے چہروں پر نور الٰہی ہے۔ سب کی آنکھوں میں پیار دیکھا۔ اس منظر میں ایک کمی رہی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور

دوسرے عشاق جواب دنیا میں نہیں رہے، زندگی کی آخری سانس تک صبرو رضا سے اس آس میں رہے کہ کاش خدا قادیان لے جائے ۔ یہ بستی سدا سہاگن رہے ۔اس میں وہ ہستی پیدا ہوئی جو نوروں کا ایک سمندر تھی ۔ جس سے نوروں کے سوتے پھوٹے ۔ایک اللہ کا نام باقی رہے گا۔ اسے جس بھی نام سے پکار لو۔ واہے گرو، ایشور، اللہ اکبر‘‘

(ص292۔293)

لیکن اپنے دردوغم کی گٹھڑی اٹھائے نگرنگر پھرنے والے اس مسافر کو ہجروفراق کے سلوک کی ابھی کچھ اور منزلیں طے کرنا باقی تھیں:

ہر روز نئے فکر ہیں، ہر شب ہیں نئے غم
یا رب یہ مرا دل ہے کہ مہمان سرا ہے

اب اسے اس بستی سے جدائی کا غم تھا جہاں اس نے اپنی مقدس اور پاکیزہ جوانی کا بھرپور زمانہ گزارا۔ جہاں شادی ہوئی، اولاد کی نعمت سے مالا مال ہوئے اور جہاں ردائے خلافت زیب تن کی۔لیکن پھر اچانک یہ درودیوار، پاکیزہ اور روح پرور ماحول، بہشتی مقبرہ اور مقدس مزاروں کی بستی بھی خدا کی خاطر چھوڑنی پڑی۔ اس بھرے گھر سے ایسے گئے کہ پھر مڑ کر نہ دیکھا۔ دروازوں پر تالے پڑے رہے کہ کھولنے والا واپس نہ آیا۔ اس پُربہار باغ سے جدا ہو کر نہ مالی کو چین آیا اور نہ باغ کو قرار آیا۔ طائر اڑ گیا نشیمن اُداس رہ گیا۔ اس نشیمن سے اُداسی کے پیغام جاتے تو آپؒ بے چین ہو جاتے:

بس نامہ بر، اب اتنا تو جی نہ دُکھا کہ آج
پہلے ہی دل کی ایک اِک دھڑکن اُداس ہے

آپ کیا سمجھتے ہیں کہ بن باسیوں کی یاد میں صرف گھر اداس ہیں ۔بن باسیوں کے من کی اُداسی مجھ سے زیادہ تو نہیں ۔میری غم نصیب آنکھوں میں بسنے والو! درد مہجوری سے تڑپنے والو! ادھر بھی یہی حال ہے:

آنکھوں سے جو لگی ہے جھڑی، تھم نہیں رہی
آ کر ٹھہر گیا ہے جو ساون، اُداس ہے
بس یادِ دوست اور نہ کر فرشِ دل پہ رقص
سن! کتنی تیرے پاؤں کی جھانجن اُداس ہے

(ص296)

محبت کا یہ عالم تھا کہ ربوہ اور ربوہ کے باسیوں کے ذکر پر آپ کی آواز اکثر بھرا جاتی ۔گلا رندھ جاتا۔ اس درد آشنا دل میں درد کے کچھ دروازے ہومیو پیتھی کی پریکٹس سے بھی کھلے۔ایک برآمدہ ،دیواروں سے لگی الماریوں میں چھوٹی چھوٹی شیشیاں اور میاں طاری۔اور وہ سینکڑوں مجبور، بیمار، بے بس،غریب دکھیارے اپنے اپنے روگ اور رنج والم لے کر آتے اور میاں طاری کے آگے ڈھیر کر دیتے ۔ان کو تو وہ میٹھی سفید گولیوں میں دوا کے چند قطرے ڈال کر دے دیتے لیکن اپنا دل درد سے بھر جاتا۔ بے چارگی کی ساری تصویریں آپ نے دیکھیں۔ درد کے سارے رُخ آپ کی نظروں سے گزرے۔ یہ برآمدہ کیا تھا ایک میخانۂ غم تھا جو آپؒ کے دم سے آباد تھا۔

یہ سب کچھ اس کتاب ''سیلاب رحمت'' میں ہے ۔کتاب کیا ہے.. ایک سمندر ہے جو سیرتِ طاہر اور برکات خلافت کے مختلف پہلوؤں سے موجزن ہے۔

محترمہ امتہ الباری صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیحؒ کی خدمت میں بھیجے جانے والے

خطوط کو ایک نظر دیکھا تو اس کو کس نظر سے دیکھا۔ یہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنی اسی کتاب میں وہ بیان کرتی ہیں:

''حضورؒ کی ڈاک کا نظام بھی روئے زمین پر منفرد ہے۔ پچھلے زمانے کے منصف مزاج بادشاہوں کے متعلق پڑھتے تھے کہ راتوں کو بھیس بدل کر گلیوں میں گھوم پھر کر عوام کے مسائل بچشم خود دیکھا کرتے تھے۔ پوری دنیا میں پھیلی جماعتوں کے منصف امام نے خطوں کے ذریعہ ہر گلی محلے میں بسنے والوں سے رابطہ رکھا ہوا ہے۔ خط میں جس طرح دل کھول کر رکھ دیا جاتا ہے زبانی بھی ممکن نہیں۔ مجھے علم ہے جہاں کوئی پریشانی کوئی جھگڑا کوئی دلآزاری، بیماری، دکھ کا واقعہ، کوئی اندوہناک وفات ہو، سب اپنے دل کا سارا دکھڑا حضور پرنورؒ کے شفیق دل میں انڈیل دیتے ہیں اور پھر پراسرار دھندلکوں میں سموئے ہوئے غم، فضاؤں میں سسکتے ہوئے احساس الم ان کی روح پر جذبہ مبہم بن کر چھا جاتے ہیں۔ آنکھیں اشکوں کی رہگزار بن جاتی ہیں اور دل مہمان سرائے غم وحزن۔ آپؒ کے سینے میں جواں مرگ امنگوں کے اتنے مزار ہیں کہ وہ غم وحزن کے سینکڑوں قافلوں کی زیارت گاہ بن سکتا ہے۔ کسی کے دھیان کی جوگن سارے رنج و آزار کے ساتھ خود ہی پہلو میں آجاتی ہے اور رات بھر احساس کے دکھتے ہوئے تار چھیڑتی ہے۔ ایک ایک تار سے غم وحزن کی صدا اٹھتی ہے۔ دل ایسے جلتا ہے جیسے دور بیابانوں میں کسی راہب کا چراغ ٹمٹما رہا ہو۔ درد کے قافلے ویرانوں میں لرزتی ہوئی لو کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ یہی ہماری منزل ہے، دو گھڑی

قلب کے غم خانے میں ستا کے تیرگیٔ یاس کی اوٹ سے نکل کر اُمید کی کرن دیکھ کر چلے جائیں گے۔ کسی اور کا کہاں حوصلہ ہوسکتا ہے کہ ان میں جھانکے۔ خطوں کے ذریعے انسانیت کی اتنی بڑی خدمت ہورہی ہے جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔'' (ص207۔208)

ایک واقف حال کے طور پر قارئین کے ازدیاد علم و ایمان کے لئے یہاں یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی ڈاک کا یہ سلسلہ اللہ کے فضل سے دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ محض اردو یا انگریزی میں خطوط کے علاوہ عربی، انڈونیشین، رشین، فارسی، فرنچ، جرمن، سواحیلی، ڈچ، سویڈش، نارویجئین، ڈینش، سپینش، اٹالین، ٹرکش، بنگلہ، سندھی، پشتو کے علاوہ ہندوستان اور افریقہ کی کئی لوکل زبانوں میں بھی بکثرت خطوط آنے لگے ہیں جو ان قوموں کے مخلص اور فدائی احمدیوں کی حضرت خلیفۃ المسیح سے محبت و عقیدت اور اخلاص کی نہایت ایمان افروز اور جانفزاء دلکش قلبی جذبات پر مشتمل ہوتے ہیں اور اس طرح روزانہ حضور کی خدمت میں پیش ہونے والی ڈاک کی تعداد ایک ہزار خطوط سے تجاوز کرجاتی ہے اور بدھ، جمعرات کے دن جب مختلف خطوط کے خلاصے تیار ہوکر آتے ہیں تو یہ تعداد آٹھ نو ہزار تک جا پہنچتی ہے۔ لیکن جس خندہ پیشانی اور وفورِ محبت اور دعاؤں کی کیفیت میں ڈوب کر ہمارے پیارے امام ان کا مطالعہ کرتے ہیں اس کا لفظی اظہار میرے لئے ناممکن ہے۔ خط لکھنے والے یہ سارے اپنے امام کی محفل دل کے ایسے خاص مہمان بنتے ہیں کہ جن پریمیوں کیلئے قلب و نظر کا سکون نثار، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا یہ شعر اس کی سچی عکاسی اور غمازی کرتا ہے:

ان کو شکوہ ہے کہ ہجر میں کیوں تڑپایا ساری رات
جن کی خاطر رات لٹادی، چین نہ پایا ساری رات

خوب سجی یادوں کی محفل، مہمانوں نے تاپے ہاتھ
ہم نے اپنا کوئلہ کوئلہ، دِل دہکایا ساری رات
روتے روتے سینے پر سر رکھ کر سوگئی ان کی یاد
کون پیا تھا؟ کون پریمی؟ بھید نہ پایا ساری رات

ان کا امام اپنے ان فدائی مخلصین کی یادوں کا ایک ایسا گلشن ہے کہ جس کی عنبر بار خوشبو سے وہ اپنے من کو مہکائے رکھتا ہے اور اخلاص و وفا کے ان ساتھیوں کی محبت کا ذکر یوں کرتا ہے:

گل بوٹوں، کلیوں پتوں سے، کانٹوں سے خوشبو آنے لگی
اِک عنبر بارِ تصور نے یادوں کا چمن مہکایا ہے
کوئی احمدیوں کے امام سے بڑھ کر کیا دنیا میں غنی ہوگا
ہیں سچے دل اس کی دولت، اخلاص اِس کا سرمایہ ہے

اور دنیا بھر میں بسنے والے ان عاشقوں سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

تمہاری خوشیاں جھلک رہی ہیں مرے مقدر کے زائچے میں
تمہارے خونِ جگر کی مَے سے ہی میرا بھرتا ہے جام کہنا
الگ نہیں کوئی ذات میری، تمہی تو ہو کائنات میری
تمہاری یادوں سے ہی مُعَنْوَن ہے زیست کا انصرام کہنا
اے میرے سانسوں میں بسنے والو! بھلا جدا کب ہوئے تھے مجھ سے
خدا نے باندھا ہے جو تعلق، رہے گا قائم مدام کہنا
تمہاری خاطر ہیں میرے نغمے، مری دعائیں تمہاری دولت
تمہارے درد و الم سے تر ہیں مرے سجود و قیام کہنا

الحمدللہ اس سیلاب رحمت کا بہاؤ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کے بعد بھی بڑی تیزی سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں، شفقتوں اور دعاؤں کی صورت میں پوری آب وتاب سے جاری ہے۔

چنانچہ 2003ء میں جب محترمہ امتہ الباری صاحبہ کے حصے میں یہ سعادت آئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے پہلے شہید صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد پر کتاب پیش کریں تو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے کتاب موصول ہونے پر انہیں اس نہایت خوبصورت مکتوب سے نوازا کہ:

''آپ کے شعبہ اشاعت کی طرف سے شائع ہونے والی نئی تصنیف 'مرزا غلام قادر احمد' موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ماشاء اللہ بڑی اچھی ترتیب دی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کی شہادت پر فکر کا اظہار کیا تھا اور اس اُمید کا بھی کہ اس معیار قربانی پر شاید کچھ اور لوگ بھی قائم ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تقریباً 55 سال بعد آپ کی نسل میں سے ہی، آپ کے خون میں سے ہی وہ اعلیٰ معیار قربانی کرنے والا پیدا کر دیا جس نے اپنی جان کو تو قربان کر دیا لیکن جماعت کو ایک بہت بڑے فتنے سے بچا لیا۔ اے قادر تجھ پر ہزاروں سلام۔ جماعت میں تیری یہ قربانی ہمیشہ سنہرے حروف سے لکھی جائے گی۔ قادر سے میرا ایک ذاتی تعلق بھی تھا۔آپ کی کتاب دیکھ کر تمام پرانی یادیں ذہن میں آنا شروع ہو گئیں۔اس کا مسکراتا چہرہ اکثر نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ وہ خوب

صورت بھی تھا خوب سیرت بھی تھا۔

جب حضور رحمہ اللہ نے مجھے ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی مقرر فرمایا تو میں نے اپنے لئے اس کی نظروں میں اخلاص اور اطاعت کا وہ جذبہ دیکھا جس کو صرف میں محسوس کر سکتا ہوں۔ یہ صرف اس لئے کہ خلیفہ وقت کی اطاعت کا اعلیٰ معیار اس وقت قائم ہو سکتا ہے جب اس کے بنائے ہوئے امام کی بھی کامل اطاعت کی جائے۔ بہر حال آپ کی کتاب دیکھ کر بہت دور چلا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند تر کرتا رہے۔ اس کے بچوں کی حفاظت کرے۔ اللہ کرے یہ کتاب نوجوانوں میں جذبۂ اخلاص اور قربانی کو بڑھانے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء دے۔ آمین۔

والسلام

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

(مکتوب 8 جون 2004ء)

پھر ان کی طرف سے 'مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل ؓ' اور 'بیت بازی' ملنے پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح انہیں داد اور دعائیں دیں کہ:

''آپ کا 'بیت بازی' والا خیال بھی بہت عمدہ ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ یہ فقرہ ذہن میں آنے کے بعد جب میں نے دیکھا تو

حضور رحمہ اللہ نے بھی تبصرے میں یہی فقرہ استعمال کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام کاوشوں کو بے انتہا برکتوں سے نوازے۔ خدا تعالیٰ آپ کے لئے آسانیاں پیدا کرے اور آپ کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا رہے۔ آمین۔‘‘

(مکتوب 12 جولائی 2004ء)

’’نمی کا عکس‘‘ پر دُعا

’’آپ کا مجموعہ کلام ’نمی کا عکس‘ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ میں نے جستہ جستہ پڑھا ہے۔ ماشاء اللہ اچھا کلام ہے۔ اُمید ہے کہ ادبی ذوق رکھنے والوں کو آپ کا یہ مجموعہ پسند آئے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سخن وفہم میں مزید برکت دے اور ہر آن آپ پر اپنے پیار کی نگاہیں ڈالتا رہے۔ آمین۔‘‘

(مکتوب 12 اپریل 2014ء)

لجنہ کراچی کو جب حضور انور ایدہ اللہ نے فارسی درثمین مع ترجمہ وفرہنگ تیار کرنے کا ارشاد فرما کر ایک بہت بڑی سعادت سے نوازا تو دوران تیاری حضور انور انہیں ہدایات اور دعاؤں سے بھی سرفراز فرماتے رہے جو بجائے خود ان کے لئے ایک بہت بڑا انعام تھا۔ اس کام کے دوران حضور انور ایدہ اللہ نے ایک دفعہ انہیں حضرت سلطان القلم علیہ السلام کے فیضان سے برکتیں پاتے رہنے کی دعائیں دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

’’درثمین فارسی‘‘ کی طباعت اور اشاعت کا کام خوش اسلوبی سے مکمل ہو۔ آمین۔ اللہ کرے آپ لوگ ان ذمہ داریوں کو احسن رنگ

میں سرانجام دیتے رہیں اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حفاظت اور رحمت آپ کے شامل حال رہے اور کام کرنے والوں اور خدمت کرنے والیوں پر خدائے رحمٰن ہمیشہ رجوع برحمت ہو۔ آمین۔ دعاؤں پر زور دیں۔ اللہ ساتھ ہو اور ''سلطان القلم'' کے فیضان سے آپ کا قلم برکت پذیر رہے۔ آمین۔ فی امان اللہ۔

والسلام

مرزا مسرور احمد

اور پھر جب یہ کام مکمل ہوا تو حضور نے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے انہیں لکھا کہ:

''آپ نے درثمین فارسی پہ ماشاء اللہ بڑی محنت کی ہے۔ اور اس کا اچھا ترجمہ کیا ہے۔ نظارت اشاعت نے دیکھ بھی لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ لجنہ کراچی کو توفیق دے کہ آئندہ بھی جماعت کی علمی میدان میں خدمت کرتی رہیں اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام ہمیشہ دنیا کو ملتا رہے۔ اللہ آپ کی نیک مساعی قبول فرمائے۔ ان میں برکتیں ڈالے اور سب خدمت کرنے والوں کو اس کی دائمی جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔''

یہ خوبصورت درثمین 2018ء میں شائع ہوئی اور اس کے ساتھ لجنہ کراچی کی 100 کتب مکمل ہوئیں۔ یہ ایک لمبا جہاد تھا جو مولا کریم کے فضل سے مکمل ہوا۔

حضور انور ایدہ اللہ کی ان مستجاب اور مقبول دعاؤں کے بعد اللہ کے فضل سے آپ کے اور آپ کی نسلوں کے بخت تو سب ہمیشہ ہمیش کے لیے سنور چکے اور اللہ سے کیا چاہیئے۔ اللہ

تعالیٰ کرے کہ اللہ والوں کے پیار کا یہ سلوک ہمیشہ آپ کے ساتھ جاری رہے۔آپ نے بہت خوب اور سچ کہا کہ:

اس کی تحریروں میں یوں ڈوب کے رہ جاتی ہوں
مجھ میں رچ بس گئی اس ماہ لقا کی خوشبو

آفتابِ خلافت کو اس ایک نظر نے ایک نظر دیکھا اور بیان کیا اور کیا خوب بیان کیا اور کتاب کے آخر پر اس تاجدار خلافت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے جو بیان کیا وہ بھی کیا ہی سچا بیان ہے:

جھولی بھرنے میں تھا وہ حاتمِ وقت
جس نے جب بھی کبھی سوال کیا
شعر فہمی اُسے ودیعت تھی
میں نے شعروں میں عرض حال کیا
ناز کرتی ہوں عجز سے بے حد
اس نے میرا بڑا خیال کیا

والسلام

خاکسار

منیر احمد جاوید

(پرائیویٹ سیکرٹری سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود علیہ السلام

مکرمہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیرم وخیری خواہم۔وخواستگار دعاام

آنمکرمہ کی تازہ تصنیف کا مسودہ محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کے توسط سے موصول ہوا۔اس تحریر دل پذیر کو بصد شوق پڑھا اور لفظاً لفظاً پڑھا۔دل نے حظ اور سرور پایا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے مکتوبات گرامی عظیم الشان اور گراں قدر سرمایہ نیز ہر جہت اور پہلو سے شاہکار ہیں۔آپ نے جس خوبی ، نفاست اور عمدگی کے ساتھ ان موتیوں کی یہ مالا پروئی ہے وہ آپ کا ہی کمال ہے۔حسن ترتیب بولتی ہے کہ کتنے پیار ومحبت،عقیدت واحترام اور احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ ہر خط کے شان نزول اور اس ماحول اور جذبات و کیفیات کو ضبط تحریر میں لا کر ایسا سماں باندھا ہے جو واقعی کیفیت انگیز ہو جاتا ہے اور دل و دماغ پر وجد کی حالت کا استیلا کر دیتا ہے ۔ اس سبد خوشنما کے گلہائے رنگا رنگ لطیف، سندر، تر و تازہ اور خوشبودار ہیں جن سے دل و دماغ نہایت معطر ہو جاتا ہے اور ایک عجب عالم مستی کا پیدا کرتے ہیں۔آپ کا طرز نگارش ادبی محاسن کا مرقع ہے۔سہل اور سجل عبارات، الفاظ کا چناؤ،تراکیب اور بندشوں کا تجمل غرضیکہ ذوق لطیف کی لذت یابی کا سامان وافر ہے۔اس گنجینۂ علم ومعانی کو منظر عام پر لانا آپ کی عظیم الشان خدمت اور جماعت پر احسان ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے مکتوبات اپنی شان،عظمت اور رفعت میں لاثانی ہیں۔

آفریں بر کلک نقاشے کہ دارد

بکر معنیٰ را چنان حسن جمیل

ہر رقیمہ معانی کا خزینہ ہے۔جس کی جاذبیت اور دل آویزی مسحور کردیتی ہے۔آفرین ہے اس مردِ خدا پر کہ جس جولاں گاہ میں بھی اس نے قدم رکھا اس کے اوضاع واطوار کو زینت بخشی اور اس کے معیاروں کو بلند کیا اور ایسے نقوشِ قدم چھوڑے جو آنے والوں کے لئے نشانِ منزل قرار پائے۔

صد لالہ رخے بود بصد حسن شگفتہ

نازاں ہمہ راز یر قدم کرد عجب کرد

منصب خلافت کی عظیم الشان اور بے کراں ذمہ داریاں جن کا احاطہ کرنا بھی مشکل تر ہے اور یہ ذمہ داری ایسا بوجھ ہے جو پیٹھ توڑ دینے والی ہے،خدائے مہربان سے اس کے حق ادا کرنے کی توفیق موفق پائی۔اس فریضہ کی ادائیگی میں کسی اور کام کی ہمت ہی کب رہتی ہے مگر آپ اس کے ساتھ ساتھ جس میدان میں بھی اترے کمال کر دکھایا۔آپ شعر ونثر میں طبع آزما ہوئے تو اساتذہ کا رنگ پیدا کیا اور ایسے شاہکار اور شاہ پارے تخلیق کئے کہ جو یادگار رہیں۔

یہ پیار اور شفقت کے نامے جو آپ کے نام آئے،زہے نصیب۔یہ آپ کا اوجِ قسمت ہے اور قابل صد رشک ہے۔یہ مکتوبات ہی اس کتاب کی روح اور معراج ہیں۔ہر خط کو پڑھا، ٹھہر ٹھہر کر بنظر غائر دیکھا۔دل سے بے اختیار یہ صدا بلند ہوتی رہی کہ

نکلا ہوں لفظ لفظ سے میں ڈوب ڈوب کر

یہ تیرا خط ہے یا کوئی دریا چڑھا ہوا

آپ نے اس تصنیفِ منیف کا نام بھی خوب تر تجویز فرمایا۔اسم با مسمّٰی ہے۔اس کے

محتویات و مشتملات سیلاب رحمت ہیں۔ پہلی نظر پڑی تو یہ سیلاب رحمت کی ترکیب کچھ اجنبی لگی مگر کتاب پڑھ کر یہ باور آیا کہ سیلاب رحمت کے علاوہ اور کوئی نام اس کے شایانِ شان نہیں۔ اس سیلاب میں استغراق اور محویت ہی اس کا تقاضا ہے اور چاہئے بھی۔

جماعتی اشاعتی خدمت کے سفر کی کہانی آپ نے بڑے خوبصورت انداز اور اعلیٰ پیرایہ میں بیان کی ہے۔ اندازِ تحریر نرالا اور اس میں شان دلربائی ہے۔ الفاظ کے رچاؤ، فقروں کے بہاؤ اور لہجہ کے سبھاؤ نے سماں باندھ دیا ہے۔ فن لطیف وہ ہے جو دل سے نکلتا ہے اور ان اعلیٰ جذبات پر مشتمل ہوتا ہے جس کو دماغ قبول کر لیتا ہے اور ہاتھ اس کی تخلیق کرتا ہے۔ تکرار سے بسا اوقات دل اوب جاتا ہے۔ مگر آپ ہیں کہ آپ نے کتابوں کی تیاری و اشاعت کا ذکر کیا جو ماشاء اللہ سو مرتبہ دہرایا گیا مگر کیا مجال کہ نظریں سواد کتاب سے جدا ہونے کو تیار ہوں بلکہ ہر سطر دوسری سطر کی تشویق دلاتی ہے اور مطالعہ کے دوران کوئی دیگر مصروفیت وارد حال ہوئی تو صدمہ کی کیفیت پیدا کر گئی۔ دلجمعی اور لذت مطالعہ کی کشش غالب رہتی ہے۔ ماشاء اللہ یہ مطالعہ نہایت دلچسپ رہا کہ ہر اشاعت کا ذکر ایک دلچسپ کہانی کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ اشاعت کے کام کے بیان میں کئی گوشے اوجھل ہی رہتے ہیں اور بہتیرے کارکنان پردہ غیب میں نہاں ہو جاتے ہیں مگر آپ نے تو کمال کر دکھایا کہ ہر پہلو اُجاگر کیا اور ہر خدمت گزار کا مذکور ہے۔ اور جس پیار اور محبت سے آپ نے ہر ایک کا ذکر کیا اور ان کی جس طور پر خدمت کو سراہا اور خراجِ تحسین پیش کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

یہ کہانی سبق آموز ہے اور نو واردان بساط خدمت کے لئے قابل تقلید نمونہ بھی۔ ہر مرحلہ رہبر اور ہر موڑ راہ نما ہے۔ کام دشوار اور کٹھن تھا تو خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپ کے عزائم جوان اور ارادے بلند فرما دیئے۔ ناواقفیت اور ناتجربہ کاری درپیش ہوئی تو حضور کی

توجہاتِ کریمانہ اور تلطفاتِ رحیمانہ دستگیر ہوئیں اور ہر مرحلہ پر شفیق آقا نے آپ کی رہنمائی کی اور دعاؤں سے نوازا۔ وسائل کا فقدان سدِّ راہ ہوا تو خدا نے کشائش کی راہیں نکال دیں۔ کام میں ترقی ہوئی اور کام کرنے والوں کی ضرورت سامنے آئی تو نصرت الٰہی جلوہ گر ہوئی اور مخلص، محنتی اور ایثار پیشہ رفقائے کار میسر ہو گئے جنہوں نے پوری دلسوزی اور عرق ریزی سے معاونت کا حق ادا کیا۔ بیرونی رابطوں کی احتیاج واقعی ہوئی تو افراد اور ادارے شرح صدر کے ساتھ معاون و مددگار رہوئے۔ غرضیکہ یہ سلسلہ بڑا طویل اور دور دراز ہے۔ گویا ہمہ وقت خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی موسلا دھار بارش برستی رہی اور سیلاب رحمت کی صورت جلوہ گر ہوئی اور آپ کی تصنیف کی ہر سطر اس ''سیلاب رحمت'' کی طرف مشارٌ الیہ ہے۔ گو دانہ از انبارے کے حکم میں ہے مگر پڑھنے والے اس سے بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ جماعت کے کاموں میں رختِ سفر اور زادِ راہ تقویٰ ہی ہے۔ باقی مولا بس

خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

میرا دل ممنونیت اور احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہے۔ جذبات کی لطافت کو قائم رکھتے ہوئے اظہار کا ملکہ آپ ایسے قادر الکلام لوگوں کا نصیبہ ہے۔ میں اس کوشش میں جذبات کی لطافت و نزاکت کا حرج کرنے کی جسارت نہیں کرتا اور اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے دعا کی عاجزانہ درخواست کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس ضرورت اور احتیاج سے محروم نہیں کیا جاؤں گا۔

والسلام

خالد مسعود

نظارت اشاعت، ربوہ

ابتدائیہ

مکرمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ کی نئی کتاب ''سیلاب رحمت'' پڑھی۔ماشاءاللہ یادوں کا ایک انمول ذخیرہ ہے۔ ہر بات کا بیان اسقدر خوبصورتی سے کیا گیا ہے کہ بات سیدھی دل میں اتر جاتی ہے اور گہرا اثر چھوڑتی ہے۔اس کتاب میں شعبہ لجنہ اماءاللہ ضلع کراچی کی انتھک محنت کو قلم بند کیا گیا ہے جو آنے والی نسلوں کیلئے بھی ایک سرمایہ ہے۔کتاب کے حسن کو خلفاء احمدیت کے خطوط نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔الحمد للہ، خدا تعالیٰ نے خلیفہ کے وجود میں کیسا محبت کرنے والا سایہ عطا فرمایا ہے جو ہر راستے پر ہماری راہنمائی اور حوصلہ افزائی فرماتا ہے۔

کتاب پڑھ کر شدید خواہش ہوئی کہ کاش خاکسار بھی نثر نگار یا شاعرہ ہوتی تو شاید پیارے امام کی محبتیں اور داد سمیٹتی۔دل خدا تعالیٰ کے آگے سجدہ ریز ہے کہ خدا تعالیٰ نے لجنہ کراچی کو ایسی ممبر عطا کی جنہوں نے نہایت اخلاص اور عاجزی سے خلافت کے سائے اور اس کی راہنمائی میں شعبہ اشاعت ضلع کراچی کو دنیا بھر کی تمام جماعتوں میں ممتاز حیثیت دلوائی۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ایسے سلطان نصیر جماعت کو ہمیشہ عطا فرماتا رہے۔آمین۔

میری خوش بختی ہے کہ میں بھی اس جماعت کی ایک ادنیٰ رکن ہوں۔خدا تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی دعا سے لجنہ کراچی کو ہمیشہ شہد کی مکھیوں کی طرح اکٹھا رکھے اور امام وقت کا منظور نظر بنائے رکھے۔آمین ثم آمین۔اور حضرت مصلح موعودؓ کی دعا کہ:

''جماعت کراچی کو اللہ نظر بد سے بچائے'' ہمیشہ ہم پر سایہ کئے رہے۔آمین۔

والسلام

امۃ النور طیّب

بنتِ معین

صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ ؐ نبیوں کا سردار

رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طبقہءاناث پر احسانات کا اندازہ زمانۂ جاہلیت میں عورت کی ناقدری کی نسبت سے ہوتا ہے۔ اس کا وجود دھرتی پر بوجھ تصور ہوتا، زندہ گاڑ دی جاتی، ترکے میں بانٹی جاتی، غلاموں اور قیدیوں سے بدتر سلوک ہوتا۔ اس محسن اعظم ؐ نے اس کے حقوق قائم فرمائے، عزت و وقار کا مقام دیا۔ خود حسنِ سلوک سے بہترین نمونہ دکھلایا، اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ اس سے حوصلہ پاکر خواتین نے معاشرہ میں اہم کردار ادا کیا۔ تاریخ میں اِسلام کے دورِ اوّل کی خواتین کے محفوظ کارہائے نمایاں آج بھی روشن مثالوں کی طرح جگمگاتے ہیں۔ مگر پھر وقت گزرنے کے ساتھ اسلام کی حقیقی تعلیم فراموش ہوتی گئی۔ عورت پہلے سے بڑھ کر دورِ جاہلیت جیسے اندھیروں میں چلی گئی۔ دورِ آخرین میں اِسلام کا احیائے نو مقدر تھا۔ چنانچہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے اس طبقے کا وقار بحال ہوا۔ اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا۔ ترقی کے مواقع ملنے کی وجہ سے اپنی خدا داد ذہانت سے وہ خدمت دین میں تیز

تیز قدموں سے آگے بڑھنے لگی۔حضرت ام المؤمنین سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تربیت میں خواتین نے احیائے دین کے کاموں میں بھرپور حصہ لیا۔پھر قدرت ثانیہ کے دور میں خلفائے کرام نے خواتین میں جہادِ دین کی روح کو زندہ تر کیا۔

1922ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لجنہ اماء اللہ قائم فرمائی، جس کے مقاصد اعلیٰ ترین ترقی کے حصول کے لئے خواتین کو بیدار کرنا ،تربیت دینا اور مل کر جدو جہد کرنا تھے۔آپؓ نے جلسہ سالانہ 1922ء کے موقع پر اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا:

''کوئی دین ترقی نہیں کرسکتا جب تک عورتیں ترقی نہ کریں۔پس اسلام کی ترقی کیلئے ضروری ہے کہ تم بھی ترقی کرو۔عورتیں کمرے کی چار دیواری میں سے دو دیواریں ہیں، گر جائیں تو کیا اس کمرے کی چھت قائم رہ سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔''

(الازہار لذوات الخمار۔صفحہ ۵۷،۵۸)

کمرے کی دیواروں کو مضبوط کر کے عمارت کو مستحکم بنانے کیلئے آپ نے ذاتی طور پر تعلیم و تدریس میں حصہ لیا۔پھر آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو جاری رکھا۔اور اب بفضلِ الٰہی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بڑی شان سے اس جھنڈے کو اُٹھا کر ترقی کی جانب گامزن ہیں ۔الازہار لذوات الخمار کی جلدیں ہمارے خلفاء کرام کی ان کاوشوں کی شاہد ہیں۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا احمدی خواتین کی ترقی کا خواب کس طرح شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے ایک اقتباس دیکھئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''دُنیا بھر کی تمام خواتین سے مقابلہ کر کے دیکھیں کہ کسی قوم میں

خواتین کی اتنی بھاری تعداد اتنے مثبت اور مفید کارآمد کاموں میں
مصروف دکھائی نہیں دیں گی جیسے کہ احمدی خواتین دکھائی دیتی ہیں ...
آج میں احمدی خواتین کو اپنے دائیں بھی لڑتے دیکھ رہا ہوں اور بائیں
بھی اور آگے بھی اور پیچھے بھی۔ آج احمدی خواتین بیدار ہو کر اُٹھ کھڑی
ہوئی ہیں۔ احمدی خواتین نے ہر میدان میں میرا ساتھ دیا ہے۔ بگڑے
ہوئے معاشرہ کا بہترین جواب احمدی خواتین ہیں۔''

(الفضل ربوہ 30 جولائی 1999ء)

لجنہ کی گود میں

خاکسار ذرۂ ناچیز نے بفضل الٰہی سلسلہ احمدیہ کی تنظیم لجنہ اماء اللہ سے بڑا فیض حاصل کیا۔ مختصر تعارف کے بعد کچھ روداد بیان کروں گی۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ ہمارے خاندان میں احمدیت دادا جان حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے کی 1895ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت سے آئی۔ دادی جان حضرت برکت بی بی صاحبہؓ نے بھی دادا جان کے ساتھ بیعت کا شرف حاصل کیا۔ میرے نانا جان حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے کے دوست تھے۔ میرے والد محترم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت اور والدہ محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ قادیان میں محلہ دارالفضل میں رہتے تھے۔ بعد میں دارالفتوح میں ریتی چھلہ کے سامنے رہائش رہی۔ اسی گھر میں خاکسار کی پیدائش ہوئی ابا جان کی دکان مسجد مبارک کے سامنے تھی۔ میں ابھی چھوٹی تھی کہ تقسیم برصغیر کا واقعہ پیش آیا۔ ابا جان قادیان میں درویش ہو گئے اور سارا خاندان حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سائے میں پہلے لاہور اور پھر ربوہ آ کر

آباد ہوا۔

قادیان کا زمانہ تو کم سنی کی وجہ سے زیادہ یاد نہیں البتہ ربوہ کے ابتدائی دنوں میں بچپن کے شب و روز خوب یاد ہیں۔ امی جان اور بڑی بہنیں ناصرات اور لجنہ کے کاموں میں سرگرم تھیں اوڑھنا بچھونا لجنہ تھا۔ گھروں کے صحنوں میں قرآن پاک پڑھنے والے بچوں کی قطاریں، رمضان المبارک میں حلقہ باندھ کر قرآن پاک کے درس اور دَور، مسجد کے راستوں پر گہما گہمی، درس اور تراویح کے لئے دوڑیں۔ رات صحن میں چھڑکاؤ کے بعد بستر لگ جاتے اور 'امی سکول' شروع ہو جاتا۔ صبح بچوں کے خوش الحانی سے درود و سلام پڑھنے کی آوازیں بہت بھلی لگتیں۔ ہر مسجد سے اذان کی آوازیں آتیں۔ غرضیکہ ایک روح پرور ماحول تھا جس میں غیر محسوس طور پر دینی تعلیمات رگ و پے کا حصہ بن جاتیں۔ ناصرات کے اجلاسوں سے چھوٹی چھوٹی تقاریر سیکھیں۔ اجتماع کے لئے جھنڈے تیار ہوتے اور رنگ برنگے دوپٹے رنگے جاتے اور پھر ترانہ گاتے ہوئے لجنہ ہال کی طرف جانا عجیب سماں تھا۔ میٹرک تک ناصرات میں شمار ہوتا اور کالج میں داخل ہو کر لجنہ میں شامل ہو جاتے۔

بڑی بہن مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ لجنہ مرکزیہ میں عہدیدار تھیں۔ اپنے ساتھ دفتر لے جاتیں اور کسی نہ کسی کام میں لگائے رکھتیں۔ اس طرح لجنہ کے ہر سطح کے عہدے داروں سے تعارف ہو گیا۔ اجتماعات اور جلسوں کی تیاری کی مشق بھی ہو گئی۔ تعلیم القرآن کلاسز میں حصہ لیا۔ قرآن پاک باترجمہ سکول میں مکرمہ اُستانی میمونہ صوفیہ صاحبہ سے پڑھا۔ حضرت المصلح موعود رضی اللہ عنہ کے درس قرآن قصر خلافت کے صحن میں سننے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ جامعہ نصرت سے بی اے اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ کالج میں پڑھنے اور پڑھانے کے زمانہ میں لجنہ کی خدمات برائے نام ہیں۔ 1956ء کی گرمیوں میں تعلیم القرآن

کلاس میں حصہ لیا اور امتحان میں اول پوزیشن لی۔(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ 429)1957ء میں لجنہ اماء اللہ کے اجتماع میں رپورٹنگ کی ڈیوٹی ملی،جس کے لئے سٹیج پر بیٹھنے کی جگہ ملی۔اس اجتماع میں حضرت مصلح موعودؓ نے خطاب فرمایا۔1959ء میں دینی معلومات کے امتحان میں پوزیشن لی۔اسی سال مضمون نگاری کے مقابلہ میں اول پوزیشن لی۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ۔جلد سوم۔صفحہ 23)

1960ء میں جلسہ سالانہ میں نائبہ نگران شعبہ انتظامات کے فرائض ادا کرنے کی توفیق ملی۔

1960ء تا 1962ء نائبہ سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ مرکزیہ رہی۔1962 تا 1963ء مجلس عاملہ مرکزیہ میں سیکرٹری تعلیم کا کام کیا۔1962ء میں تعلیم القرآن کلاسز کو پڑھانے کیلئے راولپنڈی اور فیصل آباد بھیجا گیا۔1962ء ہی میں جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔اور قیام گاہ مستورات میں رپورٹر کے فرائض سرانجام دیئے۔1962ء سے 1964ء تک مرکزی عاملہ میں سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ رہی۔

(استفادہ از تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد سوم صفحہ 202 تا 238)

ربوہ میں قیام اور لجنہ سے وابستگی کی برکتیں کئی صورتوں میں شامل حال رہیں۔یہی وہ عرصہ تھا جس میں خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ کا دیدار،ان کی نصائح سننے کے مواقع اور ذاتی تعلق کی نعمتیں ملیں۔لجنہ کے اجتماعات اور جامعہ نصرت کی تقریبات خاص طور پر مشاعروں اور جلسہ ہائے سالانہ پر ملاقاتوں کے خوب مزے رہتے۔

خاکسار پر سب سے زیادہ احسانات حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ غفرلھا کے ہیں۔خاکسار نے محترمہ فرخندہ شاہ صاحبہ پرنسپل جامعہ نصرت سے بھی بہت فیض پایا۔خاکسار ان کے ساتھ جامعہ نصرت کے اپنے سب اساتذہ کی بھی شکر گزار ہے جنہوں نے تعلیم و تربیت کی

پوری کوشش کی۔ یہ حسین نقش عمر بھر ساتھ رہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

شادی کے بعد 1964ء میں کراچی آئی۔ اس وقت رہائش جامع کلاتھ مارکیٹ کے بالمقابل عیدگاہ میدان کے عقب میں تھی جو حلقہ سعید منزل کہلاتا تھا۔ احمدیہ ہال قریب تھا۔ اکثر جانا رہتا۔ کراچی لجنہ نے کھلی بانہوں سے استقبال کیا۔ اس وقت تک میں مرکزی عاملہ میں شامل تھی۔ یہی میرا تعارف بنا۔ احمدیہ ہال میں ایک استقبالیہ تقریب ہوئی جس میں بہت سی مقتدر ہستیوں سے ملاقات ہوئی۔ مکرمہ سرور عبدالمالک صاحبہ، مکرمہ مجیدہ شاہنواز صاحبہ مکرمہ جمیلہ عرفانی صاحبہ، مکرمہ شوکت گوہر صاحبہ خاص طور پر محبت سے پیش آئیں۔ یہ خلوص صرف لجنہ کے کام سے حاصل ہوا، ورنہ میں کس کھیت کی مولی تھی؟

پہلی عید پر بہت سی جان پہچان کی خواتین سے ملاقات ہوئی۔ اس زمانے کی عیدیں بہت یاد آتی ہیں۔ کراچی کے وسطی علاقے گاندھی گارڈن کے چڑیا گھر میں ایک میدان میں جماعت کو جگہ ملتی جس میں بہت صبح عید پڑھ کر میدان خالی کرنا ہوتا۔ ہم منہ اندھیرے عیدگاہ پہنچتے۔

یہاں بہت سی خواتین سے غائبانہ تعارف اس طرح تھا کہ ناصرات کا کام کرتے ہوئے کراچی سے آنے والے پرچوں کی چیکنگ میں بچوں اور ناصرات کی سیکرٹریان کے نام نظر سے گزرتے اور خط و کتابت بھی ہوتی رہی تھی۔ اسی طرح اجتماعات پر آنے والے گروپ شناسا ہو گئے تھے۔ کچھ واقفیت مصباح میں لکھنے والوں سے تھی۔ اس طرح کراچی لجنہ میں آکر کوئی اجنبیت محسوس نہ ہوئی۔

1964ء سے 1980ء تک ناصر صاحب کی لاہور اسلام آباد اور کراچی میں ٹرانسفرز کی وجہ سے ایک جگہ مستقل رہنا ممکن نہ ہوسکا۔ پھر اس اثنا میں ماشاء اللہ پانچ بچوں کی پیدائش اور پرورش کے مرحلے رہے۔ گھریلو ذمہ داریوں نے اس طرح پکڑے رکھا کہ لجنہ سے تعلق

تو رہا مگر کوئی کام باقاعدہ نہ کرسکی۔

1980ء میں کراچی تبادلہ ہوا اور پھر 2010ء تک مستقل کراچی میں رہائش رہی۔ سرکاری مکان علاقہ صدر میں جناح ہسپتال کے قریب ملا۔ احمدیہ ہال وہاں سے قریب تھا جس میں لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کے مرکزی دفاتر تھے۔ اس تسلسل سے آنا جانا رہتا کہ احمدیہ ہال ہمارا دوسرا گھر ہوگیا۔

لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی خدمت میں

لجنہ کی خدمت کا آغاز مکرمہ آپا اقبال صاحبہ مرحومہ نگران قیادت نمبر 5 کی تحریک سے ہوا۔ (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے) ہمارے گھر تشریف لائیں ان کے پاس ایک رجسٹر اور تحریک جدید کے چندے کے وعدوں کی فہرستیں تھیں۔ مجھے رجسٹر میں اندراج کا طریق بتایا۔ اس کے ساتھ کراچی میں قیادتوں کی تقسیم اور طریق کار کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ میں نے بھی اولین ترجیح کے ساتھ خوبصورتی سے رجسٹر تیار کر دیا۔ بہت خوش ہوئیں اور آنے والے اجتماع کی میزبانی کا کام سونپ دیا۔ احمدیہ ہال میں اس پہلے اجتماع میں بہت سی خواتین سے باہمی تعارف ہوا۔ مکرمہ بشریٰ داؤد صاحبہ اور مکرمہ محمودہ امۃ السمیع صاحبہ کے کام کے جنون نے متاثر کیا۔ اور اسی جنون نے ہمیں قریب کر دیا۔

عاقل کا یہاں پر کام نہیں، وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر، مل جائیں مجھے دیوانے دو

30 / اگست 1981ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مارٹن روڈ کی احمدیہ مسجد میں خواتین سے خطاب فرمایا جس میں لجنہ کراچی کو مرکزی تنظیم سے الگ کر کے اپنی

نگرانی میں لے لیا۔ مروجہ صدارتی نظام معطل کر کے ایک پانچ رکنی کمیٹی مقرر فرمائی۔ اس وقت یہ محسوس ہوا تھا کہ یہ تبدیلی لجنہ کی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر بطور سزا کی گئی ہے۔ مگر یہ کیسی سزا تھی جو رحمتوں کی بارش میں بدل گئی۔

تیرے اے میرے مربی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

کمیٹی اپنی کارکردگی کی رپورٹیں حضور رحمہ اللہ کو بھیجتی۔ دعاؤں اور حوصلہ افزائی کے خطوط آتے۔ الٰہی تقدیر کے مطابق جون 1982ء میں ہمارا محسن آقا داغ مفارقت دے گیا۔ جانے والے کی مقدس روح کیلئے دعائیں کرتے ہوئے قدرت ثانیہ کے چوتھے مظہر کا استقبال کیا۔

اب ہماری رپورٹیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں جانے لگیں۔ فروری 1983ء کو حضور انورؒ خلافت کی قبا پہننے کے بعد پہلی دفعہ کراچی تشریف لائے تو کراچی کی بہاریں دیدنی تھیں۔ گیسٹ ہاؤس میں ہر وقت جشن کا سماں رہتا۔ وسیع سبزہ زار پر اجتماعی ملاقاتوں میں علم و عرفان کی بارش ہوتی۔ انفرادی ملاقاتوں میں حضور انورؒ کے ارشاد پر یہ طریق اختیار کیا گیا کہ ایک کمرے میں بہت سی خواتین جمع ہو جاتیں تو حضور انورؒ تشریف لے آتے۔ خواتین باری باری اپنا تعارف کرواتیں، دعا کی درخواست کرتیں۔ خاکسار بھی کمرے میں بیٹھی سوچ رہی تھی کہ حضورؒ سے اپنا تعارف کیسے کراؤں گی۔ ہمارے بزرگوں سے تو حضورؒ خوب واقف تھے مگر خاکسار ایک بے حیثیت ذرّہ تھی۔ سوچ رہی تھی کہ ابا جان کا نام لوں یا بھائیجان کا۔ اتنے میں میری باری آ گئی:

''حضور! میں امۃ الباری ناصر ہوں...''

ابھی میرا جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ حضورؒ نے فرمایا:

''ہاں! ہوگیاوہ آپ کے میاں کی ٹرانسفر کا کام...''

میں ہکا بکا رہ گئی۔ چند دن پہلے میں نے دعا کا خط لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ نام بتاتے ہی حضورؒ کو عاجزہ کا خط یاد آ گیا۔ خط کا مضمون بھی یاد تھا۔ حضورؒ نے مجھے پہچان لیا تھا یہ بہت خوشی کی بات تھی۔ یہ پہلا تعارف تھا۔ اس کے بعد اگست 1983ء اور فروری 1984ء میں بھی حضورؒ کراچی تشریف لائے۔ ان پُر بہار موسموں کی روداد الگ عنوان سے تحریر کی ہے۔

کراچی لجنہ 1981ء سے 1986ء تک براہ راست حضور انورؒ کی نگرانی میں پانچ رکنی کمیٹی کے تحت کام کرتی رہی۔ پھر آپ نے مرکزی لجنہ کے ساتھ حسب سابق الحاق کر دیا۔ یہ عرصہ جو قریباً پانچ سال بنتا ہے۔ عجیب رحمتوں اور برکتوں سے بھرپور تھا۔

پیارے حضورؒ کی رہنمائی میں کام کے جذبے اور جنون نے بشریٰ داؤد اور خاکسار کو بہت قریب کر دیا۔ اُس کے اندر کوئی خاص قوت رواں دواں تھی۔ مجھے پتہ نہیں اس کے پاگل پن کو کیا نام دوں۔ ایک متحرک فدائی تھی۔ ہم ہر وقت جیسے حالتِ جنگ میں رہتے۔ کراچی لجنہ میں نئی توانائی آ گئی تھی ۔ کہیں اصلاح معاشرہ کمیٹی بن رہی ہے، کہیں کیسٹ لائبریریاں ترتیب دی جا رہی ہیں۔ کوئی جامعہ احمدیہ کی طرز پر خواتین کا کالج کھولنے کا سوچ رہا ہے، کہیں تعلیمی و تربیتی نصاب لکھے جا رہے ہیں۔ جلسہ ہائے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں غیر از جماعت مہمانوں کو شامل کرنے کی دوڑ ہے۔ کہیں دیوانہ وار دعوت الی اللہ ہو رہی ہے، طبی کیمپ لگ رہے ہیں، سمعی بصری پروگرام اور اصلاحِ معاشرہ کمیٹیاں بن رہی ہیں اور ایسے کئی سلسلے الٰہی توفیق سے آگے بڑھتے رہے اور ہماری رپورٹیں خلیفہ وقت سے دعائیں لوٹتی رہیں۔ اس سرگرم لجنہ کا حصہ بن کر مجھے لگتا کہ لجنہ کراچی میں ہوں اور میں لجنہ کراچی ہوں۔

لجنہ اماءاللہ ضلع کراچی کی اشاعتی خدمات اور خلفائے کرام اور بزرگانِ سلسلہ کی نظرِ شفقت، حوصلہ افزائی اور دعائیں

''یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہم رنگ ہو جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی قسم کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔''

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲۲ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۰۱ صفحہ ۲ کالم ۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قلم کا سلطان بنایا۔ قلم سے جہاد کے لئے اس سلطان کو اکیلا نہیں رکھا بلکہ اس کی مملکت کے قیام، استحکام، وسعت اور دفاع کے لئے قلم کے ہتھیار سے لیس افواج بھی عطا فرمائیں۔ ان افواج میں شامل سپاہی بظاہر خاک نشین، خاک بسر، سادہ اور کمزور عام سے انسان ہوتے ہیں مگر قادر و مقتدر خدا تعالیٰ

ان کو اپنی تائید و نصرت سے جہاد کے لئے غیر معمولی قوت عطا فرما دیتا ہے۔ ہماری جماعت تحقیق ،تحریر، تصنیف اور اشاعت کے میدان میں علم و معرفت سے مزین نابغۂ روزگار قلم کاروں سے مالا مال ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل و احسان سے لجنہ کراچی کو اصحابِ کہف والرقیم جیسے زمانے میں اس فوج میں ادنیٰ سپاہی کی جگہ ملی۔ ہم لجنہ کے وہ تیر ہیں جو امامِ وقت کو الٰہی احسان کے طور پر عطا ہوئے۔ ہم نے فضلِ خداوندی سے نئی صدی کے استقبال کے لئے کم از کم سَو کتب شائع کرنے کا منصوبہ بنایا جس میں ہمیں قدم قدم غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ کسی بڑی تعداد میں کتابیں چھاپ لینا قابلِ ذکر واقعہ نہیں۔ مگر وقت کے خلفائے کرام کی توجہ، شفقت، رہنمائی اور دعائیں حاصل کرنا بہت بڑا واقعہ ہے۔ اس تحریر کا مقصد بھی یہ ہے کہ آئندہ نسلیں یہ عنایات دیکھ کر سبق حاصل کریں کہ خلیفۂ وقت کی چھاؤں میں ہی راحت و آرام اور عزت و وقار ہے۔ اس غیر معمولی افضال و برکات کی بارش میں لجنہ کراچی کی شعبہ اشاعت سے منسلک خدمت گزار خواتین حمد و شکر اور مسرت و انبساط کی جس فضا میں سانس لے رہی ہیں۔ محسوسات و جذبات کے معاملات ہیں جن کا مکمل اظہار دنیا کی کسی زبان میں ممکن نہیں۔ آستانۂ الوہیت پر جھکے جھکے پگھلے ہوئے دل کے ساتھ شعبۂ تصنیف و اشاعت کی کچھ روداد قلم بند کر رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ موضوع سے انصاف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتب کی اشاعت کا منصوبہ

لجنہ کراچی خدا تعالیٰ کے فضل سے بیدار اور مستعد لجنات میں شمار ہوتی رہی ہے۔ کارکردگی کے لحاظ سے پوزیشنوں میں اوّلیت کا ریکارڈ بہت اچھا ہے۔ اشاعت کی طرف

توجہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے سچے احمدی کی ماں ۔ زندہ باد کے نعرہ سے ہوئی جس نے یہ پُر جوش ولولہ پیدا کیا کہ احمدی خواتین کی تربیت خاص انداز سے ہونی چاہیے۔ جس کے لئے علمِ دین بڑھانا بہت ضروری ہے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی فروری 1982ء ، اگست 1983ء اور فروری 1984ء میں کراچی تشریف آوری اور گیسٹ ہاؤس کے حسین سبزہ زار پر احمدی و غیر احمدی خواتین سے طویل مجالسِ عرفان نے علم و آگہی کی نئی روح پھونک کر خدمتِ دین کا جذبہ بیدار کیا۔ محترمہ حور جہاں بشریٰ داؤد صاحبہ (غفرلھا) نے جامعہ احمدیہ کی طرز پر خواتین کے لئے داعیان الی اللہ کلاسز شروع کیں جس کا افتتاح یکم مارچ 1984ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا مگر یہ کلاسز زیادہ عرصہ نہ چل سکیں۔ اپریل میں حالات نے ایسا دردناک پلٹا کھایا کہ سجی سجائی بساط اُلٹ گئی۔ ایسی پابندیاں لگ گئیں کہ کام جاری رکھنا مشکل ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہجرت کرنی پڑی۔ حالات بہت کٹھن تھے مگر زندہ جماعت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھی۔ طبع پر بند باندھے گئے تو اور رواں ہو گئی۔ بشریٰ داؤد نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی طرز پر کورسز تیار کرنے کا منصوبہ بنالیا تا کہ اگر حالات خدانخواستہ اس حد تک نامساعد ہو جائیں کہ مساجد اور نماز سینٹرز تک پہنچنا مشکل ہو جائے تو احمدی خواتین اور بچوں کی تربیت کے لئے بذریعہ ڈاک اُنہیں کورسز گھروں میں پہنچائے جائیں۔ بشریٰ نے اس مقصد کے لئے مجاہد ماؤں، مجاہد عورتوں اور مجاہد بچوں کے لئے کورسز ترتیب دیئے۔ حضرت صاحب نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا تھا:

''ہم حالتِ جنگ میں ہیں۔۔''

بشریٰ اور خاکسار یہ جملہ کئی دفعہ دہراتے ۔ یہ ہمارے لئے مہمیز بن گیا۔ وہ نصاب کی

تیاری میں مصروف رہی اور خاکسار مختلف موضوعات پر مضامین لکھ کر مربی صاحب کو دیتی رہی کہ وہ جس طرح، جہاں اور جس نام سے چاہیں انہیں چھپوا دیں۔ چند عنوانات درج ذیل ہیں:

❁ مساجد کا احترام۔
❁ دشمنانِ اسلام سے جنگ کا قرآنی طریق۔
❁ قادیانیوں کا تعاقب کس طرح کیا جائے۔
❁ یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے۔

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارا تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اِجارہ تو نہیں

مجاہد کورسز تیار کرنے میں مجھے کیسے حصہ ملا؟ یہ بشریٰ کا احسان تھا۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں مگر اُس کی ہر بات مجھے اس طرح یاد ہے جیسے کل کی بات ہو۔ ایک دن گہری شام کے وقت وہ ہمارے گھر آئی۔ چہرے پر عزم کی سرخی، تیز گامی سے بے ترتیب سانس، روشن آنکھوں میں بڑے بڑے آنسو.. آتے ہی بغیر کسی تمہید کے بھاری پلندہ میرے آگے ڈال دیا اور جرنیلوں کے سے گھن گرج سے بولی:

''قوموں کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے اگر آج ہم نے احمدی خواتین کی تربیت میں غفلت کی تو یہ وقت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ میرے منصوبے پر اُس تیزی سے عمل نہیں ہو رہا جیسے میں چاہتی ہوں۔ مجھے اس منصوبے میں آپ کی ضرورت ہے۔''

میں اس وقت جنرل سیکرٹری قیادت نمبر ایک کا کام کر رہی تھی جو بہت وقت طلب کام تھا مگر اُس کے خلوص سے متاثر ہو کر میں نے بغیر کسی تردّد کے ساتھ دینے کی حامی بھر لی۔ تعلیمی منصوبے پر سیر حاصل گفتگو ہوئی، ہر پہلو کا جائزہ لیا۔ ہم دونوں کا ہر بات میں اتفاق رائے بڑا بابرکت ثابت ہوا۔ دو دیوانے مل بیٹھے اور خوب گزری۔ اسی نشست میں بچوں کے لئے ان کی عمر کے حساب سے پانچ مراحل میں نصاب تیار کرنے کا منصوبہ بنا۔ ہم نے ابواب کے عنوانات تجویز کر کے کام بانٹ لیا۔ بشریٰ کو ان سلسلہ وار کتابوں کے لئے میرے تجویز کردہ نام:۔کونپل۔غنچہ۔گل۔گلدستہ اور گلشنِ احمد پسند آئے اور ہم کام میں جُت گئے۔

ہماری حقیر کوششیں نتیجہ خیز ثابت ہونے لگیں۔ ہماری صدر صاحبہ آپا سلیمہ میر نے حوصلہ افزائی کی، ہر قسم کی مدد دینے کا وعدہ کیا اور دعاؤں سے تقویت دی۔ آپ بہت شفیق اور معاملہ فہم خاتون ہیں۔ اگرچہ اپنے صدارتی فرائض کے تحت کبھی نامہربانوں کی طرح مہربانی کرتیں۔ دراصل وہ ہماری دیوانگی اور تیز رفتاری سے خائف ہو کر ہمیں حدود میں رکھنے کی کوشش کرتیں۔

ہم ہر کام کے لئے حضور انورؒ کو دعا کے لئے لکھتے۔ آپ نے کراچی کے دوروں کے دوران لجنہ کی کارکنات کی باہمی یک جہتی اور ٹیم ورک دیکھا تھا۔ آپ خطوط میں بہت حوصلہ افزائی فرماتے۔ آپ نے ایک خط میں کارکنات کو 'شہد کی مکھیوں' کا خطاب عطا فرمایا۔ مکتوب ملاحظہ ہو:

مکتوب مبارک

حضرت اقدس مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

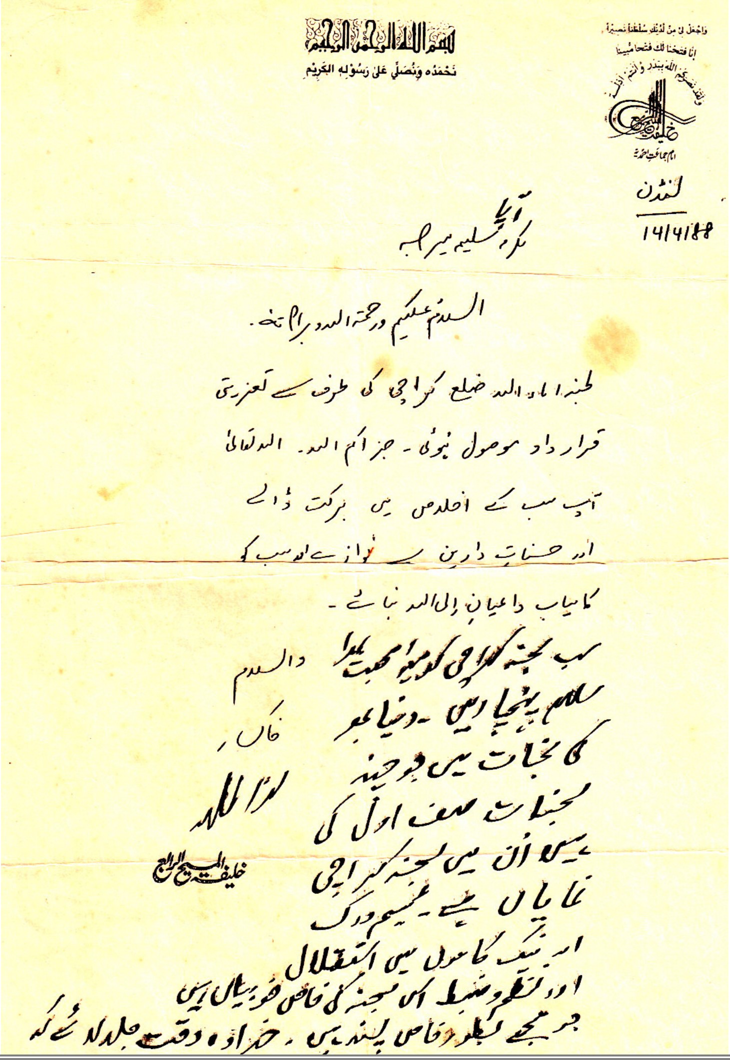

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیرا
انا فتحنا لک فتحاً مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیہ

لندن
14/4/88

مکرمہ آپا جی تسلیم میر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی طرف سے تعزیتی
قرارداد موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ
آپ سب کے اخلاص میں برکت ڈالے
اور حسنات دارین سے نوازے اور سب کو
کامیاب داعیان الی اللہ بنائے۔
سب لجنہ کراچی کو میرا محبت بھرا
سلام پہنچا دیں۔ دنیا بھر
کی لجنات میں ہر چند
لجنات صف اول کی
ہیں ان میں لجنہ کراچی
نمایاں ہے۔ تنظیم ورک
اور نیک کاموں میں استقلال
اور نظم و ضبط اس لجنہ کی خاص خوبیاں ہیں
جو مجھے بطور خاص پسند ہیں۔ خدا وہ وقت جلد لائے کہ

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

حسب سابق میں آپ کے مشوروں اور مجالس سوال و جواب
میں شریک ہوں۔ جماعت کراچی میں جو چند دن
گذارنے کا موقع ملتا تھا شدید مصروفیت کے باوجود
بڑے ہی طمانیت بخش دن ہوتے تھے۔ اب
جب مصروفیات چند لمحوں کے لئے یادوں کی
محفل جمانے کی فرصت دیتی ہیں تو بالخصوص
ربوہ۔ لاہور۔ اسلام آباد/پنڈی اور کراچی
کی جماعتوں کی یاد مجھے جذباتی کر دیتی ہے۔
پھر آپ سب کے لئے میری دعاؤں میں کچھ ایسا ہی
رنگ آ جاتا ہے جیسے بچوں کے لئے ماؤں کی دعائیں
ہوں۔ پھر بعض اوقات جذبات الفاظ میں
ڈھلنے کی مقدرت بھی نہیں رکھتے اور جذبات خود
دعا بن جاتے ہیں
اللہ مجھے ہمیشہ آپ سب کی طرف سے خوشیاں
دکھائے۔ اللہ کی قدرت کے سائے ہمیشہ لمبے ہوں اور
پروان چڑھیں۔ حاسد کے شر سے محفوظ
رہیں جب وہ حسد کریں۔ اللہ دین و دنیا
کی حسنات کی بارشیں آپ پر برساتا رہے
آپ کی اچھی اچھی خبریں مجھے ملتی رہیں۔ میری آنکھیں ٹھنڈی
ہوں میرا دل بڑھے میرا سارا وجود شکر میں ڈھل جائے۔
خدا حافظ

سلیمہ میر
صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

”سب لجنہ کراچی کو میرا محبت بھرا سلام پہنچا دیں۔دنیا بھر کی لجنات میں جو چند لجنات صفِ اوّل کی ہیں اُن میں لجنہ کراچی نمایاں ہے۔ٹیم ورک اور نیک کاموں میں استقلال اور نظم و ضبط اس لجنہ کی خاص خوبیاں ہیں جو مجھے بطور خاص پسند ہیں۔خدا وہ وقت جلد لائے کہ حسبِ سابق میں آپ کے مشوروں اور مجالسِ سوال جواب میں شریک ہوں۔جماعت کراچی میں چند دن گزارنے کا موقع ملتا تھا۔شدید مصروفیت کے باوجود بڑے ہی طمانیت بخش دن ہوتے تھے۔اب جب مصروفیت چند لمحوں کے لئے یادوں کی محفل جمانے کی فرصت دیتی ہے تو بالخصوص ربوہ، اسلام آباد/ پنڈی اور کراچی کی جماعتوں کی یاد مجھے جذباتی کر دیتی ہے۔پھر آپ سب کے لئے میری دعاؤں میں کچھ ایسا ہی رنگ آ جاتا ہے جیسے بچوں کے لئے ماؤں کی دعائیں ہوں۔پھر بعض اوقات جذبات الفاظ میں ڈھلنے کی مقدرت بھی نہیں رکھتے اور بذاتِ خود دعا بن جاتے ہیں۔

اللہ مجھے ہمیشہ آپ کی طرف سے خوشیاں دکھائے۔اللہ کی نظر کے سامنے پھولیں پھلیں اور پروان چڑھیں۔ حاسد کے حسد سے محفوظ رہیں جب وہ حسد کریں۔اللہ دین و دنیا کی حسنات کی بارشیں آپ پر برساتا رہے۔آپ کی اچھی اچھی خبریں مجھے ملتی رہیں۔میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔میرا دل بڑھے۔میرا سارا وجود شکر میں ڈھل جائے۔خدا حافظ۔“ (مکتوب 14-04-88)

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ،خلیفۂ وقت کی دعائیں ، پُر حکمت صدارت ، پُر ولولہ مخلص ساتھی یہ اصل زرتھا جس سے کام کا آغاز ہوا۔ ورنہ ہم تو لاشئ محض ہیں۔ علم و تجربے کے لحاظ سے بالکل صفر۔ تصنیف واشاعت کا کام جس علم، محنت اور سرمائے کا متقاضی ہے اُس سے بھی ناواقف۔ دراصل ہم خود بھی نہیں جانتے تھے کہ ہم کتنے مشکل کام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ سب کچھ مولا کریم کروارہا تھا۔ ہمیں تو کچھ پتہ نہیں تھا کہ کام کیا رُخ اختیار کرے گا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں دعا کرتے:

ترجمہ: ''اور سوائے اللہ کے فضل کے مجھے کوئی توفیق نہیں۔ اے
ہمارے رب ہمیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما اور اپنے حضور
سے ہمیں راستے کا فہم عطا فرما اور اپنے پاس سے ہمیں خاص علم سمجھا۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 7)

1988ء میں ربوہ میں سالانہ اجتماع کے موقع پر جشنِ صد سالہ تشکر شایانِ شان طریق سے منانے کے لئے لجنات سے تجاویز اور منصوبے مانگے گئے تو کراچی کی بلند ہمت ، بلند نظر بشریٰ داؤد (سیکرٹری اصلاح وارشاد) نے کم ازکم سَو کتب شائع کرنے کا منصوبہ پیش کر دیا جو منظور کر لیا گیا۔ اس طرح ہم کتب کی اشاعت کے جس کام کا ضلع کی سطح پر آغاز کر چکے تھے باقاعدہ صد سالہ جشن تشکر کے تحت ہو گیا۔

حصہ اوّل ۔ خلافتِ رابعہ میں اشاعتی خدمات

۱۹۸۸ء میں کام کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء کے خطبہ جمعہ کی اشاعت سے ہوا۔ پھر مکرمہ بشریٰ داؤد صاحبہ کی سیرت نبویؐ کے سلسلے کی پہلی کتاب ’مقدس ورثہ‘ شائع ہوئی۔ پہلی دفعہ ٹائٹل پر ایک پٹی لگی:

”یکے از مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر“

تیسرے نمبر پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ’سبز اشتہار‘۔ ’لیکچر سیالکوٹ‘ بطرز سوال جواب پیش کی گئیں۔ چوتھی کتاب بچوں کے لئے نصاب کے سلسلے کی پہلی کتاب ’کونپل‘ تھی جو بہت مقبول ہوئی۔ بعد میں اس کے بارہ تیرہ ایڈیشن آئے اور تراجم بھی ہوئے۔ کئی ملکوں میں شائع ہو رہی ہے۔ اس کے بعد بشریٰ داؤد کی سیرت نبویؐ کے سلسلے کی دوسری کتاب ’چشمۂ زم زم‘ شائع ہوئی اس کے بھی کئی ایڈیشن آئے اور تراجم ہوئے جو مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ بچوں کے نصاب کی دوسری کتاب ’غنچہ‘ میں وضو اور نماز کا طریق خاکوں کی صورت میں سمجھایا گیا تھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس کتاب کی بھی بہت پذیرائی ہوئی۔ کراچی سے اس کے سات ایڈیشن اور دوسرے ملکوں میں تراجم شائع ہوئے۔ دل چاہتا ہے اس وقت ابتدائی حالت کی ایک جھلک دکھادوں پھر قارئین سمجھ سکیں گے کہ ہم چھوٹی چھوٹی کامیابیوں پر اس قدر خوش کیوں ہوتے تھے۔

اس وقت شعبہ اشاعت کے لئے کوئی فنڈ مخصوص نہ تھا۔ کتابیں لکھ کر جب کتابت کا مرحلہ آیا تو علم ہوا کہ کاتب صاحب تو ایک صفحہ لکھنے کے بہت پیسے لیتے ہیں جو ہماری

استطاعت سے باہر تھا۔سوچا کسی اچھی لکھائی والی خاتون سے لکھا لیتے ہیں۔محترمہ طلعت منصور صاحبہ کی لکھائی سب کو پسند آئی ہماری درخواست پر طلعت نے کونپل اور غنچہ ہمیں ہاتھ سے بڑی صفائی سے لکھ دی اس کی فوٹوسٹیٹ کاپیاں کروائیں تاکہ سب کو تقسیم کر سکیں۔اب یہ مسئلہ آیا کہ ہمارے پاس کاغذوں کو Staple کرنے کے لئے Stapler نہیں تھا۔گیسٹ ہاؤس میں Stapler تھا مگر اُسے گھر لانے کی اجازت نہ تھی۔کاغذات لے کر گیسٹ ہاؤس جاتے اور کتابوں کی صورت میں Staple کر کے لے آتے (بعد میں امیر صاحب نے Stapler گھر لانے کی اجازت دے دی تو ہم بہت خوش ہوئے)

بشریٰ کی 'مقدس ورثہ' کے لئے ہمیں دو ہزار روپے ملے تھے۔جہاں تک مجھے یاد ہے یہی وہ سرمایہ تھا جو اس شعبہ کو لجنہ کراچی سے ملا اس کے بعد کتب کی فروخت سے اگلی کتب کا خرچ مل جاتا اور عطیات بھی ملتے رہے۔

کتب کی تیاری تک بشریٰ اور خاکسار ساتھ ساتھ کام کرتے مگر طباعت کے مرحلے میں بشریٰ اور داؤد صاحب دونوں میاں بیوی دن رات کام کرتے۔دونوں نے Book Marks ڈیزائن کر کے چھپوائے صد سالہ جشنِ تشکر کے لئے Greeting Cards وقت پر چھپوا کر تقسیم کروائے۔بشریٰ کا گھر کسی چھاپے خانے کا منظر پیش کرتا۔کوشش ہوتی کہ کم سے کم خرچ میں کام ہو اس کے لئے محنت زیادہ کرنی پڑتی تھی۔

ہماری کتب کا لجنہ کی گیلری میں ایک میز پر سٹال لگتا۔اس سٹال کے ذکر سے مکرمہ عقیلہ صادق صاحبہ اور مکرمہ مسز انور شریف وڑائچ صاحبہ یاد آتی ہیں۔مسجد میں بک سٹور کے ناظم مکرم شاد صاحب ڈیڑھ اینٹ کے تھڑے پر کتابیں سجاتے تو ہم اوپر سے دیکھ کر خوش ہوتے۔آہستہ آہستہ ننھی ننھی کتابیں مقبول ہونے لگیں۔مسز برکت ناصر صاحبہ اجتماعات پر

ربوہ لے جاتیں اور بیچ کر خوش خوش آتیں۔

ہم نے جب یہ کتابیں پیارے حضورؒ کی خدمت میں ارسال کیں تو ہمیں بہت پیارا جواب موصول ہوا:

''بچوں کے لئے کتب کا پروگرام بہت اچھا ہے۔ بڑا پسند آیا ہے۔ اور دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مساعی کا اجر دے اور مثبت نتائج برآمد ہوں سب لکھنے اور کام کرنے والیوں کو خاص طور پر میری طرف سے محبت بھرا سلام دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔''

اس وقت ہمیں اس خط سے بہت حوصلہ ملا۔ کام تیز تر ہو گیا۔ بچہ پاؤں پاؤں چلنے لگا۔

ساتویں نمبر پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب 'ضرورت الامام' اور 'لیکچر لدھیانہ' بطرز سوال جواب پیش کی گئیں۔ آٹھویں نمبر پر مکرمہ محمودہ امۃ السمیع صاحبہ کی دنیا پور ضلع ملتان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی اردو میں مجلسِ عرفان کا انگلش میں ترجمہ "The Nazarene Kashmiri Christ" شائع ہوئی۔ یہ بڑی بابرکت ثابت ہوئی جب مکرمہ محمودہ امۃ السمیع صاحبہ نے حضور انورؒ سے ترجمے کی اجازت مانگی تو آپ کا دستِ مبارک سے تحریر کردہ طویل مکتوب موصول ہوا جو ترجمہ کرنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ افادۂ عام کے لئے پیش کیا جاتا ہے:

''آپ کا وہ خط خاص طور پر میرے پیش نظر تھا جس میں آپ نے یہ ذکر کیا تھا کہ آپ سوال جواب کی کیسٹس کا ترجمہ کرانے کا ارادہ رکھتی ہیں اور ایسا کرنے کی اجازت چاہی تھی۔ یہ تو نیکی اور پوچھ پوچھ والی

بات ہو گئی۔ یہ تو بہت مبارک خیال ہے۔ بلکہ ایسا خیال ہے جو خود میرے ہی دل کی آواز ہے۔شوق سے ایسا کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی اور نصرت فرمائے۔اور کام کی ہمت بھی بخشے اور اس نیکی کی بہترین جزا بھی عطا فرمائے۔

میں نے جب یہ پڑھا تو بے اختیار میرے دل سے یہ مناجات اُٹھی کہ اے اللہ تو کتنا پیارا اور کتنا محسن ہے کہ میرے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے اور تو اُسے دوسرے دل میں ارادے بنا کر اُتار دیتا ہے۔خدمتِ دین کے لئے خود ہی مجھے مددگار مہیا فرماتا ہے۔اور پھر خود ہی خدمت کی توفیق بخشتا ہے اور سارے کام خود ہی بناتا چلا جاتا ہے۔

پس آپ ضرور ایسا کریں۔اللہ کی نصرت آپ کے ساتھ ہو اور بہترین خدمت کی توفیق نصیب ہو۔ یہ امر ضرور پیشِ نظر رہے کہ یہ کام بہت لمبا، محنت طلب اور صبر آزما ہے۔اور اس میں مندرجہ ذیل مراحل کو پیش نظر رکھنا ہوگا:

1۔مختلف کیسٹوں میں بیان کردہ مضامین کو مضمون وار الگ کر کے یکجا کرنا۔اس بارہ میں مرکز میں پہلے ہی کام ہو رہا ہے اور بعید نہیں کہ آپ کے پاس جو کیسٹیں ہوں وہ پہلے ہی مضمون وار مرتب کی جا چکی ہوں۔

2۔ایک غیر جانبدار سامع کے طور پر ان کیسٹس کو بار بار اطمینان

سے سننا اور اپنی یادداشت میں یہ امر محفوظ کرنا کہ ٹیپس (Tapes) کے کون کون سے حصے گہرا اثر رکھنے والے ہیں اور کون کون سے غیر مؤثر یا غیر واضح ہیں جنہیں نکال دیا جائے تو نقصان کی بجائے فائدہ ہوگا۔اور کیسٹ پہلے کی نسبت زیادہ دلچسپ ہو جائے گی۔

3۔یہ معلوم کرنا کہ کون سی بات بے وجہ دہرائی گئی ہے اور لاحاصل تکرار ہے جسے نکال دینا بہتر ہے۔لیکن خیال رہے کہ سمجھانے کی غرض سے جو زاویے بدل بدل کر بات کی جاتی ہے اُسے تکرار نہیں کہتے۔تکرار اس بات کو کہتے ہیں جو مضمون واضح ہو جانے کے باوجود بے وجہ دہرائی جارہی ہو اور طبیعت پر بوجھ ڈالے۔

4۔یہ فیصلہ کرنے کے بعد مضمون کے کون سے حصے اخذ کرنے ہیں اور ذہنی طور پر انہیں ترتیب دینے کے بعد سوال جواب کی صورت میں ان کا ترجمہ کرلیا جائے اور وہاب صاحب یا کسی اور اچھے انگریزی دان کو دکھا کر مضمون کو مزید صیقل کرلیا جائے اور زوردار بنا دیا جائے۔زبان بہت سجی ہوئی اور گلکاریوں والی نہ ہو لیکن ہو نہایت فصیح و بلیغ اور موقع محل کے مطابق قوت اور شوکت والی زبان جو خواہ مخواہ دل میں اُتر جائے۔

5۔یہ سوال جواب تیار کر کے ایک مجلس منعقد کریں جس میں اپنی طرح کی اور اچھے تلفظ والی خواتین کے ذمہ کچھ سوال کر دیں اور آپ جواب دینے لگیں۔فضا ایسی ہو جیسے مجلس سوال و جواب اردو میں ہوتی ہے۔لیکن شروع میں تمہید میں یہ بات کھول دیں کہ اصل مجالسِ سوال

جواب اردو میں تھیں آپ کی طرف سے انہیں انگریزی میں ڈھال کر اس کوشش کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے کہ اصل مجالس کی فضا اور روح قائم رہے۔

6۔ٹیپ کے شروع میں پانچ منٹ چھوڑ دئے جائیں تاکہ اچھی آواز میں مضمون کی مناسبت کے لحاظ سے تلاوت ریکارڈ کی جا سکے۔

7۔آخر پر بھی چند منٹ چھوڑ دئے جائیں تاکہ اس میں قرآن و حدیث یا دیگر کتب کا جہاں جہاں ذکر ہو اس کے حوالہ جات ٹیپ کے آخر پر ریکارڈ کر دیے جائیں۔

امید ہے اس سے انشاءاللہ انگریزی دان طبقے کو بہت فائدہ پہنچے گا اور تمام دنیا میں ان کو پھیلا کر ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا جا سکے گا۔

میرا خیال ہے آپ کو دو تین مہینے تو ضرور اس کام میں لگ جائیں گے۔کیا ہمت ہے؟

والسلام خاکسار

دستخط مرزا طاہر احمد

حضور انور کی دعاؤں سے ہمت ہوئی اور مکرمہ محمودہ امۃ السمیع صاحبہ نے بڑی تندہی سے کام مکمل کر کے حضور کو بھجوایا اور دعائیں لوٹیں۔

”جو ترجمہ آپ نے پیش کیا ہے اور اس سے پہلے نہایت موزوں الفاظ میں تعارف کروایا ہے۔بہت عمدہ اور قابلِ قبول ہے۔آپ نے بہت نیکی کا کام کیا کہ ہر شخص جس نے اس میں آپ کا ہاتھ بٹایا اس کا نام

لکھ دیا بلکہ تفصیل سے اس کے کام کی نوعیت پر روشنی ڈالی۔‘‘

نویں نمبر پر بھی انہی کی مرتب کردہ کتاب ’قوار یر۔قوامون‘ تھی۔ موصوفہ شعبہ اصلاحِ معاشرہ کی سیکرٹری تھیں بڑی محنت سے میاں بیوی کے حقوق و فرائض کے بارے میں قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ سے مواد جمع کیا۔ بے حد مفید یہ کتاب 1989ء میں منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کے ذکر سے پروف ریڈنگ کی کانٹوں بھری راہیں ذہن میں آ گئیں۔ کتاب کا نام ’قوار یر۔قوّامون‘ رکھا تھا اور بہت خوش تھی کہ اللہ پاک نے کیا پیارا نام سجھایا ہے۔ کتاب کی پروف ریڈنگ احتیاط سے کی تھی، ٹائٹل بھی چیک کیا تھا مگر چھپ کر آئی تو قواریر کی واؤ پر شد اور زبر لگی ہوئی تھی۔ میں سر پیٹ کر رہ گئی۔ لگتا ہے آخری وقت میں کسی کو خیال آیا ہوگا کہ شاید قوّامون پر شد لکھنا مجھے یاد رہا اور قواریر پر بھول گئی۔ یہ کمی ازراہِ شفقت پوری کر دی گئی۔ میں نے ایک ہزار کتابوں پر سے شد اور زبر مٹوائی۔ اسی طرح انگریزی کی ایک کتاب میں Ismail Son of Ibrahim میں ابراہیم کے سپیلنگ غلط تھے۔ کاٹ کر لکھ دیا sp... عام سی بات ہے کہ سپیلنگ ٹھیک کر دیجئے۔ ٹھیک ہو کر آیا Ismail Son of SP۔

اس طرح کی بے شمار غلطیاں کبھی رلاتیں کبھی ہنساتیں۔ پہلے دوسری کتابوں میں پروف ریڈنگ کی غلطیاں دیکھ کر انہیں پروف پڑھنے والوں کی کوتاہی سمجھتی تھی لیکن جب خود اس سے گزری تو اندازہ ہوا کہ چوک ہو جاتی ہے۔ کتنی بھی محنت کر لیں کہیں نہ کہیں نظر بچا کے غلطی رہ جاتی ہے۔

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل مضمون تو حضورؒ کی شفقتوں کے گرد گھومتا ہے۔ حضور انورؒ نے یہ ابتدائی چھوٹی چھوٹی کتب ملاحظہ فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی:

’’جن مشکلات میں اور جس تھوڑے عرصے میں آپ نے بڑا دفتر

لٹریچر کا تیار کیا ہے حیرت انگیز ہے۔ خدا تعالیٰ نے خاص توفیق بخشی ہے یہاں مرکزی طور پر تیاری لٹریچر میں اس کو زیرِ نظر رکھتے ہیں اور استفادہ کرتے ہیں اپنی تمام ساتھیوں کو بھی میری طرف سے شکریہ ادا کریں اور میری نیک تمنائیں پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو احسن رنگ میں کام کرنے کی توفیق بخشے۔''

(28-12-1989)

بچوں کے نصاب کی تیسری کتاب 'گل' 1990ء میں طبع ہوئی۔ رنگین سرورق کے ساتھ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ اسی سال خاکسار کی 'ایک بابرکت انسان کی سرگزشت' شائع ہوئی جس میں اختلافی مسائل کو چھیڑے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہانی پیش کی۔ بارھویں کتاب مکرمہ امۃ الشکور امجد صاحبہ کی 'افاضات ملفوظات' ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملفوظات کی جلدوں سے خواتین کے روزمرہ مسائل کا حل حضرت اقدسؑ کے بابرکت الفاظ میں جمع کیا۔ یہ گویا دریا کو کوزے میں بند کیا گیا ہے۔ بہت مفید معلومات ایک کتاب میں یکجا دستیاب تھیں۔ اس کے بعد بشریٰ داؤد کی سیرت نبویؐ کے سلسلے کی 'اصحاب فیل' بہت آسان الفاظ میں دلچسپ کتاب ہے۔ مکرمہ نزہت آراء حفیظ صاحبہ کی مرتبہ 'بیت بازی' حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا خطبہ 'پانچ بنیادی اخلاق' اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب 'تذکرۃ الشہادتین' اور 'پیغامِ صلح' بطرز سوال جواب طبع ہوئیں۔

'حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بچے' ہماری سترھویں نمبر کی کتاب مکرمہ امۃ الہادی رشید الدین صاحبہ نے وسیع مطالعہ کے بعد بڑی محبت سے لکھی۔ اس کے عنوانات سے اس کی افادیت کا اندازہ ہوگا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دو جہانوں کے لئے رحمت و شفقت۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے کے مسلمان بچوں کے سنہری کارنامے۔حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بچیوں پر خصوصی شفقت۔والدین کی تربیت واصلاح اور بچے کی پیدائش اور ابتدائی تربیت پر زریں نصائح۔والدین پر بچوں کے حقوق اور بچوں پر والدین کے حقوق۔نوزائیدہ کے کان میں اذان واقامت کہنے کی فلاسفی۔اس کتاب کے کئی ایڈیشن آچکے ہیں۔

حسبِ دستور پیارے آقا کی خدمت میں نئی کتب بھجوائیں۔پیارے آقا کا مکتوب بہت بڑی خوشی لے کر آتا۔صرف شعبہ اشاعت والے ہی نہیں لجنہ کے دفتر میں سب مل کر خوش ہوتے۔آپؒ نے فرمایا:

> ''لجنہ کراچی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتب 'اصحاب فیل' اور 'بیت بازی' موصول ہوئیں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔بیت بازی والا آئیڈیا تو بہت اچھا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کتب کی اشاعت کو احمدی بچوں کی تربیت اوران میں اعلیٰ اخلاق کی ترویج کے لئے بہت ہی مفید بنائے اورآپ کی مساعی ہرلحاظ سے بابرکت نتائج کی حامل ثابت ہوں۔ان کتب کی تیاری میں شریک ہونے والی بہنوں کومیری طرف سے محبت بھرا سلام اور دعائیہ پیغام پہنچا دیں۔اللہ ان سب سے ہمیشہ راضی رہے۔اللہ آپ کے ساتھ ہو۔''

یہ احساس کہ رؤوف ورحیم خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہمیں پیار سے دیکھ رہا ہے ہمارا کام اُن کی نظروں میں ہے، بڑی تقویت دیتا تھا۔اسی طرح کسی بزرگ سے داداور دعا ملتی تو دل حمد وشکر سے بھر جاتے۔لاہور کی معروف صاحبِ قلم خاتون مکرمہ سیدہ نسیم سعید صاحبہ کا مکتوب ملا:

''میرے سامنے اس وقت لجنہ کراچی کی کتب کا سیٹ رکھا ہے جن کو پڑھ کر دل آپ کے لئے دعا سے بھر گیا۔خوب صورت انداز،آسان الفاظ اور ننھے قارئین کے قلب وذہن میں اترنے والے سادہ سے دلائل سے مشکل باتیں حل کر ڈالیں اور ماؤں کے لئے آسانیاں کر دیں۔ ہرعمر کے بچے کی ضرورت کے مطابق دینی اوراخلاقی معلومات مہیا کیں۔یہی باتیں ہم اپنے بچپن سے بزرگوں سے سنتے رہے۔''

صدسالہ تاریخِ احمدیت بطرزسوال جواب

اس کے بعد'صدسالہ تاریخِ احمدیت بطرزسوال جواب' شائع ہوئی۔اس کی تیاری کے لئے سب قیادتوں میں سَوسال کی تاریخ کا دس دس سال کا عرصہ سوال جواب بنانے کے لئے بانٹ دیا گیا۔مکرمہ امۃ الرفیق پاشا صاحبہ۔مکرمہ امۃ الشکور امجد صاحبہ۔مکرمہ شاہانہ وقار صاحبہ۔مکرمہ فرحت سمیع صاحبہ۔مکرمہ ناصرہ ہارون صاحبہ۔مکرمہ طاہرہ جبیں صاحبہ۔مکرمہ بیگم مقبول سلیم صاحبہ۔مکرمہ انیسہ محمود صاحبہ۔مکرمہ نزہت آرا حفیظ صاحبہ۔مکرمہ فوزیہ منان صاحبہ۔مکرمہ امینہ علوی صاحبہ۔مکرمہ سلیم مبارک بٹ صاحبہ۔مکرمہ بشریٰ حمید صاحبہ۔مکرمہ مبارکہ حمید صاحبہ اور خاکسار نے سوال جواب مرتب کئے۔ جب سب سوال بن گئے تو مکرمہ امۃ الشکور امجد صاحبہ اور خاکسار نے ضروری سوالات کے انتخاب، انداز میں یک رنگی اور حوالوں کی صحت وغیرہ کا جائزہ لے کر آخری شکل دی اور مکرمہ ڈاکٹر ناہید منصور صاحبہ نے مسودہ خوش خط لکھا اور کتابت کے بعد پروف ریڈنگ میں مدد کی۔ پروف ریڈنگ میں مکرم قریشی محمد احمد صاحب اور طباعت میں قریشی داؤد احمد صاحب کا تعاون حاصل رہا۔فجز اھم

اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

مکرم دوست محمد شاہد صاحب مورخ احمدیت نے ایک ایک باب پڑھ کر لفظ لفظ چیک کیا۔آپ نے تحریر کیا:

''مسودہ تاریخ کی ترتیب و تدوین میں ممبرات لجنہ کراچی نے جو غیر معمولی عرق ریزی اور کاوش کی ہے اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔نظارتِ اشاعت نے بھی اسے مفید اور قابلِ اشاعت قرار دے کر اس کی افادیت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔میرے نزدیک اس کی ایک بھاری خصوصیت یہ ہے کہ اس سے حضرت مصلح موعودؓ کے ایک نہایت اہم ارشادِ مبارک کی تعمیل ہوئی ہے حضور انورؓ نے جلسہ سالانہ 1937ء کے موقع پر فرمایا:

''ہر علم کے متعلق کتابیں لکھی جائیں تا لوگ ان سے فائدہ اُٹھا سکیں بلکہ بعض کتابیں سوال جواب کے رنگ میں لکھی جائیں تا جماعت کا ہر شخص ان کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اس کے بعد جماعت کا فرض ہے کہ وہ ان باتوں پر عمل کرے۔'' (انقلابِ حقیقی صفحہ ۱۱۶)

خاکسار کی یہ خواہش رہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خواتین ہمارے ساتھ لکھنے پڑھنے کے کام میں شریک ہوں۔اس کتاب میں بہنوں نے خوب شوق سے حصہ لیا جس سے بہت خوشی ہوئی۔صرف یہی نہیں خاکسار اس بات کے لئے بھی تہہِ دل سے شکر گزار ہے کہ جب بھی جس سے بھی اشاعت کے کسی کام میں تعاون مانگا،کبھی انکار نہیں سننا پڑا۔کسی سے مسودہ صاف لکھنے کی،کسی سے حوالہ ڈھونڈنے کی درخواست کرتی۔کسی سے کتاب مانگتی،کسی سے پروف

ریڈنگ کروالیتی۔ سب سے بڑھ کر مسافروں سے کتب اٹھوانے کا کام ہوتا۔ مثلاً ربوہ، لاہور یا راولپنڈی جانے والی کسی خاتون کا پتہ لگتا تو ان سے کہتے کہ وہاں سے کتابوں کا آرڈر آیا ہوا ہے، ایک بنڈل لے جائیں بڑی مہربانی ہوگی۔ بالعموم یہ بات خوشی سے مان لی جاتی۔ دراصل یہ کام ہم میں سے کسی کی ذات کے لئے نہیں ہوتے بلکہ جماعت کی خدمت کا جذبہ ہے جو یہ تعاون علی البر کرواتا ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ۔

دُعاؤں کے سہارے ہماری گاڑی آگے بڑھنے لگی۔ بزرگوں کی دعائیں حوصلہ دیتیں۔ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب (مربی وانچارج احمدیہ مشن امریکہ) کا دل خوش کن مکتوب ملا:

''آپ کی طرف سے کتب کا تحفہ موصول ہوا۔ پہلی نظر میں ان کے سرورق کو دیکھتے ہی ایک خوشی کی لہر دل میں پیدا ہوئی۔ ظاہری کشش بھی ضروری ہوتی ہے اور سب سے پہلے تو ظاہری حسن و کشش ہی دلکشی کا باعث بنتی ہے۔ لیکن جب ان کا اندرونی حسن دیکھا تو ماشاء اللہ ظاہری و باطنی حسنِ دلآویز سے یہ کتب میری للچائی ہوئی نظروں کا شکار بن گئیں۔ 'مقدس ورثہ'۔ 'چشمۂ زمزم'۔ 'کونپل'۔ 'غنچہ'۔ 'گل' ایسی دیدہ زیب اور تحریر ایسی پُر اثر کہ پڑھتے پڑھتے آنسو بھی شامل ہوگئے اور دل کی گہرائیوں سے ایسی پاکیزہ اور موثر لکھنے والی بہنوں کے لئے دعائے خیر نکلی بے حد ایمان افروز اور مفید۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے۔

'صد سالہ تاریخِ احمدیت' زیادہ فکر مندی اور توجہ سے شروع سے آخر تک دو تین بیٹھکوں میں پڑھ گیا۔ لاریب اچھی کوشش ہے۔ بے شمار کتب کا پڑھنا مشکل۔ آجکل مصروف دنیا میں ضخیم کتب کا مطالعہ کوئی آسان کام

نہیں۔آپ نے سوال جواب کے انداز میں اور مختصر طور پر تاریخِ احمدیت کو اجاگر کرنے کی بابرکت سعی کی ہے۔دلی مبارک باد قبول ہو۔“

الحمدللہ ثم الحمدللہ..

مکرمہ امۃ الشافی سیال صاحبہ نے ہماری فرمائش پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی اِنذاری پیشگوئیوں پر ایک کتاب ’فتوحات‘ کے نام سے لکھی ۔اس کے بعد ’’بے پردگی کے خلاف جہاد‘‘ جلسہ سالانہ 1982ء خواتین سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا خطاب شائع ہوا۔

ہماری اکیسویں کتاب جو 1991ء میں شائع ہوئی ،مکرمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ کی ’آدابِ حیات‘ تھی جس میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں اسلامی آداب تحریر کئے گئے تھے۔مثلاً قرآنِ مجید کی تلاوت، انبیا کرام علیھم السلام، اکرام والدین، نماز جمعہ، مساجد، راستوں، گفتگو، سونے جاگنے، لباس، ملاقات، سلام، کھانے پینے، دعوتوں، عیادت کے، تعزیت اور سفر کے آداب شامل ہیں۔ پہلے ایڈیشن کے بعد حضور پرنورؒ کا ارشاد موصول ہوا کہ مفید کتاب ہے۔اس کا ترجمہ کروانا مقصود ہے۔مگر حوالے درج کرنے کے معیار کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔مکرم امیر صاحب ضلع کراچی کے توسط سے مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب کی زیرنگرانی مربیان کی ایک ٹیم نے نہایت عرق ریزی سے سارے حوالے درست کئے۔مکرمہ امۃ الشکور امجد بیگ صاحبہ نے پروف ریڈنگ میں مدد کی۔کتاب کا دوسرا ایڈیشن بہت بہتر شائع ہوا۔اس کے بعد کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔کینیڈا میں انگریزی میں ترجمہ ہوا اور لجنہ کے نصاب میں شامل ہوئی۔

مکرمہ آپا طاہرہ صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی تحریر کیا:

''شعبہ اشاعت لجنہ کراچی نے ساری ہی کتابیں بہت اچھی اور مفید شائع کی ہیں لیکن دو کتب کا بطورِ خاص دل و دماغ پر نقش رہ گیا ہے۔مکرمہ امۃ الشکور امجد بیگ کی ترتیب وتدوین 'افاضات ملفوظات' اور مکرمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ کی 'آدابِ حیات' دونوں کتب ہی بہت پیاری اور دلچسپ ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے جنہوں نے اپنے اپنے رنگ میں محنت اور کوشش کر کے ان کتب کو شائع کرنے کا اہتمام فرمایا۔'' (15-5-94)

'مجالسِ عرفان' حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کی کراچی لجنہ سے سوال جواب کو ترتیب دے کر تیار کی۔اس میں خاکسار کی مدد مکرمہ منصورہ انجم صاحبہ اور مکرمہ امۃ الشکور امجد صاحبہ نے کی۔مکرم ہادی علی چودھری صاحب نے نظر ثانی کے بعد لکھا:

''کتاب افادیت اور حیثیت کے اعتبار سے بلا شبہ بے مثال ہے کیونکہ تربیتی پہلوؤں پر بہت مدلل اور بصیرت افروز مواد اس میں موجود ہے اس لئے خصوصاً پاکستانی معاشرہ میں اس کی ازحد ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے فیض کو عام فرمائے اور بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔جہاں تک لجنہ اماء اللہ کراچی کے شعبہ اشاعت کی محنت کاوش اور اس دور میں گراں قدر دلیرانہ قلمی خدمات کا تعلق ہے قابلِ رشک اور قابلِ تقلید ہے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہترین جزا دے اور اس علمی سرمایہ سے ہر ایک کو فیضیاب ہونے کی توفیق دے یہ سارا علمی سرمایہ ہر گھر کی ضرورت ہے۔''

'واقفینِ نَو کے والدین کی رہنمائی کے لئے' محترمہ خورشید عطا صاحبہ کے ایم اے نفسیات ہونے کا ثمر ہے۔اس کتاب پر تحریک وقفِ نَو کے محرک حضور انورؒ نے اظہارِ خوشنودی کا پیغام بھجوایا۔ نیز فرمایا:

''ضلع کراچی سے اجازت لے کر اس کو سب واقفین کے لئے
چھپوایا جائے اور یورپ اور دیگر مما لک میں تقسیم کیا جائے۔''

ایسے پیغام جو زندگی بخش دیں اللہ تعالی کی خاص دین تھی۔ ہمارا مقصد تو تعلیم عام کرنا تھا ہم سے جب بھی کسی نے کسی کتاب کا ترجمہ کرنے یا شائع کرنے کی اجازت مانگی خوشی سے بلکہ شکریہ کے ساتھ دے دی۔اور سچ تو یہ ہے اسے اپنے لئے اعزاز سمجھا کہ ہم جیسے نَو آموز طالب علموں کی مساعی بھی کسی گنتی شمار میں آنے لگیں۔ ہم نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب' برکات الدعا اور مسیح ہندوستان میں' بطرز سوال جواب پیش کیں۔

ہماری پچیسویں کتاب 'بدرگاہِ ذی شان ﷺ' احمدی شعرا کی نعتوں کا مجموعہ ہے جو مکرمہ برکت ناصر ملک صاحبہ کی محنت کا ثمر ہے۔ جب خاکسار نے ان سے نعتیں جمع کرنے کی درخواست کی تو بڑی عاجزی سے کہا کہ میں تو صرف نَو (9) جماعت پاس ہوں، کتابیں بنانا میرے بس کا کام نہیں ہے۔مگر ہر کام میں سر دینے کا جذبہ کام آیا۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اس نَو جماعت پاس نے تین کتب مرتب کیں اور خوب کیں۔

المحراب ۔صد سالہ احمدیہ جشنِ تشکر نمبر 1989-1889ء

1989ء جماعت احمدیہ کی تاریخ میں صد سالہ جشن تشکر کی وجہ سے بے حد اہم تھا۔اس موقع پر ایک یادگار سوونیئر تیار کرنے کی تجویز ہوئی۔حسنِ اتفاق سے یہ سال لجنہ کراچی کی تاریخ کا پچاسواں سال بھی تھا۔اس رعایت سے اس میں لجنہ کراچی کی تاریخ بھی شامل کی گئی۔یہ پہلا موقع تھا کہ لجنہ کراچی سوونیئر تیار کر رہی تھی ۔جماعت کراچی کئی مواقع پر سوونیئر شائع کرتی رہی ہے۔

سوونیئر کی تیاری اور طباعت مشکل کام ہے، خاص طور پر ہم جیسے ناتجربہ کاروں کے لئے،اس پر کراچی کے مخصوص حالات کے تناظر میں مشکلات میں کئی گنا اضافہ کر لیجئے۔کئی دفعہ جب ہمت کمزور پڑنے لگتی۔ہم حضورؒ کو دعا کے لئے لکھتے۔دعاؤں کے ساتھ آپ نے اس مجلہ کے لئے از راہِ شفقت اپنی تصویر دستخط کے ساتھ‘ایک پیغام‘ایک قطعہ اور غیر مطبوعہ نظم بھجوا کر ہمیں مالا مال کر دیا۔تحریر فرمایا:

> ”آپ نے لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی طرف سے صد سالہ جشنِ تشکر کے آغاز پر شائع ہونے والے سوونیئر کے لئے غیر مطبوعہ نظم بھجوانے کی درخواست کی تھی۔آپ کی خواہش پر ایک نظم اور قطعہ ارسال کر رہا ہوں۔تمام بہنوں اور بچیوں کو میری طرف سے اس موقع پر مبارک باد اور محبت بھرا اسلام پہنچا دیں۔“

قطعہ

ہر طرف آپ کی یادوں پہ لگا کر پہرے
جی کڑا کر کے میں بیٹھا تھا کہ مت یاد آئے
ناگہاں اور کسی بات پہ جی ایسا دکھا
میں بہت رویا مجھے آپ بہت یاد آئے

نظم کا مطلع ہے:

تو مرے دل کی شش جہات بنے
اک نئی میری کائنات بنے

حضورانورؒ نے خاص طور پر المحراب کے لئے دستخط فرما کر اپنی تصویر بھیجی جس پر تحریر تھا:

”المحراب لجنہ اماءاللہ کراچی کے لئے۔
پرخلوص دعاؤں کے ساتھ“

والسلام

مرزا طاہر احمد

لنڈن

یکم دسمبر ۱۹۹۱ء

آپؒ کے خصوصی پیغام سے ایک اقتباس حاضر ہے:

”احمدی خواتین پر آئندہ نسلوں کی زندگی کا انحصار ہے اور خاندانوں کی تحسین کا تحفظ ہے۔ اگر یہ نہ ہوا تو بگڑتے ہوئے معاشرہ کے بہاؤ میں خدانخواستہ بعض احمدی عورتیں بھی بہہ جائیں گی اور ان کی تمام نیک صفات اس تہذیبِ نَو کے سیلاب میں غرق ہو جائیں گی۔ پس توازن قائم رکھتے ہوئے، انکسار و محبت اور دعاؤں سے نہ کہ طعن آمیزی کرتے ہوئے اس مہم کو ہمیشہ جاری رکھیں اور جب بدیوں کو واپس آتا دیکھیں تو ہرگز مایوس نہ ہوں۔ کبھی اپنے گھر میں بھی آپ نے ایسا کیا ہے کہ گند کو دوبارہ پیدا ہوتے دیکھ کر صفائی سے ہاتھ کھینچ لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ لجنہ کراچی کو دنیا و آخرت، ہر لحاظ سے سنوارے رکھے اور دونوں جہان کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین اللّٰھم آمین۔“

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ رحمہا اللہ (چھوٹی آپا) صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان نے اپنے پیغام میں تحریر فرمایا:

”لجنہ اماء اللہ کراچی صد سالہ جشنِ تشکر کے موقع پر ایک مجلہ شائع کر رہی ہے جس کا نام 'المحراب' رکھا گیا ہے۔ عربی میں محراب گھر کے بہترین حصے کو کہتے ہیں۔ محراب کے نام سے مجلہ شائع کرنے کا مطلب ہے کہ آپ بہترین دور میں داخل ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور فضل ہے کہ اس نے ہمیں یہ مبارک دن دکھایا کہ جماعت پہلی صدی ختم کر کے دوسری صدی جو انشاء اللہ غلبہ کی صدی ہوگی، میں داخل ہو چکی ہے۔“

المحراب
لجنہ اماء اللہ
کراچی
کے لئے پُرخلوص
دعاؤں کے ساتھ
والسلام
لندن
یکم دسمبر 1991

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اسی تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہوجائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھودیں۔ اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔''

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰)

وہی قوم زندہ رہتی ہے جس کی اگلی نسل پہلی نسل کے کام کے تسلسل کو جاری رکھ سکے۔ پس ہمارے قدم رکیں نہیں چلتے جائیں بڑھتے جائیں اور اپنے ساتھ اگلی نسل کو بھی لے کر چلیں ان کے دلوں میں دین کے لئے غیرت اللہ تعالیٰ سے پیار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق پیدا کریں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جذبہ پیدا کریں۔''

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہؒ نے تحریر فرمایا:

'اس مبارک صد سالہ تقریب پر آپ کو اپنا مجلہ 'المحراب' ہر جہت

سے باعثِ برکت اور حقیقی معنوں میں مثمر بثمراتِ حسنہ بنائے۔ یہ ایک ایسی روشن مشعل ہو جو گمراہوں کو صراطِ مستقیم دکھائے جو بھٹکے ہوؤں کی رہنمائی کرے جو روحانی جسمانی دکھ درد کا مداوا بن جائے۔ 'المحراب' اپنے اندر وہ روحانی طاقت رکھے کہ ان عقلمندوں کو جو خدا تعالیٰ کی ذاتِ باری پر بھی ایمان نہیں لاتے ان سے زندہ خدا اور پھر خدا تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف ببانگِ دہل کروائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کرے آپ کی یہ تخلیق سب سے بلا امتیاز اپنا لوہا منوائے اور ہماری لجنہ کی ہر ممبر اپنی پیدائش کی غرض و غایت اور اس راہ کی جدوجہد کو اپنا شعار بنائے ہوئے رات دن اپنے مقصدِ اعلیٰ کے حصول کی فکر میں کوشاں رہے۔ آمین۔''

مکرم چودھری احمد مختار صاحب، امیر جماعت احمدیہ کراچی نے پیغام دیا:

''اس زندگی میں بقائے اقدارِ انسانی کے لئے بڑی ذمہ داری مشیتِ الٰہیہ نے عورت پر ڈالی ہے جو تقویٰ کی راہوں پر چل کر اپنی اولاد کو ملائکۃ اللہ بنا دیتی ہے اور ان کے گرد و پیش ایک جنت بنا کر دکھا دیتی ہے۔ جب ہی تو محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ بہت بڑی ذمہ داری ہے اپنے ماحول کو جنت نما بنانے کی لیکن جب تک اولاد اس جنت کو دیکھ نہیں پائے گی اپنی ماں کے قدم بوس نہیں ہوگی۔

اے پیاری بہنو! آؤ ہم اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عہدِ وفا کی تجدید کریں اس عزم کے ساتھ کہ ہمیں اس ماحول میں اس

جنت کو پیدا کرنا ہے جس سے انسانیت پھر کبھی باہر نہ نکالی جائے اور اس کے قیام سے ہم نے اخروی حیات کی جنت کا انعام پانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ۔

این است کامِ دل اگر آید میسرم“

مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے دعا دی:

”کراچی لجنہ کی ممبرات نئی تاریخ لکھ رہی ہیں۔ نامساعد حالات اور محدود وسائل کے باوجود مستقل مزاجی حوصلہ اور عزم و ہمت کے ساتھ اپنے مشن کو منزلِ مقصود بناتے ہوئے جو انقلابی کام شروع کر رکھے ہیں وہ بلاشبہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ یہ مثالیں آنے والی نسلوں کو قرونِ اولیٰ کی باہمت خواتین کی یاد دلاتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو ثمر بار کرے۔ آمین یارب العالمین۔“

اس سوونیئر میں میری درخواست پر لکھوایا ہوا حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک مختصر سا انشائیہ ہے جس میں حضور کے شب و روز کا بڑا پیارا عکس محفوظ ہو گیا ہے۔ اس میں مقتدر رفقائے حضرت مسیح موعودؑ کے دستخط ہیں۔ اس مجلّے کے لئے محترمہ نگار علیم صاحبہ نے لجنہ کراچی کی تاریخ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۸۹ء تک مرتب کی اور خاکسار نے ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۶ء تک کی تاریخ 'قسمت کے ثمار' کے نام سے مرتب کی۔ صدور لجنہ کراچی کا سال وار ذکر کیا۔ یادِ رفتگاں کے عنوان سے دنیا سے رخصت ہو جانے والی کارکنات کو یاد کیا۔ 'محسنات' کے عنوان سے لجنہ کراچی کی نمایاں خدمت کرنے والی ممبرات کے نام محفوظ کئے گئے۔ مکرمہ طاہرہ بیگم اشرف ناصر صاحب نے حضرت اماں جان نصرت جہاں

بیگمؓ،مکرمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ نے حضرت نواب امۃ الحفیظ صاحبہؓ،مکرمہ امۃ الشافی سیال صاحبہ نے لجنہ کی ابتدائی ۱۴ کارکنات کے حالات 'اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا' کے نام سے پیش کئے۔خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے کراچی کے دوروں کی حسین یادوں کو 'خوشا نصیب کہ ہم میزبان تھے ان کے' کے نام سے قلمبند کیا۔مکرمہ بشریٰ داؤد صاحبہ نے 'نئی صدی نئی ذمہ داریاں' کے نام سے فکر انگیز مضمون لکھا۔ناصرات الاحمدیہ کی تاریخ مکرمہ ناصرہ ہارون صاحبہ نے مرتب کی۔ اس مجلّے میں لجنہ اور ناصرات کی عہدیداروں کا سال وار چارٹ بھی شامل تھا۔تصاویر مہیا کرنے اورٹرانسپیرنسی تیار کرنے میں مکرم سلیمان احمد طاہر صاحب کا تعاون حاصل ہوا۔اشتہار مکرم سلطان احمد طاہر صاحب اور مکرم حبیب اللہ بٹ صاحب کی محنت سے حاصل ہوئے۔رہنمائی اور مشورے مکرم مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب اور مکرم عبید اللہ علیم صاحب اور مکرمہ امۃ الرفیق پاشا صاحبہ سے حاصل کئے۔ پرنٹنگ کے کٹھن کام میں مکرم داؤد احمد قریشی صاحب اور مکرم طارق محمود بدر صاحب نے اپنی انتہائی کاوشیں شامل کر دیں اور خوب دعائیں لیں۔

خاکسار نے اداریہ میں لکھا:

''الٰہی سلسلوں کی تقویمِ روز و شب،قوتِ کار، رفتارِ ترقی اور پھیلاؤ کے دائرے مروج حسابی قاعدوں سے مختلف ہوا کرتے ہیں۔انہیں ناپنا یا سمیٹنا انسانی قویٰ سے بالا تر ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ہمارے کام کی نوعیت کا اندازہ کرنا ممکن ہوگا۔ جماعت کی بھرپور زندگی کے سَو سال اور لجنہ کراچی کے پچاس سال کی تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالنا کارِ دارد تھا۔اس کی تدوین کے پیچھے کتنی مشقت اور عرق ریزی ہے

اس کو تصور میں لاتے ہوئے اس کی کمزوریوں سے صرفِ نظر کرنے کی درخواست ہے۔حسن تو بہر حال آپ کا حسنِ نظر ہے۔''

خوب صورت و خوب سیرت 'المحراب' چھپ کر آیا تو حسبِ دستور پہلا مجلہ پیارے حضور کی خدمت میں بھیجا۔حضورؒ نے بڑے پیارے انداز میں تعریف فرمائی:

11-11-90

''آپ نے ماشاء اللہ بہت خوبصورت رسالہ نکالا ہے، نظمیں بھی بہت اچھی ہیں اور معیار بھی بلند ہے۔اللہ آپ کو اور آپ کی رفقائے کار کو اس میدان میں اعلیٰ خدمت کی توفیق دے اور اللہ کی نگاہ میں مقبول ٹھہریں۔سب کو محبت بھرا اسلام دیں۔''

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

21-11-90

''آپ کا خط مع مجلہ 'المحراب' موصول ہوا بہت بہت مبارک ہو ماشاء اللہ بہت خوبصورت ہے۔طباعت بھی عمدہ ہے۔پروف ریڈنگ بھی احتیاط سے کی گئی ہے۔سارا تو نہیں پڑھا تاہم کہیں کہیں ٹھہر کر دیکھا ہے۔بہت اچھا اور دیدہ زیب ہے چشم بدُور۔اللہ مبارک کرے۔تمام کارکناتِ مجلہ تک میری طرف سے مبارک باد اور سلام پہنچا دیں۔خدا حافظ۔''

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ رحمہا اللہ صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان نے بھی ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ایک مکتوب سے اقتباس ملاحظہ کیجئے:

''کتب کی رپورٹ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ۔جو کام اشاعت کا مرکزی شعبہ اشاعت کو کرنا چاہئے وہ آپ لوگ کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس کام میں برکت ڈالے۔ بچوں کے لئے تو لٹریچر کی بہت ضرورت ہے۔ناصرات معیارِاول کی قابلیت کے لئے کتب لکھیں۔زیادہ لٹریچر آپ کا چھوٹے بچوں کے لئے ہے۔'المحراب' شائع کرنے کی مبارک باد وصول کریں ۔بہت اچھا اور متنوع رسالہ شائع کیا ہے۔سب سے بڑی بات یہ کہ حضور کا پیغام اور نظم اس میں شامل ہے۔'المحراب' میں لجنہ کراچی کے حالات بھی آ گئے ہیں۔''

مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے قادیان سے تحریر کیا:

''جوبلی نمبر'المحراب' ملا۔جزاکم اللہ تعالیٰ۔لجنہ کراچی نے اس میں بہت سی نادر باتیں جمع کر دی ہیں جو کسی اور سووینئر میں نہیں ہیں۔اس کام میں حصہ لینے والی سب کارکن بہنوں کو اللہ تعالیٰ اپنی برکات سے نوازے اور بڑھ چڑھ کر خدماتِ سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔''

(30-03-91)

کولمبس نے امریکہ دریافت کیا

مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت نے بہت خوب صورت الفاظ میں تعریف فرمائی:

''آج سلسلے کے ایک ریسرچ ورک کے دوران مجلہ 'المحراب' کا

صدسالہ جشنِ تشکر کے سلسلے میں لجنہ کراچی نمبر دیکھنے کا موقع ملا۔اوّلین مطالعہ سے دل باغ باغ ہوگیا اور آپ سب کے لئے بہت دعائیں نکلیں مگر ساتھ ہی سخت حیرت وافسوس ہوا کہ ہم اس قیمتی علمی یادگار سے نہ صرف ناواقف بلکہ محروم ہیں۔ایسا لگا گویا کولمبس نے امریکہ دریافت کیا ہے۔

لجنہ کراچی نے بارہ برس میں جو محیر العقول خدمات سرانجام دی ہیں خدائے ذوالعرش آئندہ اس سے بھی بڑھ کر شاندار کامیابیوں سے نوازے۔خدا تعالی سب کو اپنی رضا کے تاج سے مزین فرمائے اور قلوب کو نورِ ایمان سے معمور رکھے اور ہاتھوں کو عملی قوتوں کی بجلیوں سے بھردے۔واشرقت الارض بنور ربها''

مکرم سلطان محمود انور صاحب (ناظر اصلاح وارشاد ربوہ) نے تحریر فرمایا:

''المحراب' اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں،خوب صورتی،دلکشی،ٹھوس علمی حقائق'مرکزی صدارت لجنہ کا مستند تعارف اور حضور ایدہ اللہ تعالی کی لجنہ اماء اللہ کراچی کے ساتھ سوال جواب کی مجالس کی یاد اپنے اندر سموئے ہوئے موصول ہوا۔

لجنہ اماءاللہ کراچی کو اللہ تعالی نے محض اپنے فضل وکرم سے انتہائی قابل،مخلص،فدائی اور علمی وجود عطا کئے ہیں۔الحمد للہ علی ذالک۔لجنہ اماء اللہ کراچی نے 'المحراب' شائع کرکے واقعی تاریخی اور یادگاری کارنامہ سرانجام دیا ہے اس سے لجنہ اماء اللہ کراچی کے علمی وادبی

ذوق، احساسِ لطیف، تنظیمی کام کی قابلیت و اہلیت کا پتہ چلتا ہے اور تعاونوا علی البر والتقوی کی روح اجاگر ہوتی ہے۔ اللھم زد وبارك‘‘

مکرم محبوب عالم خالد صاحب ناظر بیت المال ربوہ نے بھی حوصلہ افزائی فرمائی:

’’المحراب بہت عمدہ ہے بہت محنت سے تیار کیا گیا ہے۔ بڑی جدتوں کا حامل ہے۔ اس وقت تک جتنے سووینئر شائع ہوئے ہیں خاکسار کے نزدیک ان سب سے بڑھ کر ہے۔ اللہ مبارک کرے اور آئندہ اس سے کہیں بڑھ کے خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔‘‘

لاہور سے مکرم سید محمد سعید احمد صاحب نے بہت انوکھی دعا دی:

’’اچھوتے عنوانات، تصویروں کے انتخاب میں عرق ریزی، مضامین کی جامعیت اور اختصار کا حسین مرقع، آرٹ کے نادر نمونے، لجنہ اور جماعت احمدیہ کی تاریخ کے ہر سنگِ میل اور اہم واقعات کی انوکھے انداز میں پیش کش کارکنات اور عہدے داران کا شکر گزاری کے ساتھ ذکر، نظم و نثر کا خوب صورت توازن انگریزی اور اردو زبانوں میں حصہ رسدی پیش کش، غرض ایک سے بڑھ کر ایک حسین پہلو ہے۔

خدا کرے کہ احمدیت کی دوسری صدی کے اختتام پر لجنہ اماء اللہ جو مجلہ جشنِ تشکر دوصد سالہ پر شائع کریں وہ اس مجلہ پر محنت کرنے والوں کا حقِ محنت ادا کریں۔ یہ مجلہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں دائمی حیثیت کا حامل ہے۔‘‘

''المحراب'' سوواں جلسہ سالانہ نمبر 1991-1891ء

۱۹۹۱ء جماعت کی تاریخ میں جلسہ ہائے سالانہ کے عنوان سے اہم سنگ میل تھا۔اس بابرکت روایت کو سَو سال پورے ہو رہے تھے۔ اللہ تعالی نے یہ خیال سجھایا کہ اس تاریخی موقع پر جلسوں کی تاریخ پر ہر جہت سے مکمل سیر حاصل مواد جمع کر دیا جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ سے اجازت چاہی تو آپ نے اس خیال کو پسند فرمایا جس سے بہت تقویت ملی تحریر فرمایا:

> ''آپ کا خط ملا جس میں آپ نے آئندہ جلسہ سالانہ کے موقع پر 'المحراب سوواں جلسہ سالانہ نمبر' نکالنے کے ارادہ کا اظہار کیا ہے۔ یہ بہت اچھوتا خیال ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی آپ کو ایسا نیک خیال سجھائی دیا ہے۔ اللہ مبارک کرے اور ہر طرح نصرت فرمائے اور توقعات سے بڑھ کر مفید اور نتیجہ خیز معلومات پر مبنی مجلہ شائع کرنے کی توفیق دے۔ کان اللہ معکم۔
>
> (24-04-91)

میں نے حوصلہ پا کر جھٹ نئی تصویر، نظم اور قطعہ وغیرہ کی فرمائش کر دی۔ آپ کا جواب بہت پیارا تھا:

> ''آپ نے جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر المحراب کا جو نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بہت مبارک ہے۔ اللہ تعالی اس کے تمام مراحل آسان فرما دے۔ انشاء اللہ آپ کی خواہش پوری کرنے کی کوشش

کروں گا۔نئی تصویر بھجوانا تو بہت حد تک اختیار کی بات ہے لیکن نئی نظم اور نیا قطعہ تو ایسی کیفیات کا محتاج ہے جو بے ساختہ شعروں میں ڈھلنے پر زور ماریں۔خدا تعالیٰ کو جب بھی منظور ہوا آپ کے لئے ایک نظم اور قطعہ محفوظ رکھوں گا۔‘‘

(22-06-91)

آپؒ نے وعدہ پورا فرمایا اور ہمارے لئے نئی نظم ازراہِ شفقت ارسال فرمائی:

گھٹا کرم کی ہجومِ بلا سے اٹھی ہے
کرامت اک دلِ درد آشنا سے اٹھی ہے

اس مجلّے کے لئے حضرت سیدہ ام امۃ المتین مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ پاکستان نے اپنا ایمان افروز پیغام بھجوایا۔جس میں جلسہ سالانہ کی برکات کے اہم نکات تحریر فرمائے۔

محترم دوست محمد شاہد صاحب نے عناوین کے بارے میں قیمتی مشوروں سے نوازا اور اس مجلّے کے لئے اپنا معرکۃ الآرا مضمون ’جلسہ سالانہ کی ارتقائی منزل۔جدید اقوامِ متحدہ کی تعمیر‘ عنایت کیا۔مکرم ثاقب زیروی صاحب نے ہماری فرمائش پر ’ذکر جلسہ سالانہ میں پڑھی جانے والی نظموں کا‘ کے عنوان سے دلچسپ اور معلومات سے مزین مضمون بھیجا۔ذیل میں عنوانات دیکھ کر اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہم نے جلسہ سالانہ کے موضوع کو کتنی وسعت سے پیش کیا۔

۞ اطلاع جلسہ سالانہ کے لئے اشتہار۔تحریر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام
۞ جلسہ سالانہ کی غرض وغایت۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام
۞ جلسہ سالانہ کی صورت میں پیش ہونے والی پیشگوئیاں

۞ جلسہ سالانہ کے شرکاء کے لئے دعائیں
ازتحریرات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام

۞ قادیان دارالامان

۞ ربوہ۔دارالہجرت

۞ گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیرخوار
کراچی لجنہ کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطوط

۞ روداد جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ء تا ۱۹۹۱ء

۞ جلسہ سالانہ کے مستقل خدوخال

۞ جلسہ سالانہ میں پہلی بار

۞ جدید اقوامِ متحدہ کی تعمیر۔ازمکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

۞ جلسہ سالانہ کے ثمرات

۞ لنگرخانہ حضرت مسیح موعودؑ

۞ مختصر تاریخ جلسہ ہائے سالانہ چارٹ کی صورت میں

۞ جلسہ سالانہ کی قیام گاہیں

۞ انتظامات جلسہ سالانہ

۞ لوائے احمدیت اور جلسہ سالانہ

۞ ذکر جلسہ سالانہ میں پڑھی جانے والی نظموں کا
ازمکرم ثاقب زیروی صاحب مدیر لاہور

۞ روداد جلسہ ہائے سالانہ قادیان ۱۹۴۷ء کے بعد

۞ روداد جلسہ ہائے سالانہ برطانیہ

۞ دیگر ممالک میں جلسہ ہائے سالانہ

۞ جستہ جستہ جلسوں کے تعلق میں واقعات

۞ حضرت مصلح موعودؓ کا اندازِ خطابت

ازمکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب نائب امیر کراچی

۞ افسران جلسہ ہائے سالانہ

۞ جلسہ ہائے سالانہ میں صدارت کرنے والے خواتین وحضرات

۞ Announcment

۞ O Ahmad God Has Put His Blessings in You

۞ Qadian Darul Aman

۞ The Creation of Modern United Nations

۞ A Chart of Jalsa Salana History 1891 to 1991

اس مجلہ کی تیاری میں جلسوں کی تاریخ کی تحقیق کے لئے تاریخ احمدیت کی جلدوں کو دیکھا تو وہ ابھی سَوسال تک نہیں پہنچی تھیں۔ الفضل کا ریکارڈ بھی ہمارے پاس موجود نہیں تھا کچھ عرصہ الفضل بند بھی رہا تھا۔اس کے لئے یہ حل نکالا کہ لجنہ کی ممبرات سے درخواست کی کہ جس کے گھر میں الفضل محفوظ ہیں وہ احمد یہ ہال لے آئیں۔ گھر گھر سے ڈبے، بکس، گٹھڑیاں آنے لگیں۔ اب ہم تھے اور پرانے رکھے ہوئے اخباروں کے ڈھیر۔ چھانٹ چھانٹ کے تاریخ وار الگ الگ سالوں کے اعتبار سے فائلز بنائیں۔

یہ ایک انتہائی محنت طلب کام تھا جو اللہ تعالیٰ نے کروایا۔ان کی مدد سے معلومات ترتیب دیتے رہے۔اور سو سالوں کے جلسوں کی روداد مکمل کی جو تشنگی رہ گئی تھی وہ خلافت لائبریری سے پوری کی گئی۔اس ضمن میں مکرمہ امۃ الشکور امجد صاحبہ کی محنت شاقہ قابلِ تحسین ہے۔ان

کے علاوہ مکرمہ بشریٰ داؤد صاحبہ، مکرمہ خورشید عطا صاحبہ، مکرمہ محمودہ امۃ السمیع صاحبہ، مکرمہ ثریا حمزہ صاحبہ، مکرم عبدالباسط شاہد صاحب، مکرم منصور احمد عمر صاحب اور مکرم لیفٹیننٹ کمانڈر ریٹائرڈ عبدالمومن صاحب نے تحریر کے میدان میں مدد کی۔ مکرم سلطان احمد طاہر صاحب، مکرم و بیگم محمود احمد بھٹی صاحب اور مکرم قریشی داؤد احمد صاحب نے اشتہارات جمع کئے۔ مکرم شاہد احمد راجپوت صاحب نے خوب صورت ٹائٹل بنایا۔ مکرم خالد محمود اعوان صاحب کی منفرد کتابت میسر رہی۔ طباعت کا اہتمام مکرم طارق محمود بدر صاحب اور ان کے ساتھیوں کی مہارت اور محنت کا ثمر ہے۔ تصاویر کے حصول اور ٹرانسپیرینسی میں مکرم سلیمان احمد طاہر صاحب کا تعاون حاصل ہوا۔ مشاورت اور رہنمائی مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب نائب امیر جماعت کراچی، مکرمہ سلیمہ میر صاحبہ اور مکرمہ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ کی حاصل رہی۔ فجز اھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

یہ کام اتنا وسیع تھا کہ ایک سال میں مکمل ہونا بغیر تائید الٰہی کے ممکن نہیں تھا اور یہ نصرت ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دعاؤں سے ملی۔ خاکسار بار بار دعا کے لئے درخواست کرتی اور آپؒ براہِ کرم دعاؤں سے نوازتے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی مدد سے ایک سال میں یہ مجلہ تیار ہوا۔ مکرم طارق محمود بدر صاحب قادیان لے کر گئے اور جلسہ سالانہ ۱۹۹۱ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیحؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کے ہاتھ میں المحراب پہنچ جانے سے ایسے محسوس ہوا جیسے سال بھر کی محنت ٹھکانے لگی۔

اس مجلّے کی تیاری میں مکرم دوست محمد شاہد صاحب نے پر خلوص رہنمائی کی تھی۔ ہمیں معلوم ہوا کہ موصوف جماعت کراچی کے تیسرے سالانہ جلسے کے لئے کراچی تشریف لا رہے

ہیں۔ ہم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجلہ کی رونمائی کے لئے تیس اپریل ۱۹۹۲ء کو گیسٹ ہاؤس کراچی میں ایک تقریب کا انعقاد کیا۔ جس کے مہمانِ خصوصی مولانا موصوف تھے۔ ہماری صدر صاحبہ کے مختصر سے تعارف کے بعد مولانا صاحب نے پر حکمت خطاب فرمایا۔ ہم نے یہ خطاب آڈیو کیسٹ پر محفوظ کرلیا۔ اسی سے فائدہ اٹھا کر آپ کے پُرمغز خطاب کی ایک جھلک پیش کرتی ہوں:

خطاب مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب

''یہ ایک نہایت مبارک مقدس اور یادگار تقریب ہے۔ حضرت مصلحِ موعودؓ جب پہلی دفعہ سفرِ یورپ سے واپس تشریف لائے اس سفر کے دوران حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے ان کے فراق میں اپنی سب سے پہلی نظم کہی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے نہایت والہانہ انداز میں جہاں سفر کی اور برکات کا ذکر فرمایا وہاں فرمایا کہ یہ بھی ایک عظیم برکت ہوئی ہے کہ ہماری بہن کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم الشان قوتیں اور استعدادیں شعروسخن کی بخشی تھیں ان کا انکشاف اس سفر کے دوران ہوا ہے۔ ان کی زندگی میں میرے سفر کے دوران جو طوفان اٹھا اس سے ان کی زندگی میں نئے باب کا آغاز ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے سفرِ ہجرت کے نتیجے میں پوری دنیائے احمدیت کے قلوب پر ایک حیرت انگیز اثر ہوا ہے۔ ہر ملک ہر جماعت اور ہر گوشہ، ہر دل اس سے متأثر ہوا ہے۔ کراچی لجنہ، جماعتِ کراچی کے امیر اور جماعت کراچی کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم الشان خدمات کی توفیق بخشی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خود اپنی زبانِ مبارک سے جس کا تذکرہ کیا ہو وہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ عرش کا خدا بھی ان خدمات پر خراجِ تحسین پیش کر رہا ہے اس واسطے کہ امام کی آواز دراصل خدا کی آواز ہوتی ہے۔ گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود۔

یہی امامت کا منصب ہے۔ یہ ایک عظیم الشان چیز ہے۔ یہ اللہ کے فضلوں میں سے ایک بڑا فضل ہے۔ میں اس تقریب کو ایک اور زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہوں اور وہ زاویۂ نگاہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا نے خود قرآن میں پیش فرمایا ہے۔ آخری سورتوں کی تفسیر میں خود مصلح موعودؓ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آخری زمانہ میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوبارہ بعثت ہوگی تو خواتین بھی دینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی اور سرفرازی کے لئے قربانیاں دیں گی۔ یہ عظیم الشان پیشگوئی آج تمام دنیا میں پوری ہو رہی ہے۔ اور مبارکباد کے لائق ہے لجنہ کراچی کہ خدا نے اس کو بھی اس میں شامل ہونے کی سعادت بخشی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تذکرۃ الشہادتین میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ میں تو ایک بیج ہوں جو بویا گیا وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور پھیلے گا اور پھلے گا۔ بیج کے لفظ سے ظاہر ہے کہ جس قدر بھی جماعتی تنظیمیں ہیں عنقریب دنیا کی بڑی تنظیموں کی جگہ لینے والی ہیں۔ جلسہ سالانہ اس دن کے لئے ایک بیج ہے۔ جب نوجوانانِ احمدیت اور خواتین احمدیت خانہ کعبہ کے گرد جمع ہونے والے عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی توفیق پائیں گے۔ نوجوانوں کی تنظیمیں انٹرنیشنل تنظیموں کی جگہ لیں گی بین الاقوامی جگہ پر آج خواتین کی کوئی تنظیم موجود ہی نہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی شکل میں ایک بین

الاقوامی تنظیم ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے دنیا میں پیدا کر دی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس خلوص و محبت سے خلیفہء وقت کی دعائیں شامل ہیں لجنہ کی ٹیم کا قافلہ ہر میدان میں کامیاب و کامران ہوگا اور ہر آنے والا دن پہلے سے زیادہ اس کی خدمات کو نمایاں کرنے والا ہوگا۔ اللہ کرے لجنہ کراچی کو اس رنگ میں خدمت کی توفیق ملے کہ آئندہ نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو۔

بڑھیں اور ساتھ دنیا کو بڑھائیں
پڑھیں اور سارے عالم کو پڑھائیں
یہ قصرِ احمدی کے پاسباں ہوں
یہ ہر میداں کے یارب پہلواں ہوں

آمین اللھم آمین۔''

'پیاری مخلوق' بچوں کے لئے سیرت نبویؐ پر بشریٰ داؤد کی ایک تحقیقی کاوش ہے جس میں اس نے دینی تعلیم اور ایم ایس سی باٹنی (Botany) کی تعلیم کے امتزاج سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خیر البشر ہونا ثابت کیا ہے۔

مکرم مبشر احمد خالد صاحب کی 'دعوت الی اللہ' 1992ء میں شائع ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دعوت الی اللہ کا جوش پیدا کیا ہوا تھا یہ چھوٹی سی کتاب بہت کام آئی۔

تیسویں کتاب Sayyedena BilaL مکرمہ محمودہ امۃ السمیع صاحبہ نے انگلش میں لکھی۔ بچوں کے لٹریچر میں اچھا اضافہ ہے۔

ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا خطبہ فرمودہ ۲۳ مارچ ۱۹۹۰ 'خطبہ لقا' کے نام سے چھاپ کر افادۂ عام کے لئے پیش کیا۔

'حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ' ۔ہماری بتیسویں قابلِ فخر اور قابلِ تشکر پیش کش ہے۔ کیونکہ اس کی اشاعت کا ارشاد خود خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے موصول ہوا۔ اپنے خطابات آپ نے ارسال فرمائے ہدایات بھی دیں۔ مزیدار بات یہ ہوئی کہ مکرم پرائیویٹ سیکریٹری صاحب نے فون پر بتایا کہ حضورؒ کی خواہش ہے کہ اس کے شروع میں اس مفہوم کا شعر درج کیا جائے کہ حضرت حوا پر جنت سے نکالنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اب ان کی بیٹیوں نے دوبارہ جنت حاصل کر کے اس الزام کو دھو دیا ہے۔ خاکسار نے اس مفہوم کا شعر بنا کر بھیجا جو حضور انورؒ نے پسند فرمایا اور کتاب کے پہلے صفحے پر شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی شعر درج ہے:

آج حوا کی بریت کے ہوئے ہیں ساماں
بیٹیاں جنتِ گم گشتہ کو لے آئی ہیں

اس کتاب کی اشاعت میں خطابات کے خلاصے بنانے میں مکرم طارق محمود بدر صاحب نے تعاون کیا۔ اس کے کئی ایڈیشن آئے۔ امریکہ لجنہ نے انگریزی میں ترجمہ کیا اور لجنہ کے نصاب میں شامل کیا۔ الحمدللہ۔

'میرے بچپن کے دن' کے نام سے مکرمہ صفیہ سیال صاحبہ نے حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ بہت دلچسپ کتاب ہے۔

’ری الانبیاءؑ‘ (انبیاء کی خوشبو) میں مکرمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ نے انبیائے کرام حضرت آدمؑ، حضرت شیثؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، اور حضرت ابراہیمؑ کے حالات قرآن وحدیث کے مستند حوالوں سے پیش کئے۔ یہ بطرز سوال جواب لکھی گئی ہے۔اس کتاب پر بکثرت یہ تبصرہ ملا کہ انبیاء علیھم السلام کی کہانیاں سنانے کے لئے یہ کتاب بہت کام آتی ہے۔

’عہدے داران کے لئے نصائح‘ یہ چھوٹی سی کتاب حضور انورؒ کے ۳۱ / اگست ۱۹۹۱ء کے خطاب پر مشتمل ہے۔

’گلدستہ‘۔ تیرہ سال تک کے بچوں کا تعلیمی وتربیتی نصاب بشریٰ داؤد اور خاکسار نے مل کر لکھا۔

ٹیم ورک کی صورت میں کام کرتے ہوئے تیز رفتاری سے یہ کارواں رواں دواں تھا کہ لجنہ کراچی ایک المناک صدمے سے دوچار ہوئی۔ ہماری پیاری بہت پیاری حور جہاں بشریٰ داؤد حوری 20 جولائی 1993ء کو اچانک ہمارا ساتھ چھوڑ کر اپنے رفیقِ اعلیٰ کے حضور حاضر ہوگئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

شعبہ اشاعت کی بانی ممبر، خاکسار کی رفیق کار، ہم جنوں، بہت بڑا خلا چھوڑ گئی۔اس نے اپنی بے لوث خدمات سے ایسا مقام بنایا ہوا تھا کہ حضور انور رحمہ اللہ نے بھی بہت صدمہ محسوس فرمایا۔ 23 جولائی کو جمعہ کی نماز سے پہلے آپ نے خاکسار کے نام لکھوائے ہوئے خط پر دستخط فرماتے ہوئے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمده ونصلي على رسوله الكريم

واجعل لي من لدنك سلطانا نصيرا
انا فتحنا لك فتحا مبينا
ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة
خليفة المسيح الرابع
امام جماعت احمدیہ

لندن
19-7-93
8527/H

پیاری عزیزہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط محررہ 8/6/93 موصول ہوا جزاکم اللہ احسن الجزاء
سارا خط ہی ماشاء اللہ بہت دلچسپ ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ
چشم بددور ۔ آپ کے شعر خصوصاً دوسرا شعر بہت مزیدار ہے لیکن
آرام سے اٹھنا مجھے تو بھلا نہیں لگتا چاہے آرام سے اٹھنا ہو یا مشکل
سے ۔ اللہ فضل فرمائے اور پوری صحت کے ساتھ رکھے ۔ اللہ آپ سب کو
جزا دے جنہوں نے چھوٹی آپا کی خدمت کی لجنہ کراچی ہمیشہ کی طرح اب بھی
خدمت کے میدان میں آگے آگے ہے اللہ یہ اعزاز برقرار رکھنے
کی توفیق دیتا رہے ۔ تمام کارکنات کو محبت بھرا سلام ۔

والسلام
خاکسار
خلیفۃ المسیح الرابع

عزیزہ بشریٰ داؤد صدری کے
دردناک سانحہ ارتحال سے متعلق
آپکا خط ملا تھا ۔ اس پاکباز، خدا کی، حسن و احسان کی مرقع
بچی کی نماز جنازہ غائب کا فیصلہ تو خبر ملتے ہی کر لیا تھا ۔ آج بعد نماز جمعہ
انشاء اللہ نماز جنازہ غائب ہوگی ۔ اقربا ۔ جماعت کراچی اور لجنہ کراچی سے تعزیت کا اظہار خطبہ کے آخر پر کروں گا ۔

''عزیزہ بشریٰ داؤد حوری کے دردناک سانحۂ ارتحال سے متعلق
آپ کا خط ملا تھا۔اس پاکباز،فدائی،حسن و احسان کی مرقع بیٹی کی نماز
جنازہ غائب کا فیصلہ تو خبر ملتے ہی کرلیا تھا۔آج بعد نماز جمعہ انشاءاللہ نماز
جنازہ ہوگی۔اقربا،جماعت کراچی اور لجنہ کراچی سے تعزیت کا اظہار
خطبہ کے آخر پر کروں گا۔''

23 جولائی 1993ء خطبہ جمعہ کے آخر میں حضور پرنور نے بشریٰ داؤد کا قابلِ رشک الفاظ میں ذکر فرمایا:

''آج نماز جمعہ کے بعد دو پاکباز خواتین کی نمازِ جنازہ
پڑھائی جائے گی جو خدمتِ دین میں پیش پیش تھیں یا دعاؤں میں
اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اور عبادات میں اور لوگوں کی نیک
تربیت کرنے میں انہوں نے زندگی صرف کی۔ان میں سے ایک
ہماری بشریٰ داؤد حوری ہیں جو مکرم و محترم مرزا عبدالرحیم بیگ
صاحب نائب امیر کراچی کی صاحبزادی ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ اکثر
پہلوؤں سے انہوں نے اپنے باپ کے سب گن پوری طرح اپنے
وجود میں زندہ رکھنے کی کوشش کی اور بے لوث خدمت جس کے ساتھ
دکھاوے کا کوئی عنصر نہیں اور انتھک خدمت جو مسلسل سالہا سال
تک رواں دواں رہتی ہے۔یہ وہ دو خصوصیات ہیں جن میں مکرم
مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔یہ دو

خصوصیات پوری شان کے ساتھ عزیزہ حوری میں موجود تھیں اور
حسنِ بیان کے ملکہ سے خدا نے ایسا نوازا تھا کہ اپنے ہوں یا غیر
ہوں جو بھی ان کی تقریریں سنتا تھا وہ ہمیشہ ان سے گہرا اثر لیتا تھا اور
ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتا تھا۔ میں نے کبھی کراچی کی یا
باہر سے آنے والی کسی خاتون سے کبھی ایک لفظ بھی ان کے کردار
کے خلاف نہیں سنا۔ محبت کے ساتھ لجنہ کے فرائض سرانجام دینے
والی لیکن خدا نے حسنِ بیان کا جو ملکہ بخشا تھا وہ خصوصیت سے سیرت
کے مضمون پر ایسے جلوے دکھاتا کہ ان کی شہرت دور و نزدیک پھیلی
ہوئی تھی اور جب بھی سیرت کے مضمون پر زبان کھولتی تھیں تو بعض
ایسی متعصب خواتین بھی جو احمدیت سے دشمنی رکھتی تھیں اگر وہ اس
جلسہ پر لوگوں کے کہنے کہلانے پر حاضر ہوگئیں تو ایک ہی تقریر سن
کر ان کی کایا پلٹ جایا کرتی تھی۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ اس کے بعد
ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم جماعت احمدیہ پر الزام لگائیں کہ ان کو
حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں۔ تحریر کا ملکہ
بھی خدا نے عطا فرمایا تھا۔ کئی چھوٹی چھوٹی کتابیں سیرت کے
مضمون پر انہوں نے لکھیں۔ ان کا آپریشن ہوا تھا جس کے بعد گھر
واپس آ رہی تھیں کہ دل کے دورے سے وفات ہوگئی۔ اللہ غریقِ

رحمت فرمائے۔ساری جماعت کراچی سے میں تعزیت کرتا ہوں۔
مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب اور خاندان اور ان کے میاں داؤد اور بچوں سے تو ہے ہی ضرور لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ساری جماعت کراچی تعزیت کی محتاج ہے اور لجنہ اماء اللہ کراچی خصوصیت سے تعزیت کا حق رکھتی ہے۔سب دنیا کی عالمگیر جماعتوں کی طرف سے میں تعزیت کا پیغام اُن تک پہنچاتا ہوں۔اللہ غریقِ رحمت فرمائے اور جس سیرت کے بیان پر انہوں نے اپنی زندگی صرف کی، خدا اس سیرت کے فیض سے ان کے بچوں کو صبرِ محمدیؐ عطا کرے ان کے خاوند کو صبرِ محمدیؐ عطا کرے ان کے والد کو اور دوسرے عزیزوں کو (مجھے علم نہیں کہ والدہ زندہ ہیں کہ نہیں خدا کرے زندہ ہوں) سب کو خدا صبرِ محمدیؐ عطا فرمائے اور سیرت کا یہ فیض ان کے خاندان کو خصوصیت سے پہنچے۔''

(خطباتِ طاہر جلد 12 صفحہ 566)

خاکسار پر بشریٰ کے بعد صدمے کا اثر تھا۔ پیارے آقا کو اس کے لیے دعا کا خط لکھا تو بند ٹوٹ گئے۔ کیفیت آپؒ سے چھپی نہ رہی ۔آپؒ نے جواب میں جس انداز سے تعزیت فرمائی وہ نہ صرف مرحومہ کے لیے ایک اعزاز ہے بلکہ ادب کا شہ پارہ بھی ہے۔

حضور انورؒ نے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

AHMADIYYA MUSLIM CENTENARY

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمده ونصلي على رسوله الكريم

واجعل لي من لدنك سلطانا نصيرا
إنا فتحنا لك فتحا مبينا
ولقد نصركم الله ببدر وأنتم أذلة
خليفة المسيح الرابع
امام جماعت احمدیہ

لندن
29.8.93

عزیزہ مکرمہ امۃ الباری ناصر
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عزیزہ حوری کی مختصر بیماری کے وصال پر آپکا سسکتا بلکتا ہوا اظہار درد موصول ہوا جو اس مضمون پر حرف آخر ہے۔ اس اظہار درد میں کہے ہوئے غموں کے پیچھے اَن کہے غم بھی قطار در قطار کھڑے دکھائی دے رہے ہیں۔ اس میں وہ خواہیں بھی ہیں جو نقطۂ تعبیر تک پہنچنے سے پہلے ہی ٹوٹ کر بکھر گئیں۔ اور کچھ تعبیر کی حسرتیں بھی ہیں۔ جیسے کھیل ختم ہونے سے پہلے بساط الٹا دی جائے تو کیفیتیں بے کیفیوں اور بے چین جھنجھناہٹوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کچھ ویسا ہی منظر حروف کی چلمن میں سے دکھائی دے رہا ہے۔

دلِ ناصبور کی رگ رگ پھڑکتی ہوئی۔ وہ چیخیں جو دل کے پردے پھاڑ کر باہر نہ آ سکیں کیسے یہ اعجاز دکھا گئیں کہ لگتا ہے جیسے فضاؤں کے سینے چیر دئیے ہوں۔ صبر و رضا کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی۔ بے بس اور بے اختیار یہ چیخیں جو ساتھ والے کمرے میں بھی سنائی نہ دیں کیسے سات سمندر پار سنائی دینے لگیں۔ حبسِ دوام پر پیچ و تاب کھاتی ہوئی۔ بھیرتی تڑپتی

آپ نے تصور کی پرواز اور شناسائی کے پیچھے میں اتار دی ہیں
کاش حوری بھی آپ کا یہ خط پڑھ سکتی۔ ہر فقرے سے کچھ تو
اس کی روح اہتزاز کرتی۔ پتہ ہے میں نے کیا دعا
کی ہے۔ اگر روحوں کو دلوں میں جگہ بنانے کی توفیق مل
سکتی ہے تو اللہ اس کی روح کو یہ توفیق بخشے کہ اپنے سب پیاروں کے دلوں میں جگہ بنا لے۔

3.9.93

Scanned with CamScanner

سر پٹکتی ہوئی دل کی آگ سے کیسے آپ نے اپنے عزمِ تسلیم و رضا کو بچا لیا کہ آنچ تک نہ آنے دی۔ کیسے آپکی آنکھوں کے سامنے پرشعلہ فضاں سسکیوں میں ڈھل ڈھل کر خون دل میں تشنا تشنا کر بجھتا رہا۔

پاک بلکتی بلکتی محبت ہو تو ایسی ہو۔ لیکن ایک آپ ہی تو نہیں جو حضور شمائل حضوری کی رفعت۔ دلشکن جدائی سے ایسا تڑپ رہی ہیں۔ شہر کراچی میں آپ جیسی ہزاروں ہونگی لیکن نہ انہیں شعر کہنے کا ملکہ نصیب نہ نثر میں اظہارِ درد کا سلیقہ۔ وہ تو "عی الخصام" بھی "غیر مبین" ہیں۔ اُن کو بھی تو آپ ہی نے زبان دینی ہے۔ اُن کی داستانِ غم بھی تو آپ ہی کو رقم کرنی ہے۔ جب دستِ قدرت گزرتے ہوئے وقت کی مرہم لگا کر آپکے جبلائے ہوئے صبر کو ذرا قرار بخش دے اور یہ سیلابِ غم پانی ذرا ٹھہر جائے تو حضوری کی پاکیزہ یاد کو ایسا دگداز خراجِ تحسین پیش کریں کہ ہر پڑھنے والے کا دل پگھل پگھل کر آستانۂ الوہیت کی جانب دعائیں بن بن کر بہنے لگے۔

جانے والی کا خیال تو بہت دیر اُن کو ستاتا رہے گا جو اُس کے ساتھ رہیں مجھے تو پیچھے رہنے والوں کا غم لگ گیا ہے۔ داؤد اور اُن معصوم بچوں کا غم جن کی بعض پیاری باتوں کا ذکر میری زبان سے سنتی تھیں تو حضوری کا دل کھلکھلا اٹھتا تھا۔ مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کا غم تو ایسا دل میں آن بسا ہے جیسے اپنے گھر میں آ بیٹھا ہو۔ ایک ادنیٰ سی بھی اجنبیت نہیں۔

آپ نے ٹھیک ہی یاد دلایا ہے کہ یہ فقیروں کے سے غم میرے محسن ہیں جو دل کو ایک شرف عطا کر جاتے ہیں۔ لیکن بعض غم یہ شرف عطا کر کے چلے نہیں جاتے بلکہ وہیں ایک گوشے میں دھونی رما کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اور محض دھیان کی جوگنیں ہی نہیں بلکہ بعض خطوں کی جوگنیں بھی راگنیاں بن کر آتی ہیں اور رات بھر احساس کے دکھتے ہوئے تار چھیڑتی ہیں۔ اللہ سب پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور صبرِ جمیل کا اتنا ہی اجر بھی۔ والسلام فقط

[illegible]

29-8-93

لنڈن عزیزہ مکرمہ امۃ الباری ناصر

''عزیزہ حوری غفرلھا کے وصال پر آپ کا سسکتا بلکتا ہوا اظہار درد موصول ہوا جو اس مضمون پر حرفِ آخر ہے۔اس اظہار درد میں کھے ہوئے غموں کے پیچھے اَنْ کہے غم بھی قطار در قطار کھڑے دکھائی دے رہے ہیں۔اس میں وہ خوابیں بھی ہیں جو نقطۂ تعبیر تک پہنچنے سے پہلے ہی ٹوٹ کر بکھر گئیں اور کچھ تعبیر کی حسرتیں بھی ہیں جیسے کھیل ختم ہو جانے سے پہلے بساط اُٹھا دی جائے تو کیفیتیں بے کیفیوں اور بے چین جھنجھناہٹوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں کچھ ویسا ہی منظر حروف کی چلمن میں سے دکھائی دے رہا ہے۔

دلِ ناصبور کی رگ رگ پھڑکتی ہوئی وہ چیخیں جو دل کے پردے پھاڑ کر باہر نہ آسکیں کیسے یہ اعجاز دکھا گئیں کہ لگتا ہے جیسے فضاؤں کے سینے چیر دیئے ہوں صبر و رضا کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی بے بس اور بے اختیار یہ چیخیں جو ساتھ والے کمرے میں بھی سنائی نہ دیں کیسے سات سمندر پار سنائی دینے لگیں۔حبسِ دوام پر پیچ و تاب کھاتی ہوئی،بپھرتی،تڑپتی،سر پٹکتی ہوئی دل کی آگ سے کیسے آپ نے اپنے عزمِ تسلیم و رضا کو بچا لیا کہ آنچ تک نہ آنے دی۔کیسے آپ کی آنکھوں کے سامنے ہر شعلۂ فغاں سسکیوں میں ڈھل ڈھل کر خونِ دل میں سنسنا سنسنا کر بجھتا رہا۔

پاک للّٰہی محبت ہو تو ایسی ہو۔لیکن ایک آپ ہی تو نہیں جو حور شمائل

حوری کی دفعتہً دل شکن جدائی سے ایسا تڑپی ہیں۔شہر کراچی میں آپ جیسی ہزاروں ہوں گی لیکن نہ اُنہیں شعر کہنے کا ملکہ نصیب، نہ نثر میں اظہار درد کا سلیقہ۔وہ تو 'فی الخصام' بھی 'غیر مبین' ہیں۔اُن کو بھی تو آپ ہی نے زبان دینی ہے اُن کی داستانِ غم بھی تو آپ ہی نے رقم کرنی ہے۔جب دستِ قدرت، گزرتے ہوئے وقت کی مرہم لگا کر، آپ کے جھلّائے ہوئے صبر کو ذرا قرار بخش دے اور یہ متلاطم پانی ذرا ٹھہر جائے تو حُوری کی پاکیزہ یاد کو ایسا دل گداز خراج تحسین پیش کریں کہ ہر پڑھنے والے کا دل پگھل پگھل کر آستانۂ الوہیت کی جانب دعائیں بن بن کر بہنے لگے۔

جانے والی کا خیال تو بہت دیر اُن کو ستاتا رہے گا جو اس کے ساتھ رہیں مجھے تو پیچھے رہنے والوں کا غم لگ گیا ہے۔داؤد اور اُن معصوم بچوں کا غم جن کی بعض باتوں کا ذکر میری زبان سے سنتی تھیں تو حُوری کا دل کھلکھلا اُٹھتا تھا۔مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کا غم تو ایسا دل میں آن بسا ہے جیسے اپنے گھر میں آ بیٹھا ہو۔ایک ادنیٰ سی بھی اجنبیت نہیں۔

آپ نے ٹھیک یاد دلایا ہے کہ یہ فقیروں کے سے غم میرے محسن ہیں جو دل کو ایک شرف عطا کر جاتے ہیں لیکن بعض غم یہ شرف عطا کر کے چلے نہیں جاتے بلکہ وہیں ایک گوشے میں دھونی رما کر بیٹھ رہتے ہیں اور محض دھیان کی جوگنیں ہی نہیں بلکہ بعض خطوں کی جوگنیں بھی راگنی بن کر آتی ہیں اور رات بھر احساس کے دُکھتے ہوئے تار چھیڑتی ہیں۔اللہ

سب پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور صبر جمیل کا لامتناہی اجر بھی۔
آپ نے تصور کی پریاں روشنائی کے شیشے میں اُتار دی ہیں۔
کاش حوری بھی آپ کا یہ خط پڑھ سکتی ہر فقرے کے جھونکے سے اُس کی
روح اہتزاز کرتی۔ پتہ ہے میں نے کیا دعا کی ہے؟ اگر روحوں کو دلوں
میں جھانکنے کی توفیق مل سکتی ہے تو اللہ اس کی روح کو یہ توفیق بخشے کہ اپنے
سب پیاروں کے دلوں میں جھانکا کرے۔

3-9-93 والسلام

مرزا طاہر احمد

خاکسار نے اُس کے چاہنے والوں کی مدد سے اُس کی یاد کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے مصباح کا ایک خاص نمبر تیار کیا۔ اس خاص نمبر کے متعلق جو تاثرات ملے وہ حضور پرنور کی دعا کے عین مطابق تھے یعنی پڑھنے والوں کا دل پگھل پگھل کر آستانۂ الوہیت پر دعا بن بن کر بہنے لگا۔

بشریٰ! ہم تمہیں نہیں بھولے.. تمہارے سلسلوں کو حتی الوسع محنت سے جاری رکھا۔ اللہ پاک ہم سب کی دعائیں تمہارے حق میں قبول فرمائے۔ آمین۔

وہ واپس آ نہیں سکتی مگر یہ مان لوں کیسے
کہ جب ہوگا کہیں سیرت کا جلسہ وہ نہیں ہوگی
ستاروں کی طرح چمکے گی وہ تاریخِ عالم میں
رہے گا خوبیوں کا اُس کی چرچا وہ نہیں ہوگی

حقیقت میں بقا تو وجہِ ربِّ لم یزل کو ہے
ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانْ سچا، وہ نہیں ہوگی
چلیں گے کام سب لجنہ کے پہلے سے بھی کچھ بہتر
مگر بنیاد میں جس کا لہو تھا وہ نہیں ہوگی
ابھی تکمیل کی راہوں میں تھے کتنے ہی منصوبے
خدا خود کھول دے گا کوئی رستہ وہ نہیں ہوگی
ہماری طرح کم ہوگا کوئی یک جان و دو قالب
بھری دنیا میں رہنا ہوگا تنہا وہ نہیں ہوگی

'سیرت و سوانح حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بطرز سوال جواب' ایک بے حد بابرکت کتاب محترمہ امۃ الرشید جمیل صاحبہ نے بڑی محنت اور لگن سے مرتب کی جماعت کی تاریخ میں پہلی دفعہ مکمل سیرت بطرز سوال جواب پیش کی گئی۔ ایک دن ان کا ایک بک سٹال سے فون آیا۔ آواز میں بے حد خوشی تھی کہ انہیں وہ کتاب مل گئی ہے جس کی چند سوالوں کے جوابات کے لئے ضرورت تھی۔ مجھے بھی بہت خوشی ہوئی کہ مولا کریم نے کیسی کیسی محنتی پاکباز خواتین کا ساتھ عنایت فرمایا ہے۔ ان کی محنت کا ایک انعام حضور انورؒ کا مکتوب ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

25-02-92

”آپ کا پُرخلوص خط ملا۔ بہت خوشی ہے۔ آپ اور آپ کی ٹیم بہت اچھا کام کر رہی ہے۔ دل کی گہرائی سے آپ سب کے لئے دعا نکلتی

ہے۔اللہ تعالیٰ قدم قدم پر مدد فرمائے۔علمی و ادبی و جماعتی خدمات کی توفیق دے۔

خدا کرے یہ سیرت النبیؐ کی کتاب خدا کے حضور اور اس کے بندوں میں مقبول ہو۔مبارک ہو۔اپنی ٹیم کو بہت بہت سلام پہنچائیں۔''

اڑتیسویں کتاب 'دعائے مستجاب' ہے جو محترم مولانا عبدالباسط شاہد صاحب نے مرتب کی ہے۔مولانا موصوف کا کراچی لجنہ کے اشاعتی منصوبے میں علمی و عملی تعاون بڑا قابل قدر ہے ہماری خوش بختی ہے کہ ہمیں دینی علوم سے بہرہ ور فن تحریر سے آشنا مربی صاحب کا تعاون حاصل رہا۔ ہماری کچھ کتب کی کتابت ربوہ میں ہوئی اُن کی پروف ریڈنگ میں بھی بہت مدد دی۔فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔آپ کی کتاب خوب مقبول ہوئی۔ پیارے حضور نے تحریر فرمایا:

13-07-95

''جزاکم اللہ احسن الجزاء۔دعا پر حضرت مصلح موعودؓ کے فرمودات کے علاوہ دیگر بہت سا مواد بھی یکجائی صورت میں جمع ہو گیا ہے۔اللہ تعالیٰ مؤلف کو بھی جزائے خیر دے اور شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی کو بھی بہترین جزا دے۔''

'ہماری کہانی' ۔ازمکرمہ رفیعہ محمد صاحبہ ایک بالکل مختلف نوعیت کی ہے۔اس میں کلکتہ کے مکرم حاجی عبدالستار صاحب کے قبولِ احمدیت اور اس کے بعد کی مشکلات کا ایمان افروز بیان ہے۔ان کے تبلیغی خطوط ہیں۔ اولاد کو جماعت سے وابستہ رکھنے کی کاوشیں ہیں۔ یہ

کتاب ایسے لکھی گئی کہ میری فرمائش پر آپا رفیعہ صاحبہ جو جہاں سے ان کو یاد آتا لکھ کر لے آتیں، خاکسار اسے ترتیب دیتی۔ اللہ تعالیٰ ہماری آپا رفیعہ صاحبہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

کلامِ طاہرؒ مع فرہنگ

ہمارے شمار میں چالیسویں نمبر پر 'کلام طاہرؒ مع فرہنگ' ہے۔ اس کام کا خیال آنے کی روداد خاکسار نے کتاب کے عرضِ حال میں اس طرح لکھی ہے:

''خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کو نظرِ ثانی شدہ کلام طاہرؒ حتی المقدور حسنِ صورت کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ قبل ازیں شائع شدہ کلام طاہر دیکھ کر خیال آتا، یہ مئے عرفان اور یہ جام! کچھ تو شایانِ شان ہونا چاہئے۔ اپنی بے بضاعتی کے احساس پر کچھ قابو پا کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اشاعت کی اجازت مرحمت فرمانے کی درخواست کر دی۔ اب فقط اتنا یاد ہے کہ 'کھل جا سم سم' میں نے کہا تھا پھر چکا چوند خزانوں کی بھیڑ میں ایسا کھوئی کہ اب واپس آنے کا ہوش ہے نہ ارادہ۔ حضور پرنور نے نظرِ ثانی کی ضرورت کا ذکر فرمایا اور پھر خاکسار کی درخواستوں پر وقت نکال کر ازراہِ شفقت نظرِ ثانی فرمائی۔ خاکسار کی خوش قسمتی کہ اس سلسلے میں آپ جیسے بلند پایہ سخن شناس سے کچھ قلمی گفتگو رہی۔ تنقید کی ضخیم کتب پر بھاری ایک ایک جملہ، الفاظ کی تراش اور انتخاب کے اسلوب سمجھاتا

ہوا مفاہیم کا سمندر سموئے ایک ایک شعر، آپ کی نکتہ پروری، فن پر گرفت اور عارفانہ نظر کی ماورائیت تائیدِ غیبی ہے۔

خیرات ہو مجھ کو بھی اک جلوۂ عام اس کا
پھر یوں ہو کہ ہو دل پر الہام کلام اس کا

آپ کے کلام کی تہ تک اُترنا، وسعتوں کو پانا، اور رفعتوں تک نگاہ کرنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ کوئی وہ تمام سفر آپ کے دل و نظر کے ساتھ طے کرے جو آپ نے اللہ پاک کی انگلی پکڑ کر کیا ہے۔ اس لئے تحسین کا حق ادا کرنا حدّ امکان سے باہر ہے۔ اس کے آگے قلم کے قدم نہیں اُٹھتے۔"

'کلامِ طاہر' پر کام کا عرصہ چار پانچ سال پر محیط ہے۔ پہلے کبھی اتنا بڑا علمی کام نہیں کیا تھا۔ جہالت نے جنون سے مل کر وہ جرأتیں اور حماقتیں کروائیں جن کی حضور پُرنور کو اصلاح کرنی پڑی اور اس طرح وہ زر و جواہر ہاتھ لگے جو ایک مضمون 'الہام کلام اُس کا' میں سجا دئے ہیں۔ یہ مضمون کتابی صورت میں چھپ چکا ہے اور حضورؒ کے ارشاد پر کلام طاہر میں شامل ہو گیا ہے، (اس کتاب میں بھی شامل ہے)۔ مجھ میں تو شکر کرنے کا سلیقہ اور طاقت بھی نہیں۔ ہر قدم پر احسانات کی بارش ہے۔

بلاشک اس کی تیاری اور خاص طور پر پروف ریڈنگ میں بے شمار محنت کرنی پڑی مگر مزا بہت آیا۔ کتاب کی تیاری میں مکرم عبید اللہ علیم صاحب اور مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب کے مفید مشورے ملتے رہے۔ مکرمہ مسز ناصر صاحبہ نے کام کے ہر مرحلہ میں بہت ساتھ دیا۔ گلوسری کی اصلاح حضورؒ نے اپنی نگرانی میں لڑکیوں کی ایک ٹیم سے کروائی۔ مکرم خالد اعوان صاحب نے

عمدہ کتابت کی۔مکرم شیخ ادریس صاحب نے خوبصورت ڈیزائننگ اور طباعت کی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔سب کے تعاون سے تیار ہونے والی حسین کتاب حضور کی خدمت میں بھیجی۔ پیارے حضورؒ نے ہمارے کام کو پسند فرمایا مکرمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ کے نام مکتوب میں لکھا:

''آپ کی سرپرستی میں کلام طاہرؒ پر جو کام ہوا ہے وہ بہت ہی اعلیٰ ہے۔ ماشاء اللہ بہت خوبصورت پیش کش ہے۔جن کے نام آپ نے لکھے ہیں، ان سب کا شکریہ اور میری طرف سے انہیں محبت بھرا سلام۔ اللہ تعالیٰ ان کے اموال ،نفوس اور اخلاص میں برکت دے اور اپنی رحمتوں سے نوازے۔''

خاکسار کے نام مکتوب میں اس طرح شاباش ملی:

'کلام طاہرؒ کی خوب صورت دیدہ زیب طباعت پر بے حد شکریہ۔آپ نے اس پر بہت محنت کی ہے۔جزاکم اللہ احسن الجزا۔اللہ آپ سب کو علمی ،ادبی، تعلیمی ،تربیتی اور دینی خدمات سرانجام دینے کی توفیق دے اور سب بچوں کی طرف سے آنکھوں کی راحت عطا فرمائے۔سب کو محبت بھرا سلام۔''

الفضل ربوہ نے تبصرہ کیا:

''احمدیہ جماعت میں سب سے زیادہ خوب صورت کتاب کاغذ، پرنٹ ،جلد اور فلیپ کی خوبصورتی کو مد نظر رکھتے ہوئے چھپنے والی کتاب کا اعزاز شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی کے حصے میں آیا ہے۔''

(16-10-91)

شعبہ اشاعت کی خادمات کی خوشی وطمانیت کے سامان کئی طرح سے ہوتے۔ایک دن ایم ٹی اے پر'ملاقات' پروگرام میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بچوں کے پروگرام بنانے کے لئے ہدایات دے رہے تھے۔آپ کے پاس چند کتب تھیں جن میں سے ایک ایک اُٹھا کر آپ ہدایات دیتے رہے۔ان میں لجنہ کراچی کی کتاب 'حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ' تھی۔آپؒ نے فرمایا:

''حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ'' یہ احمدی خواتین کے لئے میری بعض تقاریر ہیں جو لجنہ میں ہوئی ہیں۔اُن کے خلاصے ہیں یا مکمل ہیں۔ابھی دیکھ نہیں سکا۔''

دوسری کتاب ''مجالس عرفان'' اُٹھا کر آپؒ نے ٹائٹل دکھاتے ہوئے فرمایا:

''مکرم امیر صاحب کراچی چودھری احمد مختار صاحب کی ہدایت پر (غالباً) لجنہ اماء اللہ کے اہتمام میں میری مجالس عرفان (جس کو میں مجلس سوال وجواب کہتا ہوں) شائع کی گئی ہیں اور امیر صاحب میرے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔''

اس کے بعد حضور انورؒ نے ''بدرگاہ ذی شانؐ'' دکھاتے ہوئے فرمایا:

''پھر بدرگاہ ذی شان خیر الانامؐ ہے اس میں مختلف احمدی شاعروں کا نعتیہ کلام ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں، اس کو بھی بچوں کو سِکھا کر نغموں اور ترانوں کی صورت میں اُن کے پروگراموں میں داخل کیا جاسکتا ہے۔''

اس کے بعد آپ نے 'پیاری مخلوق' دکھاتے ہوئے فرمایا:

''پیاری مخلوق، یہ شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کی طرف سے بشریٰ داؤد مرحومہ کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔بہت اچھے رنگ میں بچوں کو کائنات کے متعلق زمین و آسمان زندگی کے متعلق باتیں سمجھائی گئی ہیں۔''

اکتوبر 1995 سے ستمبر 1996 تک شائع ہونے والی کتابوں میں بشریٰ داؤد کی وفات کے بعد چھپنے والی اُس کی سیرت کے سلسلے کی کتاب ''انبیاء کا موعودؑ'' ہے۔اس میں اس نے گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی آنحضورؐ کے بارے میں پیشگوئیاں جمع کی ہیں۔

حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ نے ''حضرت مرزا ناصر احمدؒ'' تحریر فرمائی۔ یہ ایک دلچسپ خوب صورت الفاظ میں لکھی ہوئی سوانح ہے ۔گھریلو ماحول کے چھوٹے چھوٹے واقعات ،جن کو پڑھ کر عائلی سکون حاصل کرنے کے گُر پتہ چلتے ہیں ۔مکرمہ امۃ القدوس صاحبہ بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب صدر لجنہ اماء اللہ قادیان نے با مقصد تبصرہ تحریر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو اشاعت کی بہت بڑی خدمت سے نواز رہا ہے۔ خدا کرے یہ خدمات اور بڑھیں۔ 'حضرت مرزا ناصر احمدؒ' کتاب تو پہلے انھوں نے اور پھر میں نے ایک دو دن میں ختم کر لی۔ بڑا ہی لطف آیا پڑھ کر۔ میں تو کہتی ہوں مردوں کو پڑھوانے والی کتاب ہے تا کہ گھروں میں حسنِ سلوک شروع ہو۔ اور ہمارے پیارے آقا کو جو لوگوں کے خطوط پڑھنے سے تکلیف ہوتی ہے وہ دور ہو بہت دلچسپ کتاب ہے۔'' (1-9-96)

اس کتاب کے بعد شہناز نعیم صاحبہ نے ایک مفید کتاب ''گھریلو استعمال کی چیزیں بنانے کی ترکیبیں'' لکھی۔ شہناز دعوت الی اللہ میں ممتاز مقام رکھتی ہیں۔ آپا سلیمہ صاحبہ کے نام ایک مکتوب میں حضور پُرنورؒ نے تحریر فرمایا:

''لجنہ کراچی نے جو تین نئی کتابیں شائع کی ہیں وہ بھی ہمیشہ کی طرح ایک نہایت مقبول کوشش ہے۔ امید ہے بہتوں کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ MTA پر بھی ہم ان سے استفادہ کریں گے۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سب ساتھنوں کو ان نیک علمی کاموں کی ایسی دائمی جزا دے جو اس دنیا میں بھی ان کے شامل حال ہو اور اُخروی زندگی میں بھی فیض کا موجب بنے۔ عزیزہ شہناز نعیم کو خاص طور پر بہت بہت محبت بھرا سلام۔''

(17-8-96)

مکرمہ صوفیہ اکرم چٹھہ صاحبہ (سیکرٹری تعلیم ضلع کراچی) نے 'قندیلیں' نام سے حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کی مبارک تحریرات سے دلچسپ سبق آموز واقعات جمع کئے۔ صوفیہ نے کتاب کا انتساب بہت عمدہ لکھا:

''میں اس کتاب کو اپنی عظیم ماں حیات بی بی اہلیہ چودھری رحمت خاں صاحب کے نام منسوب کرتی ہوں جس کی بعض خواہشیں باوجود ایک متمول خاندان کی فرد ہونے کے اپنی دوہری یتیمی کی وجہ سے حسرتیں ہی رہیں۔ لیکن مضبوط ارادے کی مالک ماں نے اپنی اس تشنگی کو یتامیٰ کی پرورش اور اپنی اولاد کی تربیت سے دور کیا۔ یہ ادائیں آپ نے

اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سیکھی تھیں۔ وہ امت کے لئے ہر خوبی و خیر اپنانے کے لئے حریص اور میری ماں اولاد کے لئے ہر دینی اور دنیاوی کاموں میں ان کے آگے بڑھنے کے لئے حریص۔
قارئین سے ان کی مغفرت و بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہوں۔''

پینتالیسویں کتاب 'جماعت احمدیہ کا تعارف' مکرم مبشر احمد خالد صاحب مربی سلسلہ نے تحریر کی۔ نئے احمدی ہونے والوں اور تبلیغ کے لئے کارآمد کتاب ہے۔

'ولادت سے نبوت تک' سیرت نبوی بطرز سوال جواب کا پہلا حصہ بشریٰ داؤد نے مرتب کیا۔

لجنہ کراچی کا ایک منفرد اعزاز

1997ء کے جلسہ سالانہ یوکے میں خواتین سے خطاب میں پیارے حضورؒ نے پہلے دور اوّل کی خواتین کی قربانیوں کا دل نشین انداز میں ذکر فرمایا اور پھر دور آخر کی خواتین کی مساعی کو خراج تحسین پیش فرمایا۔ آپ کی ذرہ نوازی، ہماری خوش نصیبی کہ اس میں لجنہ کراچی کا نام بھی شامل تھا۔ آپؒ کے مبارک الفاظ تھے:

''اب میں کراچی کی بات کرتا ہوں۔ کراچی خدا کے فضل سے غیر معمولی خراج تحسین کی مستحق ہے۔ آپا سلیمہ اُن کی صدر ہیں اور بہت نیک دل، دل موہ لینے والی صدر ہیں اور انتظام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ ان کی بیشتر جو مددگار رہیں

بچیاں ان میں ایک فوت ہو چکی ہیں۔حوری بانو (حور جہاں بشریٰ۔ ناقل)اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے وہ بھی ان کی بہت مدد کیا کرتی تھیں ،مگر اس وقت امۃ الباری ناصر اور مسز ناصر ملک یہ ان کے بازو ہیں اور اپنے اپنے دائرے میں غیر معمولی خدمات سر انجام دے رہی ہیں ۔ان بچیوں کو خصوصاً اشاعتِ کتب میں بہت مہارت حاصل ہے اور امۃ الباری ناصر کے تحت کثرت سے چھوٹے چھوٹے رسائل جو مختلف موضوعات پر اور بہت اچھے رسائل ہیں وہ شائع ہو چکے ہیں اور ہر سال نئے سے نئے شائع ہوتے رہتے ہیں۔“

(الازہار لذوات الخمار جلد دوم حصہ اول صفحہ 518-519)

’نماز اور اس کے آداب و مسائل‘ رنگین، باتصویر، آرٹ پیپر پر انتہائی خوبصورت کتاب مکرمہ محمودہ امۃ السمیع صاحبہ نے تیار کی۔اس کتاب کے ساتھ سی ڈی بھی تیار کی گئی جس سے اس کی افادیت میں بہت اضافہ ہوا۔

’گلشنِ احمد‘ چودہ پندرہ سال کے بچوں کے لئے نصاب پر مشتمل ہے۔یہ بچوں کے نصاب کے سلسلے کی آخری کتاب ہے۔یہ وہ سلسلہ تھا جو کام کے آغاز میں بشریٰ کے ساتھ شروع ہوا تھا مگر تکمیل وہ نہ دیکھ سکی۔مولا کریم اس کا سارا ثواب اس کو پہنچا دے اور بڑھا کر دیتا رہے۔آمین۔

’عاجزانہ راہیں‘ مکرمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ کا نتیجہ ٔ فکر ہے صاحبِ علم خاتون ہیں اور اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتی ہیں ان کا مسودہ اس قدر ستھرا لکھا ہوا آتا تھا کہ مجھے بہت کم محنت کرنی پڑتی۔

'قواریر۔قوامون' کے نام سے اصلاحِ معاشرہ کمیٹی کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ۲۸ دسمبر ۱۹۳۰ کی تقریر سے کچھ حصہ شائع کیا گیا۔

'اچھی کہانیاں' ہماری فرمائش پر مکرمہ بشریٰ قریشی صاحبہ نے لکھی۔ مقبول ہوئی، کئی ایڈیشن آئے۔

''دلچسپ سبق آموز واقعات''۔ہماری باون ویں پیش کش ہے جو مکرم عبدالباسط صاحب شاہد نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کتب سے مشہورِ زمانہ دلچسپ واقعات جمع کر کے مرتب کی ہے۔واقعات پڑھتے ہوئے آپ کا مخصوص لہجہ ذہن میں آنے لگتا ہے جو بہت لطف دیتا ہے۔

'نبوت سے ہجرت تک' مکرمہ بشریٰ داؤد صاحبہ کے بچوں کے لئے سلسلہ وار لکھے ہوئے مضمون کو قدرے درست اور مکمل کر کے 1997ء میں شائع کیا گیا۔

'سچے احمدی کی ماں' حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا خطبہ جمعہ ہے۔

'کتابِ تعلیم' کا خیال حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ایک خواہش پڑھ کر آیا۔ملفوظات جلد اوّل صفحہ 260 پر تحریر ہے:

> ''میں چاہتا ہوں کہ ایک کتاب تعلیم کی لکھوں...اس کتاب کے تین حصے ہوں گے ۔ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہمارے کیا فرائض ہیں اور دوسرے یہ کہ اپنے نفس کے کیا حقوق ہم پر ہیں اور تیسرے یہ کہ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں۔''

اپنی رفیقِ کار برکت ناصر صاحبہ کو اس پر کام کرنے کی درخواست کے جواب میں حسبِ معمول ان کا مخصوص جملہ 'تُسیں حُکم کرو' سن کر خوشی ہوئی۔ بڑی محنت سے

اقتباس جمع کئے اور کہا کہ کتاب تو چھپتی چھپے گی۔ مجھے بڑا فائدہ ہوا ہے۔ یقیناً ہمیں تیاری میں بہت فائدہ ہوا اور چھپنے کے بعد تو اس کا فیض عام ہو گیا۔ الحمد للہ۔

مکرم ناظر صاحب اشاعت ربوہ نے اس کی اشاعت کی اجازت دیتے ہوئے تحریر کیا:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک خواہش' کی اشاعت کی اجازت ہے۔ ماشاء اللہ بہت اچھا مسودہ ہے اور اس کی اشاعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کی تکمیل کا باعث ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔''

'تجلیاتِ الٰہیہ کا مظہر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' از امۃ الرفیق ظفر صاحبہ کی 496 صفحات پر مشتمل کتاب کا ایک ایک لفظ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتہائی محبت کا اظہار ہے۔ قرآنِ پاک میں درج اسمائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنوان بنا کر سیرت و سوانح سے مثالیں دے کر سیر حاصل تفصیل بیان کی ہے۔ کتاب پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کثیر مطالعہ کا نچوڑ ہے۔

حیرت انگیز خوشکن نتائج اور چار چاند لگنے کی دعائیں

'احمدیت کا فضائی دور' کراچی لجنہ کی ستاون ویں پیش کش ہے جو ایڈیٹر الفضل ربوہ مکرم عبدالسمیع خان صاحب نے تحریر کی۔ ایم ٹی اے کے اجراء پر یہ پہلی تاریخی تحقیقی کتاب ہے۔ پیارے حضورؒ نے پسند فرمائی اور سب خدمت گزاروں کو دعائیں عطا فرمائیں۔

''لجنہ کراچی کی ستاون ویں پیش کش انتہائی قابلِ قدر ہے ماشاء اللہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اس پر میں آپ اور آپ کی معاونات کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنی پیار

کی نظر رکھے اور ہمت و توفیق بڑھائے اور دین کے کاموں کی جو چاٹ لگ گئی ہے اس میں مزید جِلا بخشے اور بیش از پیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور کام کے نتائج حیرت انگیز طور پر خوشکن ہوں۔

عزیزہ برکت ناصر صاحبہ، رفیعہ محمد صاحبہ، طیبہ بشیر صاحبہ، طیبہ طاہر اور امۃ الکریم صاحبہ اور جن کے نام آپ سے رہ گئے ہیں لیکن خلوص سے کام کرتی ہیں ان سب کو میری طرف سے شاباش اور محبت بھرا اسلام اور ڈھیروں دعائیں۔ خدا حامی و ناصر ہو۔'' (1-7-1999)

مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے یہ کتاب دیکھ کر بہت پیاری دعا دی:

''خدا کرے سَو کا ٹارگٹ جلد تکمیل پا جائے اور کوثر و تسنیم کی یہ علمی نہریں بار بار اشاعت کی صورت میں قیامت تک جاری رہیں۔''

(مکتوب:4-5-1999)

اس سال کے اختتام پر ہمیں مساعی کو چار چاند لگنے کی دعا ملی۔ حضور پُرنور نے تحریر فرمایا:

''آپ اور آپ کی معاونات ماشاءاللہ بہت اخلاص اور سلیقہ سے کام کر رہی ہیں میں آپ سب کے لئے خدا کے حضور دعا گو ہوں آپ کی مساعی کو چار چاند لگیں اور لوگ فیضیاب ہوں میری طرف سے سب کو سلام۔''

(3-12-1999)

اٹھاون ویں نمبر پر بشریٰ داؤد صاحبہ کی 'امن کا گہوارہ۔ مکہ مکرمہ' خوبصورت تحقیقی کتاب رنگین ٹائٹل کے ساتھ شائع ہوئی۔ اس طرح مرحومہ کے ایک اور ادھورے کام کو مکمل کرنے کی

توفیق ملی۔

اس کے بعد مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب کی کتاب 'بیعتِ عقبہ اولیٰ تا عالمی بیعت' جو گہرے مطالعہ اور تحقیق کا نچوڑ تھی شائع ہوئی۔

اسی سال منظرِ عام پر آنے والی کتابوں میں سیرتِ نبوی کے سلسلے کی بشریٰ داؤد صاحبہ کی تیسری کتاب 'ہجرت سے وصال تک' اور 'انسانی جواہرات کا خزینہ'۔ خاکسار کی 'حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن' اور 'حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشاغلِ تجارت اور شادی' بھی شامل تھیں۔ حسبِ معمول یہ کتب حضرت صاحبؒ کو بھیجیں اور دعائیں لوٹیں۔ تحریر فرمایا:

> ''آپ کی رپورٹ بابت کتب مع نئی کتب ملی، ماشاءاللہ۔ چشم بد دور۔ اللھم زدو بارک۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ سب کام کرنے والیوں کو میری طرف سے بہت بہت سلام۔ اللہ ان سب کو جزا عطا فرمائے اور بیش از پیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (30-9-2000)

مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے دعاؤں سے نوازا:

> ''صدسالہ جشنِ تشکر کے سلسلہ میں لجنہ کراچی کی طرف سے گراں قدر تالیفات کی اشاعت پر مبارک صد مبارک
>
> ان سے لٹریچر میں نہایت مفید اضافہ ہوا ہے۔ لجنہ کراچی اور آپ کی سب کارکنات کے لئے اس عظیم اور جلیل القدر خدمت پر دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ یہ ایک مثالی کارنامہ ہے جس کی سعادت لجنہ کراچی کے حصے میں آرہی ہے۔ اللھم زدو بارک۔ دوبارہ مبارک باد۔''

چونسٹھویں کتاب مکرم عبدالسمیع صاحب ایڈیٹر الفضل کا والدین کے احترام پر نتیجہ فکر

'جنت کا دروازہ' تھی۔ پھر خاکسار کی '' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آغازِ رسالت' شائع ہوئی۔کونپل کا سندھی زبان میں ترجمہ کروایا گیا تا کہ چھوٹے بچوں کو ان کی زبان میں آسانی سے دینی باتیں سکھائی جاسکیں۔خلافت لائبریری میں تیارکردہ ایک کتاب 'ربوہ منظوم کلام' کراچی سے چھپی۔ یہ ایک منفرد کتاب ہے جس میں ربوہ دارالہجرت کے بارے میں احمدی شعرا کا منظوم کلام جمع ہے۔مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کو یہ پیشکش بھی پسند آئی۔رقم طراز ہیں:

''لجنہ کراچی کی ۶۷ ویں شانداراور بہار آفریں کتاب 'ربوہ' پر دل کی گہرائیوں سے اور جذباتِ تشکر کے ساتھ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ربِ جلیل لجنہ کراچی کو پہلے سے بڑھ کر خدماتِ جلیلہ کی توفیق عطافرمائے اور ہر احمدی خاتون اور ناصرات کا دل اسی طرح علم و معرفت سے لبریز کردے جس طرح بحیرۂ عرب سمندر کے قطروں سے پر ہے۔

مجھے یقیں ہے کہ قادیاں سے محمدؐ کا غلغلہ اٹھے گا
جہاں جہاں ہم فنا ہوئے ہیں وہاں وہاں قافلہ اٹھے گا
ہماری مٹی نئے زمانوں کے معبدوں میں اذان دے گی
ہمارے جسموں پہ ہے جو بیتی وہ خاکِ ربوہ نشان دے گی

خاکسار کی '' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت الی اللہ اور ہجرتِ حبشہ'' کو اڑسٹھواں نمبر ملا۔کتاب دیکھ کر مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے حوصلہ افزائی کی:

''جزاکم اللہ 'دعوت الی اللہ اور ہجرتِ حبشہ' کی شاندار پیش کش پر شکریہ اور دلی مبارک باد۔ یہ ماشاء اللہ اس سال کی ابتدائی مجاہدانہ قلمی

خدمات کا مرقع ہے۔رب العرش اپنے دربارِ عام میں سند قبولیت سے نوازے اور ہر لمحہ ممبرات لجنہ کراچی کو روح القدس سے معمور رکھے تا یہ خطہ جلد اسلام کے نور سے جگمگا اُٹھے

بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوت خدا کرے
قائم ہو پھر سے حکمِ محمد ﷺ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے"

ایک بابرکت کام

اللہ تعالیٰ نے شعبہ اشاعت کو مالی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔کچھ بچت ہوئی تو ایک بہت بابرکت کام میں حصہ لینے کی توفیق ملی۔حضورؒ نے 2001ء میں لندن میں مسجد کی تعمیر کے لئے چندے کا اعلان کیا۔ہم نے اس فنڈ میں شعبہ اشاعت کی طرف سے ایک ہزار پونڈ پیش کئے اور اس کے ساتھ دعا کی غرض سے اس شعبے کی ایک ایک خدمت گزار کا نام بھی تحریر کیا۔ہمارے حضور نے یہ تحفہ قبول فرمایا اور ہمیں بہت دعاؤں سے نوازا۔

"آپ کا رپورٹ نما خط محررہ 2001-04-17 ملا جزاکم اللہ احسن الجزاء۔آپ کے شعبہ اشاعت والوں کی طرف سے ایک ہزار پونڈ کی مالی اعانت برائے مسجد قابلِ قدر ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب کے اموال اور نفوس میں برکت ڈالے اور بیش از پیش خدمات کی توفیق دے آمین۔میری طرف سے تمام معاونات کو بہت بہت محبت بھرا

سلام اور دعا۔“

(1-5-01)

ہماری حقیر مساعی پر تحسین کے الفاظ ہمیں خوش رکھتے ۔مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب وکیل الاشاعت ربوہ نے تحریر فرمایا:

”بسلسلہ جشنِ تشکر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کے زیرِ اہتمام مطبوعات کا جو سلسلہ جاری کیا گیا ہے وہ ماشاء اللہ بہت مفید اور بابرکت ہے اور یہ وقت کی ضرورت بھی ہے۔“

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن نے تحریر فرمایا:

”لجنہ اماء اللہ کراچی نے صد سالہ جوبلی کی مناسبت سے بہت سی مفید کتابیں دیدہ زیب رنگ میں شائع کی ہیں اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ اشاعتِ کتب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔اس کامیابی پر جو ایک عظیم اور پائدار رنگ رکھتی ہے آپ کی خدمت میں صمیمِ قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ساتھ کام کرنے والے سب احباب اور خواتین کو بہترین جزا عطا فرمائے۔جزا کا یہ پہلو آپ کو نصیب ہو کہ اس میدان میں مزید خدمات کی سعادت ملے۔آمین“

عجب محسن ہے تو بحر الایادی

فسبحٰن الّذی اخزی الاعادی

کتب کی اشاعت کا کام جس تیز رفتاری سے جاری تھا، جس طرح ہر کام کے لئے

سلطانِ نصیر مل رہے تھے اور جس طرح آسمان سے مقبولیت کی ہوائیں چل رہی تھیں اس سے ہمارے دل ہمہ وقت شکر گزاری میں سجدہ ریز رہتے۔ مجھے بشریٰ کی ایک بات یاد آتی ہے اکثر کہتی ابھی ہر چیز سنبھال کر رکھتی جائیں اور کام کرتی جائیں کبھی فرصت میں ماضی پر نظر ڈالیں گے تو خوش ہوں گے اور خوشی میں اللہ تعالیٰ کو لپٹ جائیں گے۔ وہ تو بہت جلد جا کر اللہ تعالیٰ کو لپٹ گئی اور خاکسار سنبھال کر رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھنے کی فرصت کی تلاش میں رہی۔ ہر دن ہمہ جہتی ذمہ داریوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔ بشریٰ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسز ناصر ملک صاحبہ کو ایک مضبوط سہارا بنا دیا۔ ہمارے کام چلتے رہے۔ یہاں اشاعت کے معمول کے کاموں کی ایک جھلک دکھادوں تاکہ زیادہ دعائیں شاملِ حال ہوں۔ (اس میں گھر کے معمول کے کام شامل نہیں ہیں)

کسی تعلیم یافتہ خاتون کو آمادہ کرنا کہ وہ کسی موضوع پر تحقیق کر کے کتاب لکھیں انہیں موضوع کے انتخاب میں مشورہ دینا اور بتانا کہ کہاں کہاں سے مواد ملے گا۔ مصنفین اور مرتبین کے تیار کئے ہوئے مسودات پہلے خود چیک کرنا اور ضروری ترتیب و اصلاح کے بعد مکرم ناظر صاحب اشاعت کو منظوری کے لئے بھیجنا۔ ناظر صاحب کی طرف سے منظور ہو کر آنے والے مسودات کی ان کی ہدایات کے مطابق اصلاح کرنا۔ کتابت یا کمپوز شدہ کاغذات کی پروف ریڈنگ کئی کئی مرتبہ کرنا۔ کاتب صاحب کو مسلسل اگلا کام دینے کے لئے تیار رکھنا۔ پبلشر سے کام کی رفتار کے بارے میں استفسار کرنا۔ اصلاح کے باوجود غلطی نظر آنے پہ رونا۔ اپنی تخلیقی کاوشوں کو جاری رکھنا۔ خاص طور پر فرہنگ کی تیاری بہت عرق ریزی کا کام ہے۔ صدر صاحبہ سے اخراجات کے بلوں کی ادائیگی کی منظوری لینا۔ سیلز سیکشن کے کاموں کا جائزہ لینا۔ خطوط لکھنا اور ڈاک کا جواب دینا۔ ہر کام کا اپ ٹو ڈیٹ حساب رکھنا۔ رپورٹ لکھنا۔ وغیرہ

وغیرہ وغیرہ۔

ہمیں خدمت کا ایک موقع یوں بھی ملا کہ کینیڈا سے مکرم شیخ خورشید احمد صاحب نے لجنہ کراچی کو اپنی کتب کی اشاعت کا اختیار دے دیا۔ ہم نے خوشی سے یہ ذمہ داری قبول کی۔ ’جوئے شیریں‘ میں کلام طاہر سے نظمیں شامل کر کے کتابت درست کرا کے رنگین سرورق کے ساتھ شائع کر دی۔

اس کے بعد ۷۰ نمبر پر خاکسار کی ’حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔شعبِ ابی طالب اور سفرِ طائف‘ منظرِ عام پر آئی۔مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے بہت حوصلہ افزائی فرمائی:

’’شعبِ ابی طالب وسفرِ طائف‘ جیسی نہایت نفیس اور سادہ و سلیس زبان سے مزین اور بیش قیمت تاریخی معلومات پر مشتمل کتاب ملی۔ضلع کراچی کی مطبوعات کا سلسلہ ۷۰ تک پہنچ گیا ہے اللھم زد وبارک۔امۃ الباری ناصر صاحبہ کی خدمت میں بھی صمیمِ قلب سے ہدیۂ تبریک۔ربِ کریم ان کے علم وقلم اور ایمان وعرفان میں مزید بے پناہ برکت بخشے۔وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء‘‘

(مکتوب:02-03-16)

’سفرِ آخرت۔آداب ومسائل‘ خاکسار کی فرمائش پر مکرمہ امۃ الرشید ارسلہ صاحبہ نے بہت شوق اور محنت سے وفات کے وقت کے مسائل جمع کیے۔ان کا شوق ان سے بہت زیادہ محنت کروا دیتا۔دو صفحات لکھنے ہوتے تو بیس لکھ دیتیں۔ مجھے پھر بیس کے دو صفحے بنانے پڑتے۔مگر ان کا خلوص قابلِ قدر تھا۔

نئی درثمین اردو مع فرہنگ

اشاعت کا کام باقاعدہ شروع ہونے سے بہت پہلے کی بات ہے۔ درثمین سے انتہائی محبت اور دلی وابستگی کی وجہ سے پڑھنے والوں کا غلط تلفظ سُن کر کوفت ہوتی۔ خیال آیا کہ دُرثمین کے مشکل الفاظ اعراب اور معانی کے ساتھ ایک چھوٹی سی کتاب کی صورت میں مرتب کیے جائیں تو بہت فائدہ ہو۔ مشکل اور طویل محنت طلب کام تھا۔ ہر لفظ 'شاعر' کا مقام و مرتبہ اور شعر کا مزاج ذہن میں رکھ کر سوچنا تھا۔ بہرصورت دعا کرتے کرتے کام کیا۔ کام مکمل کر کے حضور پُرنور کو بھیجا تو آپؒ کا ارشاد موصول ہوا:

''درثمین کے مشکل الفاظ کے معانی پر مشتمل مسودہ میں نے دیکھا ہے۔ ماشاءاللہ آپ نے خوب محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور ہر لحاظ سے مفید بنائے بہتر ہو کہ نئی درثمین شائع کریں جس میں ہر مشکل اور اہم لفظ کا تلفظ بیان ہوا اور زیر زبر ڈال کر اس کی حرکات کو نمایاں کیا جائے اردو ترجمہ کے ساتھ انگریزی بھی دیں... پس بہتر ہو کہ اس ہدایت کی روشنی میں نئی درثمین شائع کریں۔''

(16 جنوری 1983)

کلام کی نئے سرے سے کتابت کرانے کا ارشاد موصول ہونے پر پہلے کتابت کی غلطیاں وغیرہ ٹھیک کرنے کے لئے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ کتابت در کتابت کی وجہ سے بہت جگہ اصلاح کی ضرورت ہے۔ ایک ایک نظم کی تحقیق کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پہلے ایڈیشن سے لفظ بلفظ ملا کر مسودہ درست کر کے کتابت کروائی اور ہر

صفحے کی اَن گنت دفعہ پروف ریڈنگ کی تا کہ غلطی کا حتی الوسع امکان نہ رہے۔ بہت سے مقامات ایسے تھے جن کے متعلق حضور انورؒ سے دریافت کر کے فیصلہ لیا۔ ان سب مراحل میں بے حد باریک نظری سے کام کرنے کی وجہ سے کئی سال لگ گئے۔ حضرت اقدسؑ کے کلام میں ڈوبے رہنے کا موقع ملا جس کا اپنا ہی لطف ہے۔ دعاؤں کی نعمتیں مستزاد:

''آپ کی رپورٹ محررہ 90-11-13 ملی جزاکم اللہ احسن الجزاء
آپ ماشاءاللہ بہت اہم کام کر رہی ہیں اور بہت بڑی خدمت ہے آپ خدا کے فضل سے اس کی اہل بھی ہیں۔
نئی نسلوں کے تلفظ میں تو اتنی غلطیاں ہیں کہ سُن کر دل کڑھتا ہے اور اچھی آوازوں والے بھی غلط تلفظ کی وجہ سے مزا کرکرا کر دیتے ہیں۔ اللہ آپ کی محنت کو پھل لگائے اور لوگ فائدہ اُٹھائیں۔''

(مکتوب:24.11.90)

اس ضمن میں ایک بے بہا نعمت میسر آئی جس کو ریکارڈ میں لانا ہمارے لئے باعثِ سعادت ہے۔ خاکسار نے مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب سے استفسار کیا کہ درثمین کا پہلا ایڈیشن کب منظرِ عام پر آیا؟ آپ نے اس کے جواب میں ایک مبسوط مضمون رقم فرمایا۔ عنوان تھا:

درثمین کا پہلا ایڈیشن اور اس کی سَو سالہ اشاعتوں پر ایک طائرانہ نظر

یہ طائرانہ نظر کسی زاغ و زغن کی نہ تھی ایک عقاب کی تھی جس کی دوررس نگاہوں میں تاریخ کا ہر پہلو مستحضر رہتا ہے۔ (یہ مضمون شائع ہو چکا ہے) اس مضمون کے ساتھ ہمیں سب سے پہلے شائع ہونے والی درثمین کے ٹائٹل کا عکس بھی عنایت کیا جو ہماری کتاب میں شامل

ہے۔اس کے ساتھ آپ نے جو دعائیں دیں،ہمیں نہال کر گئیں۔تحریر بھی خوبصورت ہے:

''خدائے ذوالعرش ہم سب کو بے شمار حقائق و معارف سے لبریز
اس آسمانی خزانہ کی عظمتوں کو پہچاننے کے لئے چشم بصیرت عطا فرمائے
اور اسے دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی توفیق بخشے آمین۔ بلاشبہ
تینوں میں سے ہر ایک درثمین حضرت مسیح موعودؑ کی تمام کتب،مکتوبات،
اشتہارات اور ملفوظات کا جامع خلاصہ بھی ہے اور زندہء جاوید اور حیرت
انگیز علمی نشان بھی۔''

گلوسری کی ابتدائی محنت کی توفیق خاکسار کو ملی مگر خوب سے خوب تر کرنے میں مکرم نورالدین منیر صاحب،مکرم منصور احمد قریشی صاحب،مکرمہ نصری حمزہ صاحبہ،مکرمہ محمودہ امۃ السمیع صاحبہ کا تعاون حاصل رہا۔فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

مسلسل جدوجہد میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے من حیث لا یحتسب دروازے کھلتے رہے تیاری کا کام مکمل ہوا۔اشاعت کے منصوبے بن رہے تھے کہ ایک امتحان بھی آیا۔

14-3-96 کا تحریر کردہ حضرت صاحب کا ارشاد موصول ہوا جس کا مضمون یوں تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب صرف مرکزی ادارے ہی شائع کر سکتے ہیں کسی ذیلی تنظیم یا فرد کو اجازت نہیں۔آپ سارا کام ناظر صاحب اشاعت ربوہ کے حوالے کر دیں۔اس ارشاد پر عمل بہت مشکل تھا تاہم مولیٰ کریم نے حوصلہ دیا۔اطاعت میں برکت کی تربیت کام آئی اور ہمت کر کے سارا کام نظارت اشاعت کے حوالے کر دیا اور دوسری کتابوں میں مصروف ہو گئی۔آپا سلیمہ میر صاحبہ امریکہ سے واپس آئیں تو پوچھا درثمین کا کام کہاں تک پہنچا ہے۔میں نے صبر و ضبط کے ساتھ ساری روداد سنا دی۔پوچھا تم نے اپیل کی۔میں نے جواب دیا۔نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اُس کا پیارا خلیفہ سب جانتے ہیں اس لئے اس خیال سے کہ اسی میں بہتری ہو گی کوئی اپیل نہیں کی۔ مگر شاید میری آنکھوں نے کچھ کہہ دیا۔ مجھے بتائے بغیر آپا سلیمہ صاحبہ نے حضور پرنور کو خط لکھ دیا۔ کچھ ہی عرصے کے بعد پیارے حضور کا خط موصول ہوا:

”آپ کو درثمین اردو مع فرہنگ کی اشاعت کی استثنائی صورت میں اجازت ہے۔“

میں کیوں کر گن سکوں تیری عنایات
ترے فضلوں سے پُر ہیں مرے دن رات

1998ء میں خاکسار کو لندن جانے کی توفیق ملی۔ دلی تمنا بر آئی اپنے ہاتھ سے درثمین کی ڈمی حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت پائی۔ اجازت ملنے پر اشاعت کے مراحل شروع ہوئے۔ کئی دشوار گزار راہوں سے گزر کر جولائی 2003ء میں کتاب چھپ کر آئی تو پیارے حضور اس دنیا میں نہیں تھے۔ سب سے پیارے نے اپنے اور ہمارے پیارے کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔

ہمیں قدم قدم پر پل پل حضرت صاحب کی شفقتوں کی عادت ہو گئی تھی بہت بڑا دھکا لگا ایسا خلا جو کبھی پر نہیں ہو سکتا۔ یہ سب روداد جو میں لکھ رہی ہوں اس کا مقصد بھی خلیفۂ وقت کی مہربانیوں کی وسعتوں کا ذکر کرنا ہے۔ ساری کائنات میں ایک ملک، ایک ملک میں ایک شہر، ایک شہر میں ایک تنظیم، ایک تنظیم کا ایک شعبہ... ایک ذرۂ ناچیز اور اس پر لطف و کرم کی بارش۔

الحمدللہ رب العلمین۔ ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔

حصہ دوم

خلافتِ خامسہ میں شعبہ اشاعت لجنہ کراچی کی اشاعتی خدمات

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جون 2003ء میں انتہائی خوبصورت درثمین زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ کتاب کے استقبال کے لئے ہم شعبہ اشاعت والے محترمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ کے گھر جمع تھے۔ کتاب دیکھ کر دل حمد و شکر اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں۔ دراصل حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد نے بے قابو کیا ہوا تھا۔ آپا میری کیفیت سمجھ رہی تھیں۔ انتہائی گرم جوشی سے خاکسار کو لپٹا کر مبارکباد دی۔ قیمتی خوشبو کا تحفہ دیا اور اس سے بھی قیمتی ایک نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خوشی دی ہے۔ اس کے شکرانے میں خود کو سنبھالو۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا، ہر حال میں اللہ کے آگے جھکو۔ اتنے پیار اور مان سے کی ہوئی نصیحت سیدھی دل میں اُتری۔ مجھے محسوس ہوا ایک دم روشنی تیز ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مہربان آپا کو سلامت رکھے۔ ہم نے سب سے پہلے کتاب پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مبارک نام لکھا اور خدمت گزاروں کے لئے دعا کی درخواست کے ساتھ تحفہ بھیجا۔

بفضلِ الٰہی حضور انور نے اس پیشکش کو پسند فرمایا اور خدمت گزاروں کو دعاؤں سے نوازا۔ تحریر فرمایا:

> ''درثمین کا نیا نسخہ مل گیا ہے۔ ماشاء اللہ آپ لوگوں نے اس پر خوب محنت کی ہے۔ طباعت بھی عمدہ اور دیدہ زیب ہے۔ جزاکم اللہ

احسن الجزا‘‘

(مکتوب ۱۵ مئی ۲۰۰۳)

کتنا بڑا انعام۔ کتنا بڑا خزانہ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

الفضل ربوہ نے بہت خوبصورت تبصرہ لکھا:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کے ساتھ عشق کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اس کے معانی بھی سمجھ میں آجائیں اور اس کے تلفظ کا بھی خیال رکھتے ہوئے درست ادائیگی کے ساتھ اس پاک اور شیریں کلام کو یاد کیا جائے اور اس سے لذت حاصل کی جائے۔

مشکل الفاظ کے معنی اور الفاظ کی درست ادائیگی کے لئے اعراب کا استعمال لجنہ اماء اللہ کراچی کی طرف سے شائع ہونے والی درثمین کے جدید ایڈیشن میں کیا گیا ہے۔ یہ خوبصورت ٹائٹل اور اعلیٰ کاغذ پر چھپنے والی درثمین فرہنگ (Glossary) کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ مشکل الفاظ پر زیر زبر ڈال کر اس کی درست ادائیگی کے لئے رہنمائی کر دی ہے اور ہر نظم کے مشکل الفاظ کے معانی رومن الفاظ اور انگریزی ترجمے کے ساتھ فرہنگ میں دیئے گئے ہیں۔

منظوم کلام 202 صفحات پر مشتمل ہے اور فرہنگ جس میں اردو الفاظ، انگریزی میں تلفظ، اردو معانی اور انگریزی میں معانی شامل ہیں۔ یہ 79 صفحات الگ دیئے گئے ہیں۔ درثمین میں جو حواشی دیئے گئے ہیں ان کا انگریزی ترجمہ بھی علیحدہ ضمیمہ کی صورت میں دیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ پر مقدمہ قتل کی تفصیل اور درثمین میں مذکور بعض افراد کا انگریزی میں تعارف ضمیمہ نمبر ۲ اور نمبر ۳ میں دیا گیا ہے۔

درثمین کا خوبصورت ٹائٹل اور بعض خطاطی کے نمونے مکرم ہادی علی صاحب نے بنائے ہیں۔خوبصورت طباعت اور اعلیٰ رنگین صفحات کے ساتھ شائع ہونے والی درثمین مع فرہنگ کلام الامام کو نئی نسل اور انگریزی ماحول میں پلنے والے طبقے میں متعارف اور روشناس کروانے کے لئے خاص طور پر مفید رہے گی۔اس علمی کاوش پر لجنہ اماء اللہ کراچی تحسین کی مستحق ہے۔اللہ تعالیٰ مرتبہ اور جملہ انتظامیہ کو اس کی جزا عطا کرے۔اس کتاب کے مسودے کی تیاری میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کی راہنمائی اور دعائیں شامل حال رہی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کے شیریں ثمرات سے متمتع فرمائے۔آمین۔

(الفضل ربوہ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۳)

اس موقع پر محترم شیخ ادریس صاحب کی مہارت، محترم خالد محمود اعوان صاحب کی دلفریب کیلیگرافی اور محترم ہادی علی صاحب کے فن کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔الحمدللہ یہ کتاب اب مستقل قادیان سے شائع ہو رہی ہے اور دنیا بھر میں دستیاب ہے۔

ہماری تہترویں کتاب 'ہجرت' مکرم عبد الستار خان صاحب اور مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب مربیانِ سلسلہ کی اس موضوع پر گہری تحقیق پر مشتمل ہے۔یہ ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئی۔الفضل نے سیر حاصل تبصرہ لکھا:

''ہر مامور من اللہ کی آمد ہجرت کی متقاضی ہے کیوں کہ وہ ایک نئی

زمین اور نیا آسمان آباد کرتا ہے جس کی طرف وہ بنی نوع انسان کو بلاتا ہے اور لوگوں کو اللہ کی طرف فرار اور ہجرت اختیار کرنے کی دعوت کرتا ہے۔ معاصی کی دنیا سے ہجرت کر کے مومنین عافیت کے حصار میں چلے آتے ہیں۔ اس ہجرت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنی بے شمار رحمتیں اور برکتیں مہاجرین پر نازل فرماتا ہے۔ یہ تو ایک روحانی ہجرت کا مضمون ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ظاہری ہجرت کا مضمون بھی ابتدا سے جاری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت فرمائی اور پھر خود بھی منشائے الٰہی کے موافق اپنے وطن مالوف مکہ کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کی جس کے بعد عظیم فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپؐ نے دینی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل مہاجر وہ ہے جو ان تمام اقوال و افعال کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جان نثار رفقاء نے آپ کی خاطر اپنے وطن چھوڑ دئے اور اپنے دیارِ محبوب قادیان میں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ داغِ ہجرت کا الہام بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہوا تقسیمِ برصغیر کے بعد جماعت احمدیہ نے قادیان سے پاکستان ہجرت کی اور ربوہ کا عظیم شہر بسایا جہاں سے توحید کی صدا دنیا بھر میں بلند کی گئی اور ۱۹۸۴ء کے پر آشوب دور میں حضور انور ہجرت کر کے دیار مغرب تشریف لے گئے اور پھر جماعت احمدیہ کی عالمگیر اور عظیم الشان

ترقیات کے دور کا آغاز ہوا۔ہجرت کے روحانی اور ظاہری مفہوم اس کی عظیم برکات، اس کے بارے میں دینی تعلیم ،انبیاء علیھم السلام کی ہجرت ،آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ علیھم السلام کی ہجرت اور اس کی برکات ،حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء کی ہجرت ،ہجرتِ قادیان اوراس کی برکات ،حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہجرت کے نتیجے میں نازل آسمانی افضال کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے دونوں مرتبین مربی صاحبان کو جزا عطا فرمائے۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸ اپریل ۲۰۰۳)

چوہتر ویں کتاب 'ہجرت مدینہ اور مدینہ میں آمد' ہماری سیرتِ نبویؐ کے سلسلے کی کتاب ہے۔یہ بھی ۲۰۰۳ء میں منظرِ عام پر آئی۔سیرت نبویؐ پر آسان زبان میں سلسلہ وار کتابوں میں یہ آخری کتاب ہے۔

کراچی لجنہ کے حصے میں یہ سعادت بھی آئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے پہلے شہید صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد صاحب پر کتاب پیش کی۔ یہ ہماری پچھتر ویں کتاب ہے جو 2003ء میں شائع ہوئی۔اس کی تیاری کے لئے صاحبزادہ صاحب کی والدہ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ اور بیگم مکرمہ امۃ الناصر نصرت صاحبہ نے بہت تعاون کیا۔تصاویر بھی دیں۔خلافت لائبریری کے مکرم شہزاد عاصم صاحب نے مواد کا بڑا حصہ مہیا کیا۔مکرمہ برکت ناصر صاحبہ تو ہر کام میں سلطانِ نصیر ہیں۔فجز اہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے کتاب موصول ہونے پر ایک خوبصورت مکتوب سے نوازا:

''آپ کے شعبہ اشاعت کی طرف سے شائع ہونے والی نئی تصنیف 'مرزا غلام قادر احمد' موصول ہوئی ۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ماشاءاللہ بڑی اچھی ترتیب دی ہے۔حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کی شہادت پر فکر کا اظہار کیا تھااوراس امید کا بھی کہ اس معیارِ قربانی پر شاید کچھ اورلوگ بھی قائم ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے تقریباً 95 سال بعد آپ کی نسل میں سے ہی،آپ کے خون میں سے ہی وہ اعلیٰ معیارِقربانی کرنے والا پیدا کردیا جس نے اپنی جان کوتوقربان کردیا لیکن جماعت کو ایک بہت بڑے فتنے سے بچالیا۔اے قادر تجھ پر ہزاروں سلام! جماعت میں تیری یہ قربانی ہمیشہ سنہرے حروف سے لکھی جائے گی۔

قادر سے میرا ایک ذاتی تعلق بھی تھا۔آپ کی کتاب دیکھ کرتمام پرانی یادیں ذہن میں آنا شروع ہوگئیں۔اس کا مسکراتا چہرہ اکثر نظروں کے سامنے آ جاتا ہے ۔وہ خوب صورت بھی تھا۔خوب سیرت بھی تھا۔جب حضور رحمہ اللہ نے مجھے ناظرِ اعلیٰ اور امیر مقامی مقرر فرمایا تو میں نے اپنے لئے اس کی نظروں میں اخلاص اور اطاعت کا وہ جذبہ دیکھا جس کوصرف میں محسوس کرسکتا ہوں۔یہ صرف اس لئے کہ خلیفہ وقت کی اطاعت کا اعلیٰ معیار اس وقت قائم ہوسکتا ہے جب اس کے بنائے ہوئے امیر کی بھی کامل اطاعت کی جائے۔

بہر حال آپ کی کتاب دیکھ کر بہت دور چلا گیا ہوں۔اللہ تعالیٰ

اس کے درجات بلند تر کرتا رہے۔اس کے بچوں کی حفاظت کرے۔ اللہ کرے یہ کتاب نوجوانوں میں جذبۂ اخلاص اور قربانی کو بڑھانے کا ذریعہ ثابت ہو۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء دے۔آمین۔''

والسلام

مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

الفضل انٹرنیشنل نے لکھا:

''زیرِ نظر کتاب صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد کی شخصیت کے ہر پہلو کا احاطہ کرکے قاری کو بتاتی ہے کہ آپ لاکھوں میں ایک کیوں کر تھے۔دنیا میں کروڑہا لوگوں کی سوانح لکھی جاتی ہیں جنہیں پڑھ چکنے کے بعد آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ اس شخصیت کو گویا ذاتی طور پر جانتے ہیں کامیاب سوانح عمری وہی ہوتی ہے جس کو پڑھتے ہوئے آپ اس کے مرکزی کردار کی نشست و برخاست، عادات واطوار، چشمِ تصور سے دیکھنے لگیں محسوس کرنے لگیں۔قادر شہید پر لجنہ اماء اللہ کراچی کی اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قاری کو شہید اپنے آس پاس محسوس ہوتے ہیں۔کتاب کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے اس خطبہ سے ہوتا ہے جس میں حضور رحمہ اللہ نے صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد کو خراجِ تحسین پیش کیا۔پھر قادر شہید کا تعارف۔اگرچہ

'خود آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے'

مگر تعارف کی خوبصورتی یہ ہے کہ پڑھ کر قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ قادر شہید کا سلسلۂ نسب، ننھیال ددھیال ہر دو طرف سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے کس طرح جاملتا ہے۔

ایسی بلند پایہ شخصیت پر یہ کتاب تحریر اور تالیف کر کے شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی نے ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔''

(الفضل انٹرنیشنل ۹ جنوری ۲۰۰۴)

الفضل ربوہ کے تبصرے سے اقتباس درج ہے:

''محنت و کاوش سے تیار کی گئی اس کتاب کے کل اٹھارہ ابواب ہیں جن میں شہادت کے دلگداز واقعات کے ساتھ ساتھ شہید مرحوم کے خاندانی پس منظر، بچپن، اعلیٰ تعلیمی کیریر، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد، خدماتِ دینیہ کے علاوہ آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر آپ کے رفقائے کار کی تحریرات شامل ہیں۔ شعرائے کرام نے جو خراجِ تحسین آپ کو پیش کیا ہے ان کی منظومات کو بھی اس میں شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ جماعتی، ملکی وغیر ملکی اخبارات و رسائل میں آپ کی شہادت پر جو خبریں اور تبصرے شائع ہیں وہ بھی کتاب کا حصہ ہیں۔ کتاب خوب صورت ٹائٹل کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ سرورق پر شہید مرحوم کی تصویر جبکہ پس ورق پر مرحوم کے بچوں کا گروپ فوٹو ہے۔ کتاب میں شہید کے بچپن سے وفات تک کی تصویری جھلکیاں بھی شامل اشاعت ہیں۔

آسمانِ احمدیت کے اس درخشندہ ستارے کی سیرت و سوانح یقیناً ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوگی کیوں کہ یہ رہِ وفا کے مسافر کا روشن تذکرہ ہے۔''

ہماری چھہترویں کتاب 'شہرِ انبیاء- یروشلم' ہے۔ یہ تحقیقی کتاب ہماری فرمائش پر مکرم مظفر احمد چودھری صاحب مربی سلسلہ آرکیالوجسٹ پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ نے تحریر کی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ الفضل کے درجِ ذیل تعارف سے ہوتا ہے:

''لجنہ اماء اللہ کراچی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے گزشتہ ایک عرصے سے مختلف موضوعات پر کتب کی اشاعت کا مفید سلسلہ شروع کئے ہوئے ہے۔ ان کی مطبوعات معلومات میں اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔ یہ کتب بڑوں اور بچوں دونوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تالیف ہو رہی ہیں۔ زیرِ نظر کتابچہ شہرِ انبیاء یروشلم کے بارے میں مفید معلومات پر مشتمل ہے۔ یروشلم تاریخی مقدس شہر ہے۔ جس کے ساتھ یہود، نصاریٰ اور مسلمان تینوں مذاہب کی روحانی وابستگی ہے۔ اسے شہرِ انبیاء بھی کہا جاتا ہے اور یہ ارضِ مقدس فلسطین میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یروشلم میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جو کسی نہ کسی حوالے سے یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے مقدس ہیں۔ قبلہ اوّل بھی اسی شہر میں ہے۔ یہود کی دیوارِ گریہ، مسجدِ اقصیٰ اور عیسائیوں کا مقدس مقام قبرِ مسیح اور قبۃ الصخرہ اسی شہر میں ہیں۔ مختلف ادوار میں اس شہر پر مختلف حکومتوں کا قبضہ رہا ہے۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے اسی

شہر کو دارالحکومت بنایا۔ حضرت عیسیٰؑ کے وقت یہاں رومیوں کی حکومت تھی ۔ حضرت عمرؓ نے یہاں مسجد تعمیر کرائی ۔ یہ مختصر کتاب یروشلم کی تاریخ، اس کے مقام اور موجودہ صورتِ حال کے بارہ میں ٹھوس معلومات فراہم کر رہی ہے۔'' (الفضل ربوہ 26 دسمبر 2003ء)

ہم شعبہ اشاعت کے خدمت گزاروں کے لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دعاؤں سے معطر خطوط سب سے بڑا انعام ہیں ۔مکتوب ملاحظہ ہو:

''آپ کی طرف سے بھجوائی گئی دو نئی مطبوعات ملیں ۔ ماشاء اللہ دونوں بڑی محنت سے تیار کی گئی ہیں ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ انہیں جماعت کے لئے مفید اور بابرکت بنائے۔ اللہ آپ کے ساتھ کام کرنے والی تمام ممبرات کا بھی نگہبان ہو اور انہیں اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ خدا تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی بہترین برکات وحسنات کا وارث بنائے اور ہر آن آپ کی نصرت فرماتا چلا جائے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنے فضل ورحم سے نوازتا رہے۔ آمین۔

اللہ کرے کراچی جماعت کو آپ جیسی ادب سے دلچسپی رکھنے والی اور قربانی کرنے والی خواتین ہمیشہ ملتی رہیں۔ آمین۔'' والسلام

مرزا مسرور احمد

(مکتوب 24 جنوری 2004ء)

ستترویں اور اٹھترویں نمبر پر دو جلدوں میں 'مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ' ہیں۔ یہ 2004ء میں شائع ہوئی۔ پہلی جلد 720 اور دوسری 558 صفحات پر مشتمل

ہے۔ یہ کتابیں ہمارے شعبہ کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہیں۔ اس خدمت کی سعادت ہمیں مکرمہ آپا طیبہ صدیقہ صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کے توسط سے ملی۔ آپ نے مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب کے تعاون سے الفضل کے فائلوں سے حوالے جمع کئے ہوئے تھے۔ ہماری صدر آپا سلیمہ میر صاحبہ سے ان مضامین کی اشاعت کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے حامی بھری اور یہ کام خاکسار کے سپرد کر دیا۔ مکرمہ برکت ناصر صاحبہ نے مضامین خلافت لائبریری سے فوٹو سٹیٹ کروائے۔ ایک ضخیم بھاری بھرکم خزانہ تھا جسے ترتیب دینا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے کام کا آغاز کیا۔ کام شدید محنت طلب تھا مگر پرلطف بھی تھا۔ علوم کا ایک خزانہ ہاتھ لگا تھا۔ مضامین اتنے متنوع تھے کہ صرف انڈیکس ترتیب دینے میں مہینہ بھر تو لگا ہوگا۔ پھر کتاب کے آغاز میں حضرت میر صاحبؓ کی سیرت وسوانح بھی شامل کی۔ یہ کام بھی ایک الگ مستقل کتاب ہے۔ اس کا محرک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد بنا۔ حضور نے ۳ جنوری ۱۹۹۹ء کی اردو کلاس میں فرمایا تھا:

''حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ بہت قابل انسان تھے۔ ان کی سیرت پر پوری کتاب شائع ہونی چاہئے۔ لطیفہ گو بھی تھے بہترین سرجن اور قرآن کا گہرا علم رکھنے والے تھے بہت قابل انسان تھے۔''

محنت کا ذکر اس لئے آجاتا ہے کہ محنت ہوئی تھی مگر تھکن یا اکتاہٹ کبھی نہیں ہوئی۔ ہمیں ساتھ کے ساتھ دعائیں ملتیں جس سے نئی توانائی آجاتی۔ جب بھی کوئی نئی کتاب آتی ہم حضور انور کی خدمت میں کتاب اس کے مصنف اور سب معاونین و معاونات کے لئے دعا کی درخواست بھیجتے۔ حضور کی دعاؤں سے ہماری عید ہو جاتی۔ کسی دوسرے کو ہماری خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس کتاب کی وصول یابی پر حضور انور ایدہ اللہ نے تحریر فرمایا:

''آپ اور آپ کی پوری ٹیم ماشاءاللہ بڑا قابلِ قدر کام کر رہی ہے اور معیاری خدمت کی سعادت پا رہی ہے الحمدللہ۔ اللّٰھم زدو بارک اللہ لکم۔ دعاؤں پر زور دیں۔ اللہ تمام معاونین اور معاونات کو اپنے دائمی فضلوں کا مورد بناوے اور زندگی کی خوشیاں ہی خوشیاں دے۔''

(۸ جون ۲۰۰۴)

ایک دوسرے مکتوب میں حضور نے تحریر فرمایا:

''شعبہ اشاعت کراچی کی طرف سے مرسلہ کتاب 'مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ' مل گئی ہے۔ ماشاءاللہ آپ کی یہ ستترویں پیش کش بہت عمدہ ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ آپ کا 'بیت بازی' والا خیال بھی بہت عمدہ ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ یہ فقرہ ذہن میں آنے کے بعد جب میں نے دیکھا تو حضور رحمہ اللہ نے بھی تبصرے میں یہی فقرہ استعمال کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام کاوشوں کو بے انتہا برکتوں سے نوازے۔ خدا تعالیٰ آپ کے لئے آسانیاں پیدا کرے اور آپ کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا رہے۔ آمین۔''

(۱۲ جولائی ۲۰۰۴)

الفضل انٹرنیشنل نے اس کتاب پر بہت خوب تبصرہ کیا:

''حضرت مسیح موعودؑ کے نسبتی بھائی، حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگمؓ کے بھائی، حضرت مصلحِ موعودؓ کے ماموں اور خسر، حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے بھائی، حضرت امِ متین مریم صدیقہ صاحبہ حرم

حضرت مصلح موعودؓ کے والد، ایک حاذق طبیب، ڈاکٹر، دینی علوم کے عارف و ماہر۔ایسے عظیم المرتبت انسان کے رشحاتِ قلم الفضل کی فائلوں میں بکھرے پڑے تھے۔ یہ جواہر ریزے عام انسان کی پہنچ سے دور تھے۔خدا تعالیٰ بہترین جزا عطا فرمائے امۃ الباری ناصر اور ہر اس شخص کو جس کی توجہ اس خزانے کو جمع کر کے عام افادہ کے لئے پیش کرنے کی طرف مبذول ہوئی۔''

(الفضل انٹرنیشنل اگست ۲۷ تا ۲ ستمبر ۲۰۰۴)

ہماری کاوش کی پذیرائی الفضل ربوہ کے تبصرہ نگار کے قلم سے دیکھئے:

''...حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے الفضل میں شائع ہونے والے قیمتی مضامین کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے علاوہ اس کتاب میں آپ کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پر معارف ارشادات اور آپ کی سیرت وسوانح کی جھلکیاں بھی شامل کی گئی ہیں جس سے اس کتاب کو چار چاند لگ گئے ہیں۔گویا آپ کے مضامین کے مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے حالاتِ زندگی پڑھ کر معلومات میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ حضرت امام حسینؓ کی ۴۴ ویں اور خواجہ میر درد کی پانچویں پشت سے تھے ...آپ کے مضامین کی ان دونوں جلدوں میں موضوع کے لحاظ سے گیارہ ابواب بنائے گئے ہیں۔ باب اول میں آپ کی سیرت وسوانح ۔باب دوم میں بزرگانِ سلسلہ کے

آپ کے بارے میں تاثرات اور خراجِ محبت اور تیسرے باب سے ان موضوعات کے مطابق مضامین کو ترتیب دیا گیا ہے:

توحید۔قرآن مجید۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔حضرت مسیح موعودؑ اور خاندان۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔متفرق مضامین۔

دوسری جلد باب نہم سے شروع ہوتی ہے۔اس جلد میں مندرجہ ذیل موضوعات کے مطابق مضامین کو درج کیا گیا ہے۔بعض مضامین کے متعلق قرآن مجید سے استدلال،بعض سوالات کے جواب اور بعض بزرگان کے شجرہ نسب وغیرہ۔

حضرت مسیح موعودؑ کے یہ عظیم رفیق جن کو خدا تعالیٰ نے زبان و بیان اور قلم کے استعمال پر دسترس عطا فرمائی تھی، ان کے یہ مضامین مطالعہ کر کے اس بات کا بخوبی ثبوت مل جاتا ہے۔بلاشبہ لجنہ کراچی کی یہ ایک قابلِ قدر کاوش ہے۔آج کی نسل کے لئے دو جلدوں پر مشتمل یہ کتاب ایک قیمتی سرمایہ ہے جس کو پڑھ کر اپنی زندگیوں میں انقلاب لایا جاسکتا ہے اور اپنے اظہارِ خیال اور قلم کا رخ بھی متعین کیا جاسکتا ہے۔''

(الفضل ربوہ ۲۸ جولائی ۲۰۰۴)

مؤرخِ احمدیت مکرم دوست محمد شاہد صاحب نے اپنے مکتوب محررہ ۴ جولائی ۲۰۰۴ میں تحریر فرمایا:

''مضامین حضرت میر محمد اسمٰعیلؓ'' تصوف و اخلاق کا مرقع گویا انسائیکلو پیڈیا کی دو جلدوں میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا ہے۔اس

شاندار پیشکش پر مسیح الزماں علیہ السلام کے الہامی الفاظ میں

سَومبارک

جشنِ تشکر کے سلسلہ میں لجنہ کراچی نے دنیا بھر میں حسین، معلومات آفریں اور بیش قیمت لٹریچر شائع کرنے کا ریکارڈ قائم کر دکھایا ہے جو حیرت انگیز بات ہے۔ ربّ کریم اپنی آسمانی افواج کے ذریعے روح القدس سے تائید خاص فرمائے۔ آمین۔‘‘

آنمکرم نے الفضل ربوہ میں اپنے مضامین کے سلسلہ عالمِ روحانی کے لعل و جواہر نمبر 402 میں بھی ہماری کاوش کو سراہا ۔ جوہری کی قدر شناسی ملاحظہ ہو:

’’حضرت میر محمد اسمٰعیلؓ صاحب اسسٹنٹ سرجن کے عارفانہ قلم سے کتاب اللہ کی غیر محدود کائنات اور وسیع جہان کے چند بصیرت افروز نمونے ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں جو آپ نے قرآن مجید کے گہرے مطالعہ کے بعد الفضل قادیان کے مختلف شماروں میں چھپوائے اور عالمگیر جماعت احمدیہ کے علم و عرفان میں بیش بہا اضافہ کا موجب بنے۔ خدا تعالیٰ جزائے عظیم بخشے محترمہ امۃ الباری صاحبہ کراچی کو جنہوں نے بے پناہ دیدہ ریزی، کمال عرق ریزی، شبانہ روز تفحص اور محنتِ شاقہ سے حضرت میر صاحبؓ کے اس گنجِ گراں مایہ کو دو جلدوں بعنوان ’مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ‘ میں محفوظ کر دیا ہے۔ اور دونوں کی اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی رہین منت ہے۔ علومِ قرآن کی رسائی پانے کے لئے یہ ایک بہتر تحفہ ہے۔

یاد رکھ لیک کہ غلبہ نہ ملے گا جب تک
دل میں ایمان نہ ہو ہاتھ میں قرآن نہ ہو

(المصلح موعودؓ)

مکرم حنیف احمد محمود صاحب مربی سلسلہ نے اس طرح حوصلہ افزائی فرمائی:

''لجنہ اماءاللہ کراچی کی گراں قدر کتب نظر سے گزرتی رہتی ہیں اور داد کے ساتھ دعا بھی لیتی ہیں۔ دو جلد پر مشتمل 'مضامین حضرت ڈاکٹر میر اسمٰعیل صاحب' لجنہ اماءاللہ کراچی کا سنہری کارنامہ ہے اور جماعت کے لٹریچر میں گراں قدر اضافہ ہے۔ 70-80 سال قبل لکھے گئے پر معارف مضامین جو اخبارات میں شائع ہوئے اور ان میں سے بعض نکات پہلی دفعہ جماعتی لٹریچر میں آئے، اب دب کر رہ گئے تھے۔ اس خزینہ کو دوبارہ منظرِ عام پر لانے کی سعادت لجنہ اماءاللہ کراچی کے حصے میں آئی۔ فجز اھا اللہ تعالیٰ۔''

اناسی ویں کتاب 'مختصر تاریخ احمدیت' ہے جو ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی۔ یہ مکرم شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ربوہ نے مرتب کی تھی۔ کینیڈا منتقل ہونے کے بعد اس کی اشاعت کے حقوق لجنہ کراچی کو دے دئے۔ ہم نے اس میں بعض جگہ سہو کتابت وغیرہ کی اصلاح اور خلافتِ خامسہ کے ۲۰۰۳ء تک کے اضافوں کے ساتھ شائع کروائی۔ ہمیں حضورانور سے دعائیں ملیں:

''آپ کا خط ملا ماشاءاللہ اچھا ٹیم ورک کا مظاہرہ ہے۔ اللہ برکت دے اور لوگوں کو ان سے فائدہ اٹھانے اور عمل کی توفیق دیوے اور اپنے

فضلوں اور رحمتوں سے حصہ دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین۔ جزاک اللہ خیرا۔
اللہ بے لوث مخلصین کی تعداد میں مزید اضافہ کرے اور ہر ایک کا حافظ و
ناصر ہو۔'' (۲۸ ستمبر ۲۰۰۴)

کتاب کا موضوع تاریخ تھا۔ ہمیں مؤرخِ احمدیت مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب سے سند اور دعائیں ملیں۔

''صد سالہ جشن جوبلی کے سلسلہ میں 'جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ'
جیسی جامع اور مستند معلومات پر مشتمل پیشکش پر سَو مبارک باد۔
یہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا کہ اس نئے ایڈیشن میں خلافتِ خامسہ کے انقلاب آفریں عہد کے ۲۰۰۳ء تک کے روح پرور واقعات بھی زیبِ اشاعت ہیں۔ جملہ کارکنات ادارہ اشاعت کی خدمت میں ہدیہء سلام و تبریک۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عہدِ حاضر میں دین کی نصرت یعنی لسانی اور قلمی جہاد کرنے والے خوش نصیبوں کی شان و عظمت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے:

اگر امروز فکرِ عزتِ دیں در شما جوشد
شمارا نزدِ اللہ رتبت و عزت شود پیدا

پھر جنابِ الٰہی میں دعا کی:

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصرِ دین است
بلائے او بگردان گر گہے آفت شود پیدا

الحمدللہ یہ دعا عالی بارگاہ میں لجنہ اماء اللہ کراچی کی نسبت بھی مقبول

دکھلائی دے رہی ہے۔ اسی لئے خدا کی دی ہوئی توفیق کی شاہراہ پر کراچی کی خواتینِ احمدیت برق رفتاری سے مردانہ وار آگے بڑھ رہی ہیں۔''

۲۰۰۴ء میں ہماری آٹھویں نمبر پر چھپنے والی کتاب The Nazarene Kashmiri Christ کا تیسرا نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن شائع ہوا۔ ہمیں خوشی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی۔ آپ کا پیارا مکتوب ملا:

''آپ کی طرف سے بھجوائی گئی کتاب The Nazarene Kashmiri Christ موصول ہوئی۔ ماشاء اللہ اچھی کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ مکرمہ محمودہ امۃ السمیع وہاب صاحبہ کو بھی بہترین جزا عطا فرمائے۔ جنہوں نے اس کوشش میں آپ کی بھرپور معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام ممبرات کو مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔''

(15 مئی 2003ء)

اسّی ویں کتاب 'غیبت ایک بدترین گناہ' 2004ء میں شائع ہوئی۔ مکرمہ امۃ الرشید ارسلہ صاحبہ نے محنت اور شوق سے مرتب کی۔ الفضل ربوہ نے تعارف میں لکھا:

''لجنہ اماء اللہ کراچی صد سالہ جشنِ تشکر کی خوشی میں گزشتہ دو دہائیوں سے مختلف علمی و تربیتی عنوانات پر کتب کی اشاعت کی توفیق پا رہی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب اس سلسلے کی 80 ویں کڑی ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں قرآن و حدیث اور سلسلے کے لٹریچر سے مذکورہ بالا بیماری سے بچنے کے بارہ میں ارشادات جمع کر دئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس

برائی سے محفوظ رکھے اور خوب صورت معاشرہ کے قیام میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بد گمان سے

ڈرتے رہو عتابِ خدائے جہان سے

(الفضل ربوہ ۴ مئی ۲۰۰۵)

اکاسی ویں کتاب 'محسنات' مکرمہ بشریٰ بشیر صاحبہ سابق پرنسپل جامعہ نصرت ربوہ نے مرتب کی جو ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔ ۲۸۴ صفحات کی اس کتاب کے رنگین ٹائٹل کا بنیادی خیال ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ایک مکتوب سے لیا تھا۔ جس میں حضور نے لجنہ کراچی کو شہد کی مکھیاں قرار دیا تھا۔ ہم نے اس کتاب پر شہد کی مکھیوں کے چھتے کی تصویر ڈال کر بڑا لطف لیا۔

'محسنات' میں احمدی خواتین کے تعلق باللہ، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، قرآن سے محبت، زہد و تقوی، صبر و رضا، اکرامِ ضیف، توکل علی اللہ، دعوت الی اللہ، مال، جان، عزت و وقت کی قربانیوں کی داستانیں اور جرأت و بہادری کے ایمان افروز واقعات جمع کر دئے گئے ہیں۔

اس کتاب کی صورت میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل کی ایک صورت بنی آپ نے یکم اگست 1992ء کے خطاب میں فرمایا:

''ہماری خواتین کی قربانیاں پس پردہ ہیں اس میں دکھاوے کا کوئی بھی دخل نہیں اور خدا کے حضور وہ قربانیاں پیش کرتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی کسی امامِ وقت کی نظر پڑ جائے تو وہ چند نمونے دانہ دانہ چن کر تاریخ کے واقعات میں محفوظ کر دیتا ہے... آپ کی اگلی نسلوں کی

حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ ان کے علم میں ہو کہ ان کی مائیں کیا تھیں، ان کی بہنیں کیا تھیں، ان کی نانیاں، دادیاں کیا چیز تھیں۔ کس طرح انہوں نے احمدیت کی راہ میں اپنے خون کے قطرے بہائے اور اس کی کھیتی کو اپنے خون سے سیراب کیا۔''

(الازہار لذوات الخمار جلد دوم حصہ اول صفحہ ۲۶۷)

الفضل ربوہ نے لکھا:

''اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف احمدی خواتین کے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوگا بلکہ ان کے گھروں کو بھی جنت نظیر بنانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ اس میں جن قابلِ رشک خواتین کے پاکیزہ اخلاق اور سچے واقعات کو پیش کیا گیا ہے۔ اس سے روشنی حاصل کر کے نہ صرف وہ اپنے قلوب کو منور کرسکیں گی بلکہ اس کو نسل درنسل اکنافِ عالم میں پھیلاتی چلی جائیں گی۔'' (الفضل ربوہ ۷ جنوری ۲۰۰۶)

'حمد و مناجات' لجنہ اماء اللہ کراچی کی بیاسی ویں پیش کش ہے۔ ۲۰۰۵ء میں شائع ہونے والی اس کتاب میں احمدی شعراء کا حمد و مناجات کے موضوع پر منظوم کلام یکجا کیا گیا۔ یہ انتہائی بابرکت خدمت مکرمہ برکت ناصر صاحبہ کے حصے میں آئی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے زندہ خدا سے والہانہ پیار کی جو مے جماعت کو پلائی تھی اس کا خمار احمدی شعرا کے بیانِ حمد و ثنا میں منعکس ہے جو زبان و بیان کو ایک نرالا حسن عطا کرتا ہے۔ سَو شعراء کا حمدیہ کلام جمع کرنا شدید محبت اور محنت کا متقاضی ہے۔ یہ فرض مسز ناصر صاحبہ نے خوب ادا کیا ہے۔ ان کے لئے اور ان کی معاونات کے لئے جزائے خیر کی دعا ہے۔

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی

ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی، نہ کوئی ثانی

۲۰۰۶ء میں ہمیں ایک اور سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کا مجموعہء کلام 'بخار دل' جو قریباً نایاب ہو چکا تھا اسے دوبارہ خوبصورتی سے لکھوا کر شائع کیا گیا۔ یہ لجنہ کراچی کی تراسی ویں کتاب ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ مکرم ہادی علی صاحب کے تیار کردہ رنگین ٹائٹل کے ساتھ یہ کتاب حسین تر ہوگئی ہے۔

الفضل کا تبصرہ بہترین تعارف ہے:

''خانزادہء میر درد کی شعری روایات کے پاسدار اور حضرت میر ناصر نوابؓ کے صاحبزادے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کا وجد آفریں کلام خوبصورت انداز میں شائع کرنے کی سعادت لجنہ کراچی کے حصے میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لجنہ کراچی صد سالہ جشن تشکر کے سلسلے میں کتب شائع کرنے کے منصوبے پر ثابت قدمی سے عمل کر رہی ہے۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کا شعری مجموعہ 'بخار دل' اس سلسلہ کی تراسی ویں کتاب ہے۔ قبل ازیں بارہ سو صفحات پر مشتمل مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کا طویل کام بھی لجنہ کراچی کے حصے میں آیا اور حضرت میر صاحب کے رشحات قلم کو سمیٹ کر اپنی بساط کے مطابق خوب صورتی سے پیش کرنے کی سعی بجائے خود بہت بڑی خوش نصیبی ہے... زیر تبصرہ کتاب میں محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ نے ان نظموں کو اوقاتِ

اشاعت کے مطابق ترتیب دیا ہے۔علاوہ ازیں قطعات و رباعیات حصہ اول، حصہ دوم اور وفات کے بعد ملنے والے کلام سے لے کر یکجا کردئے گئے ہیں۔اسی طرح حضرت میر صاحب کی روایتی خوش طبعی اور مزاح کا رنگ لئے ہوئے نظمیں بھی ایک جگہ کردی گئی ہیں۔کتابت کی بعض اغلاط کو درست کر کے مشکل الفاظ پر اعراب لگا کر کھلا کھلا لکھوایا گیا ہے۔

لجنہ کراچی نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ بخار دل حسین تر ہو کر منظر عام پر آئے اور اس کا ظاہری حسن اس کے معنوی حسن تک رسائی میں مددگار ہو...''

(الفضل ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۶)

کلام محمود مع فرہنگ

۲۰۰۶ء ہی میں ہمیں چوراسی ویں کتاب 'کلام محمود مع فرہنگ' پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔درثمین اردو مع فرہنگ ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئی تو ہماری صدر صاحبہ نے کلام محمود مع فرہنگ کی فرمائش کردی۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے اجازت اور دعا کی درخواست کے لئے خط لکھا تو آپ کی طرف سے جواب ملا:

''کلامِ محمود پر کام ضرور کریں۔''

اللہ تعالی کا نام لے کر کلام محمود پر تحقیق شروع کی۔حضرت مصلحِ موعودؓ کی حیات میں سب سے آخر میں چھپنے والی کلامِ محمود کے مطابق کلام پر اعراب لگائے الفاظ کھلے کھلے

لکھوائے محترم خالد اعوان صاحب کی خوب صورت کتابت نے کلامِ طاہر اور درثمین والی مانوس تحریر کو برقرار رکھا۔اس کتاب میں پہلی دفعہ حضرت مصلح موعودؓ کے اپنی نظموں کے متعلق لکھے ہوئے نوٹ شامل کئے ۔گلوسری میں مکرمہ نصری حمزہ کا پرخلوص تعاون حاصل رہا۔مکرم ہادی علی صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے طغرے تیار کئے ۔مکرم شیخ داؤد احمد صاحب کی گرافک اور ٹائٹل ڈیزائننگ نے طباعت کو خوب صورت بنایا۔مکرمہ برکت ناصر صاحبہ، مکرمہ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ اور مکرمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ نے ہر مرحلہ پر مدد کی ۔فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ پیارے حضور کی دعائیں شامل حال رہیں۔کام خوب صورت ہوا:

''آپ کا پرخلوص خط ملا جس میں آپ نے کلامِ محمود اور بخارِ دل پر ہونے والے کام اور دیگر مساعی کے بارے میں آگاہ کیا ہے۔ جزاک اللہ احسن الجزا۔اللہ آپ کی کوششوں کو اپنی جناب میں قبول فرمائے اور یہ ادبی کام ہر لحاظ سے معیاری ہو۔اللّٰھم آمین۔''

مورخِ احمدیت مکرم دوست محمد شاہد صاحب نے اپنے مکتوب محررہ ۱۲ ستمبر ۲۰۰۶ء میں تحریر فرمایا:

''کلامِ محمود اور بخارِ دل کے لازوال اور لاثانی شعری، علمی، ادبی اور روحانی خزانے ملے ۔فجزاکم اللہ ثم جزاکم اللہ۔ دونوں عارفانہ مجموعہ ہائے کلام ظاہری و معنوی کمالات کا شاہکار ہیں جو شب و روز کی محنتِ شاقہ سے منظرِ عام پر آئے ہیں۔خصوصاً کلامِ محمود جس کے آخر میں فرہنگ Glossary نے اس شاہی ایڈیشن کو چار چاند لگا دئے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ سب کو اس قلمی جہاد میں ہر قدم پر اور ہر لحظہ روح القدس

اور آسمانی افواجِ ملائک کے ساتھ نصرتِ خاص فرمائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامی و آسمانی الفاظ میں - مبارک سو مبارک

حضرت امام عالی مقام مہدی الزمان مسیحِ دوران نے ۱۸ / اکتوبر ۱۹۰۶ یعنی ایک صدی پیشتر دربارِ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک آدمی جس کے دل میں یہ بات ہو کہ خدا کے واسطے کام کرے وہ کروڑوں آدمی سے بہتر ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۵)

مبارک ہو لجنہ اماء اللہ کراچی ہر رکن خدا کے مرسل و مسیح کی اس بھاری بشارت کی مصداق نظر آرہی ہے۔

ہم تہی دست ترے در پہ چلے آئے ہیں
لطف سے اپنے عطا کر یدِ بیضا ہم کو''

کتاب کا تعارف الفضل ربوہ کی زبان میں:

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پاکیزہ دینی شاعری کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں آپ کی شاعری میں زندہ خدا، زندہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور زندہ کتاب، دعائیں، احبابِ جماعت کے لئے ہدایات و نصائح، دعوت الی اللہ، فوز و فلاح، روحانی عظمت کے مینار اور آسمانی حسن کی روحانی فضائیں شامل ہیں۔ یہ تمام الوہی موضوعات دراصل دہلی کی نکھری صاف ستھری اور سادہ اردو کے شہ پارے ہیں...

زیر تبصرہ کتاب طباعت کا ایک نمونہ ہے۔ اس مجموعہ کلام کی کتابت مکرم خالد محمود اعوان صاحب نے کی ہے۔ یہ کتاب مضبوط جلد،

جلد کے اوپر خوبصورت فلیپ اور آرٹ پیپر پر طبع کی گئی ہے۔ ہر نظم کو نئے صفحے سے شروع کیا گیا ہے۔اس کتاب میں پہلی دفعہ حضرت مصلح موعودؓ کے اپنی نظموں کے بارے میں تحریر فرمائے ہوئے نوٹس بھی شامل کئے گئے ہیں۔حضور کی ۲۱۱ نظموں کے علاوہ الہامی قطعات واشعار اور دیگر قطعات شامل ہیں۔

جو تحقیقی اور علمی کام اس کتاب کو دیگر سے ممتاز کرتا ہے وہ فرہنگ کو شامل کرنا ہے۔۱۲۹ صفحات پر مشتمل اس فرہنگ میں اردو الفاظ، ان کا انگریزی میں تلفظ اردو معانی اور انگریزی کے تفصیلی ترجمہ پر مشتمل ہے۔ ہر نظم کے الفاظ اور ان کے معانی الگ الگ لکھے گئے ہیں تا کہ ان کو تلاش کرنے میں آسانی ہو...لجنہ اماء اللہ کراچی کی یہ کاوش قابلِ قدر ہے ان کی طرف سے شائع ہونے والی دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی جماعتی لٹریچر میں گراں قدر اضافہ ہے۔

(الفضل ربوہ ۲۷ ستمبر ۲۰۰۶)

'ورثہ میں لڑکیوں کا حصہ' ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی۔ یہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک معرکۃ الآرا مضمون ہے جسے دوبارہ بڑی تعداد میں طبع کرا کے افادۂ عام کے لئے پیش کیا گیا۔

'ورثہ میں لڑکیوں کا حصہ' پر مؤرخِ احمدیت مکرم دوست محمد شاہد صاحب نے ۲۲ نومبر ۲۰۰۵ء تحریر فرمایا:

''مبارک ہو قلمی جہاد کی پچاسی ویں منزل پر لجنہ کراچی پوری آب

وتاب کے ساتھ پہنچ گئی ہے۔ جو خدا کے فضل اور خلفاء کی دعاؤں کا زندہ وتابندہ نشان ہے:

بر کسے چو مہربانی مے کنی

از زمینی آسمانی مے کنی‘‘

چھیاسی ویں کتاب ’آپ بیتی‘ از حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحبؓ مطبوعہ 2006ء کا تعارف الفضل ربوہ سے پڑھیے:

’’لجنہ اماء اللہ کراچی کو خدا تعالیٰ کے فضل سے عرصہ دراز سے سلسلہ کی کتب طبع کروانے کی توفیق مل رہی ہے جس کی وجہ سے جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں بہت سے مفید اضافے ہوئے ہیں۔ بعض قدیم اور نایاب کتب بھی دوبارہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آئی ہیں جن میں سے ایک اہم کتاب حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کے نہایت ہی دلچسپ اور بے حد پر لطف سچے فسانوں پر مشتمل آپ بیتی شائع کی ہے۔ جس کو اگر پڑھنا شروع کیا جائے تو مکمل پڑھ کر ہی اطمینان ملتا ہے۔ اس سے پہلے حضرت ڈاکٹر میر صاحب کے رشحاتِ قلم کو سمیٹتے ہوئے ان کے مضامین اور منظوم کلام بخارِ دل بھی لجنہ کراچی نے خوب صورتی سے طبع کروایا ہے۔ اس طرح انمول اور نایاب کتب کے خزانے میں عمدہ اضافے سامنے آئے ہیں۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن حضرت محمد اسمٰعیل پانی پتیؓ کی کاوشوں سے طبع ہوا تھا دوسرے ایڈیشن کی مرتبہ مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

عرضِ حال میں لکھتی ہیں:

'سلسلہ کے لٹریچر میں یہ منفرد خدا نما' سبق آموز من موہنی کتاب جو اپنی نایابی کے باعث گویا ثریا پر جا بیٹھی تھی اب آپ کے ہاتھوں میں ہے ہم نے کوشش کی ہے کہ اسے ہر ممکن خوب صورتی سے مزین کیا جائے۔ سہوِ کتابت کی اصلاح کی ہے۔ الفاظ کھلے کھلے لکھوائے ہیں۔ پہلی دفعہ انڈیکس ترتیب دیا ہے۔ پہلے اس میں مزاحیہ نظمیں شامل تھیں مگر اب سب نظمیں بخارِ دل میں یکجا کر دی گئی ہیں۔ اس لئے اس نثری مجموعہ میں نظمیں شامل نہیں ہیں۔'

لجنہ کراچی نے بڑی محنت اور لگن سے اس کتاب کو طبع کیا ہے ...ہماری دعا ہے کی اللہ تعالیٰ وہ اغراض و مقاصد پورے فرمائے جن کو مدنظر رکھ کر حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی کے تجربات' مشاہدات و حوادث کو تحریر فرمایا ہے نیز اللہ تعالی لجنہ کراچی کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔'' (الفضل ربوہ ۲۷ مارچ ۲۰۰۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعائیں ہمارا انعام ہیں۔ حضور نے تحریر فرمایا:

''آپ کی مرسلہ کتابیں موصول ہوئیں جزاکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ اس اشاعت کو قبول فرمائے اور نافع الناس بنائے۔ اللّٰھم آمین۔ اللہ کرے لجنہ کراچی تقوی میں ترقی کرے اور اس جماعت میں قلم کا جہاد کرنے والیاں ہمیشہ پیدا ہوتی رہیں۔ اللّٰھم آمین۔ اللہ آپ کو اور آپ کی ٹیم کو

خدمت کی توفیق دیتا رہے اور ہمیشہ ہر شر سے بچائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے آمین۔فی امان اللہ۔''

(مکتوب ۲۶ جنوری ۲۰۰۶)

مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے اس کوشش کو پسند فرمایا:

''آپ بیتی کا دلکش اور بیش بہا تحفہ ملا اور دل سے جملہ کارکنات کے لئے بہت دعائیں نکلیں۔آپ سب مردانہ وار اشاعت کے جہاد میں پرچم لہراتے ہوئے نہایت برق رفتاری سے بڑھتی جارہی ہیں اور اب سنگِ میل 84 تک پہنچ گئی ہیں۔ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء''

(15 دسمبر 2007ء)

ہماری گیارھویں کتاب 'ایک بابرکت انسان کی سرگزشت' کا دوسرا نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن 2007ء میں شائع ہوا تو ہمیں مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب سے بہت خوب صورت داد ملی:

''جزاکم اللہ۔'ایک بابرکت انسان کی سرگذشت' جیسی تازہ، گراں قدر اور محققانہ تالیف دیکھ کر دل باغ باغ اور روح تازہ ہوگئی۔ بالخصوص اس لئے کہ عنوان اور مضمون دونوں نے ایک جدید پیرایہ میں ضیافتِ طبع کا دلکش سامان پیدا کر دیا ہے۔ جو نفسیاتی اعتبار سے بہت مفید ہے۔'' (یکم نومبر 2007)

ہماری ستاسی ویں کتاب 'کر نہ کر' بھی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی تحریر کردہ ہے۔ جسے خوب صورتی سے نمبر لگا کر ترتیب سے صفائی سے لکھوا کر شائع کرنے پر مکرم دوست

محمد صاحب شاہد سے بہت شاباش ملی۔ اپنے 10 مئی 2008ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''حضرت میر صاحب کا وہ شاندار رسالہ جو بیسویں صدی کے وسط میں خاکسار نے پہلی دفعہ پڑھا تھا۔ آپ کے طفیل ایک نئی شان سے طبع ہو کر ابھی ملا۔ جشن جوبلی اور اس مبارک کتاب کی۔ سَو مبارک

لجنہ کراچی کی سب ہی معزز ممبرات کی خدمت میں صمیمِ قلب سے ہدیہ ءتبریک۔ اگر غانا کی لجنہ نے بظاہر ضیافتِ مہمانانِ مسیحِ موعودؑ میں ریکارڈ قائم کیا ہے تو ممبرات کراچی نے طویل عرصہ پر پھیلے ہوئے علمی مائدہ سے پوری جماعت میں حقائق و معارف پہنچانے کی توفیق پائی ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خزانہ ہے جس کی تقسیم مسیح الزماںؑ کے ہاتھوں مقدر تھی۔

شہِ لولاکؐ یہ نعمت نہ پاتے
تو اس دنیا سے ہم اندھے ہی جاتے
رسائی کب تھی ہم کو آسماں تک
جو اڑتے بھی تو ہم اُڑتے کہاں تک''

'تواریخ مسجد فضل لنڈن' از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ

یہ کتاب پہلے ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی تھی اور نایاب ہو چکی تھی۔ لجنہ کراچی نے یہ کتاب نئے سرے سے کمپوز کروا کے مع نایاب تصاویر شائع کی یہ ہماری اٹھاسی ویں کتاب ہے۔ اس سے قبل حضرت میر صاحبؓ کے مضامین دو جلدوں میں ۱۲۸۰ صفحات، بخار دل ۳۰۴

صفحات، آپ بیتی ۲۲۰ صفحات، کرنہ کر ۸۷ صفحات پر مشتمل شائع کر چکے تھے۔ اس کتاب کے ساتھ یہ سیٹ مکمل ہوا۔ حضرت میر صاحبؓ کو ایسی مسجد کی تاریخ مرتب کرنے کی توفیق ملی جو آئندہ جماعت احمدیہ میں ایک مرکزی حیثیت اختیار کرنے والی تھی۔ اس مسجد نے چار خلفاء کرام کو سر بسجود ہوتے دیکھا۔

حضرت میر صاحبؓ نے مسجد کے آغاز سے افتتاح تک سب شواہد جمع کر دئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ۱۹۲۴ء میں یورپ کے دورے پر تشریف لے گئے تھے۔ اسی دورے میں آپ نے ۱۹ / اکتوبر ۱۹۲۴ کو مسجد فضل کا سنگِ بنیاد رکھا۔ آپ کے دورے کی رپورٹیں قادیان آتیں، حضرت میر صاحبؓ نے ان رپورٹوں کو ترتیب دے کر بہت خوب صورتی اور لگن سے آغاز سے افتتاح تک کی تاریخ مرتب فرمائی جو ہر لحاظ سے ایک قیمتی دستاویز ہے۔ اس وقت کے اخباری تراشوں سے واضح ہوتا ہے کہ مسجد کے افتتاح کو غیر معمولی اہمیت ملی۔ الفضل ربوہ نے اس خدمت کو سراہا:

> ''زیر تبصرہ کتاب کے آغاز میں حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف بیرونی ممالک میں دعوت الی اللہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا مبارک دور جیسے مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ ان وقیع مضامین کے بعد تحریک مسجد فضل لندن، مذہبی کانفرنس لندن اور احمدیہ سفارت سلسلہ کی مساعی کے انگلستان میں ظاہری ثمرات مسجد فضل لندن کے متعلق پیش گوئیاں، تقریب سنگ بنیاد کا احوال، پریس میں کوریج، افتتاح کا پروگرام، افتتاحی پروگرام میں شریک ہونے والے عمائدین کے تأثرات و پیغامات جیسے اہم عناوین کے تحت تفصیلات درج ہیں اور

اس کے ساتھ ساتھ بعض نایاب بلیک اینڈ وائٹ تصاویر شامل کی گئی ہیں۔ منفرد اور تاریخی معلومات پر مشتمل یہ کتاب تاریخ احمدیت انگلستان میں ایک بہت اہم دستاویز ہے۔ لجنہ اماء اللہ کراچی نے اس کو دوبارہ شائع کیا ہے اس کے مطالعہ سے آج کی نوجوان نسل کے علم میں احمدیت کی ترقی کے حوالے سے بہت سے گوشے وا ہوں گے۔''

(الفضل ربوہ ۲۴ جنوری ۲۰۱۲)

ہماری نواسی ویں کتاب 'رفقاء احمدؑ کی قبولیتِ دعا کے واقعات' ازمکرم عطاء الوحید باجوہ صاحب مربی سلسلہ نے تحریر کی اور ہم نے ۲۰۱۱ء میں شائع کی۔ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے لکھا:

''سالِ نَو کی صد مبارک اور ایمان افروز کتاب 'رفقاء احمد کی قبولیتِ دعا کے واقعات' کے دو نسخے عطا کرنے پر بے حد شکریہ۔ فجزاکم اللہ۔ لجنہ اماء اللہ کراچی کے مسلسل قلمی جہاد کی اس نئی پیش کش کو بھی عرش پر سند قبولیت کا شرف عطا ہو اور بندگانِ الٰہی کے لئے دعاؤں کی تحریک کا مؤثر اور کارگر ذریعہ بنادے تا وہ زندہ ایمان کی اس چٹان پر کھڑے ہو جائیں کہ

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو''

(۷ جنوری ۲۰۰۹)

نوے ویں کتاب 'شادی بیاہ کے موقع پر بیٹی کو نصائح' ہے۔ ۲۰۱۰ء کی مجلس مشاورت

ربوہ کی اصلاحی سفارشات کی روشنی میں عائلی مسائل کے حل کی ایک کوشش ہے جو مکرمہ امۃ المومن مودود خان صاحبہ (نائب صدر اوّل) نے مجلس گلشنِ جامی کی ممبرات کے تعاون سے تیار کی۔ قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ سے استفادہ کے علاوہ بزرگان کی اپنے بچوں کو نصائح جمع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ جب بھی لجنہ کی طرف سے کسی کو شادی کا تحفہ دیتے ہیں اس میں یہ کتاب شامل کی جاتی ہے۔ ایک چھوٹا سا اقتباس برکت کے لئے درج ہے جو کشتی نوح صفحہ ۱۹ سے لیا گیا ہے:

> ’’جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔‘‘

لجنہ کراچی کو بعض مربیان کرام نے اپنی کتب اشاعت کے لئے دیں۔ ان میں سمندر پار سے مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لنڈن کی کتاب بھی شامل ہے۔ آپ کی کتاب ’علم و عمل‘ ہم نے بڑی خوشی سے بڑے خوبصورت رنگین سرورق کے ساتھ ۲۰۱۰ء میں شائع کی جو ہماری اکانوےویں پیش کش ہے۔

کتاب ’الصلوٰۃ مخ العبادۃ‘ مکرمہ امۃ النور طیب صاحبہ (بنت معین) نے اپنے والد محترم پیر معین الدین صاحب مرحوم کی خواہش اور معاونت سے مرتب کی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔ الفضل ربوہ نے تبصرہ کیا:

> ’’لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی نے صد سالہ جشن تشکر کے سلسلہ میں کم از کم سو کتب کی اشاعت کی ذمہ داری لی تھی۔ اس حوالہ سے زیر تبصرہ

کتاب ''الصلوٰ ۃ مخ العبادۃ''اس سلسلہ کی 92ویں کڑی ہے۔

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔پہلا حصہ نماز کے حوالے سے ترتیب دئے گئے مختلف عناوین پر مشتمل ہے جنہیں ابواب میں باندھا گیا ہے۔جبکہ دوسرا حصہ فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔اس کتاب کے تمام مضامین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں نہایت خوبی سے پیش کئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ راہنمائی کیلئے کتاب کے شروع میں انڈیکس بھی دیا گیا ہے۔مادیت کے اس دور میں اس موضوع پر یہ کتاب ایک مفید اضافہ ہے۔

دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں عبادت نہ ہو۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جن وانس کو میں نے محض عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور عبادات میں اقم الصلوٰۃ کا تاکیدی حکم قرآن کریم میں بار بار آیا ہے۔یعنی نماز کو قائم کرو۔زیر تبصرہ کتاب نماز کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پر مشتمل ہے جس کا ٹائٹل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث الصلوٰ ۃ مخ العبادۃ ہے۔یعنی نماز عبادت کا مغز ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عبادت گزار بندوں میں شامل ہونے کی توفیق اور ہمت دے۔آمین۔''

2010ء میں ہی ایک چھوٹی سی کتاب 'اچھی مائیں ۔تربیتِ اولاد کے دس سنہری گر' از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ شائع کی گئی ۔اسی سال مکرمہ سلیمہ شاہنواز صاحبہ کی بڑے شوق اور لگن سے مرتب کردہ قرآن مجید میں آنے والی 'انبیا علیھم السلام کی دعائیں' شائع

ہوئی۔ 62 صفحات کی اس مختصر کتاب میں ہر دعا کا پس منظر بھی بیان کیا گیا ہے جس سے دعاؤں کا مفہوم سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔

الفضل ربوہ نے اس کاوش کو بایں الفاظ سراہا:

''کتاب کے آغاز میں قرآن کریم' احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام شامل کر کے خوب صورتی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ قبولیت دعا کے اصول، شرائط اور اوقات تحریر کئے گئے ہیں۔ بعدہٗ انبیا کی دعائیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک چنیدہ بندوں کو خود سکھائیں، بالترتیب جمع کی ہیں تا کہ پڑھنے والوں کو آسانی ہو علم میں اضافہ ہو اور ازدیاد ایمان کا موجب بنے۔''

(الفضل ربوہ ۱۰ جون ۲۰۱۰ء)

مکرمہ امۃ الرشید ارسلہ صاحبہ کی مرتبہ 'حسن اخلاق' بھی ۲۰۱۰ء میں چھپی۔ اس کتاب پر الفضل نے تبصرہ میں لکھا:

''جماعت احمدیہ میں مضامین لکھنا اور تقاریر تیار کرنا ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ انصار، لجنہ، خدام، اطفال اور ناصرات مقابلہ جات کے لئے اپنی اپنی سطح پر شوق اور جذبے سے تقاریر کی تیاری کرتے ہیں۔ جن کو راہنمائی کرنے والے اچھے اور تجربہ کار احباب و خواتین مل جاتی ہیں وہ تو مقابلوں میں آگے نکل جاتے ہیں اور بعض مواد کی تیاری نامکمل ہونے یا صحیح ترتیب نہ ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ مضمون لکھنا یا تقریر تیار کرنا باقاعدہ ایک فن ہے۔ مہارت سے تیار کی

ہوئی تقریر یا مضمون ضرور مقبول ہوتے ہیں۔

ایسے میں اگر مختلف موضوعات پر مواد ایک کتاب میں مل جائے تو یہ سارے مراحل قدرے آسان ہوجاتے ہیں۔اس مشکل کو آسان کیا ہے لجنہ اماء اللہ کراچی نے جن کے زیر اہتمام صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلے میں بہت سی مفید کتب احمدیہ لٹریچر کا حصہ بن چکی ہیں۔اسی سلسلہ کی یہ کتاب نمبر ۹۵ ہے جس میں مضامین و تقاریر تیار کرنے کے لئے امدادی مواد جمع کیا گیا ہے۔ اس اہم کتاب میں روزمرہ کے ۲۷ موضوعات کو لیا گیا ہے...اس کتاب کے موضوعات میں آیات قرآنی احادیثِ نبویؐ ،ارشادات حضرت مسیح موعودؑ، واقعات اور اشعار وغیرہ درج کئے گئے ہیں ...چار رنگوں کے خوب صورت ٹائٹل اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ عمدہ مواد پر مشتمل یہ کتاب نو آموز لکھنے والوں کے لئے بہت مفید اور اہم ہے اللہ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی انتظامیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔'' (الفضل ربوہ ۲۶ مارچ ۲۰۱۲)

چھیانوے ویں کتاب 'قدرت ثانیہ کا دورِ اوّل۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ' مکرم عبدالباسط صاحب شاہد کی تحریر کردہ تاریخی اہمیت کی کتاب ۲۰۱۲ء میں قادیان سے شائع ہوئی۔

کراچی میں مختلف وجوہات کی بنا پر ایک وقت ایسا آ گیا کہ کتابیں شائع کرنا ممکن نہ رہا۔ایک دھن میں مست بھاگتے ہوئے جھٹکے سے رُکنا دوبھر تھا۔کتابیں تیار تھیں،مگر چھپوانا مشکل تھا،بے بسی کی صورت تھی۔اسی دوران خاکسار پاکستان سے امریکہ آ گئی۔یہاں سے کتب کی اشاعت کے لئے مکرم خورشید خادم صاحب سے قادیان میں رابطہ کیا تو راہیں کھل

گئیں۔ تعطل جو برداشت نہیں ہو رہا تھا دور ہو گیا۔ خورشید خادم صاحب نے بڑی مہارت، عمدگی اور خلوص سے تعاون کیا۔

’حضرت مفتی محمد صادق عفی اللہ عنہ‘ خاکسار نے مرتب کی۔ اس کے لئے ابتدا میں مکرمہ رضیہ صادق صاحبہ نے نوٹس مہیا کئے تھے مگر بعد میں تحقیق اور سن رائز کے پرچوں سے بہت سے مواد کا اضافہ کیا۔ باتصویر کتاب ہے۔ جس کے ٹائٹل پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر ہے۔ جس میں آپؑ کی چھڑی کے آخری حصے کو تھامے آپؑ کے قدموں میں حضرت مفتی صاحبؓ بیٹھے ہیں۔ یہ گویا کتاب کا خلاصہ ہے۔ یہ کتاب بڑے مشکل مراحل سے گزر کر ۲۰۱۲ء میں منظرِ عام پر آئی۔ اس کی کمپوزنگ اور تصاویر کی سیٹنگ کا کام قادیان میں ہوا۔ جسے ہم نے ربوہ سے شائع کروایا۔ یہ کتاب جماعت امریکہ نے ہماری اجازت سے امریکہ سے بھی شائع کی۔ جماعت کی ویب سائٹ پر بھی موجود ہے۔

الفضل ربوہ نے مفصل تعارف پیش کیا:

> ’’حضرت مفتی محمد صادق صاحب عفی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جامع حالاتِ زندگی محترمہ امۃ الباری صاحبہ نے مرتب کئے ہیں۔ یہ لجنہ اماء اللہ کراچی کے شعبہ تصنیف کی صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلہ کی کتاب نمبر ۹۷ ہے۔ اس کے بعد کتاب سے چیدہ چیدہ واقعات اور سترہ تصانیف کی فہرست اور حضرت حافظ مختار شاہجہان پوری صاحبؓ کے اشعار درج کئے ہیں:
>
> کیسے کیسے مرے غم خوار چھٹے ہیں مجھ سے
> وائے تقدیر کہ وقفِ غمِ ہجراں ہوں میں

نہ ہیں اب حضرتِ صادق نہ غلام غوث آہ
کیا سے کیا ہوگیا آشفتہ و حیراں ہوں میں
آرزو ہے کہ انہیں قربِ الٰہی مل جائے
ان پر اس فضل، اس انعام کا خواہاں ہوں میں

سب مندرجہ بالا امور کی تفصیل آپ کو اس خوب صورت کتاب میں ملے گی۔اللہ تعالیٰ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ نافع الناس بنائے۔'' (الفضل ۲۴ جولائی ۲۰۱۴)

اٹھانوے ویں کتاب 'زندہ درخت' ہے۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اس کتاب کا موضوع ایک صحابی مسیح الزماںؑ حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ اور ایک درویشِ قادیان مکرم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت کے حالات ہیں اور یہ قادیان سے ہی شائع ہوئی۔ ۴۰۰ صفحات پر مشتمل باتصویر کتاب ۲۰۱۲ء میں منظر عام پر آئی۔اس کتاب کی خصوصی اہمیت یہ ہے کہ ایک درویش نے اپنی یادداشتیں لکھی تھیں جو ابتدائے درویشی کے چشم دید حالات کی تاریخی دستاویز ہے، جسے درویش کی بیٹی نے قدرے مرتب کر کے پیش کیا ہے۔ گویا باپ بیٹی نے مل کر لکھا ہے۔اس کتاب سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ جو اس کے در کا فقیر ہوجاتا ہے اس کی آل اولاد کی اللہ تعالیٰ خود کفالت فرماتا ہے۔

مکرم مبارک احمد نذیر صاحب مشنری انچارج جماعت احمدیہ کینیڈا نے خاکسار کے بھائی کے نام مکتوب میں اظہار خوشنودی کیا جو ہمارے لئے باعثِ اعزاز ہے:

"This book has been my companion for the past two weeks. I have read and reread most of it. There are incidents in this book that my wife and I read

many many times. *Masha Allah* it is wonderful written by our imminent scholar and writer Mrs Amtul Bari Nasir sahiba. She has penned many grand books that are now an integral part of our Jamaat literature.

Regarding the book I can say that once you pick it up it is so enchanting that it is difficult to put it down. Many inspiring incidents that I was unaware of came to light by only reading this treatise.

I was particularly fascinated by the often heard poetic single verse of Hadhrat Massih-e-Maood (as) on the title page. How true indeed! "All the trees that had a flicker of life in them, blossomed – They were thus copiously blessed and laden with sweet fruit" (This is just my rough translation). Now we all know your family and source of those blessings. May Allah reward these stalwarts and companions of Hadhrat Massih-e-Maood (as). May we also leave behind such a progeny who will carry on the struggle and navigate humanity to the Gracious and Merciful Allah – and to follow the example of the Great Exemplar (sas).

If possible please convey my haphazard sentiments and thanks to this our illustrious writer and scholar Amatul Bari Nasir and tell her on our behalf Jazakamulllah Ahhsanal Jaza.

Wassalam
Mubarak A. Nazir
(Missionary In-charge AMJ Canada)"

فارسی درثمین مع اردو ترجمہ۔ٹرانسلٹریشن۔فرہنگ

ہمارے سر کا تاج ننانوے ویں کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی درثمین مع فرہنگ ہے۔کلام محمود مع فرہنگ کی اشاعت کا کام ۲۰۰۵ء میں مکمل ہوا تھا۔مسلسل شدید محنت اور لگن سے کام کرتے ہوئے محسوس ہورہا تھا کہ جیسے ہم دنیائے شعر کے سارے پہاڑ سر کر کے بیٹھے ہوں ۔کلام محمود حضورِانور کی خدمت میں بھیج کر جواب کا انتظار کر رہے تھے۔پیارے حضور کا مکتوب ملا،حسبِ معمول دعا پڑھتے ہوئے کھولا۔اس میں تحریر تھا کہ:

آپ نے کلامِ طاہر، درثمین، کلام محمود کا کام بہت خوبصورتی سے کیا ہے۔اب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی فارسی درثمین بھی اعراب اور فرہنگ کے ساتھ تیار کریں۔

ہم حضور ایدہ الودود کی طرف سے دعاؤں کے انعام کے منتظر تھے۔ہمیں دعاؤں کے ساتھ اتنا عظیم اتنا مقدس اتنا حسین انعام ملے گا ، یہ تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

اس کے ساتھ حضور پرنور نے مکرم ناظر صاحب اشاعت ربوہ کو ہدایت فرمائی کہ لجنہ کراچی کو فرہنگ اور اعراب کے ساتھ درثمین فارسی تیار کرنے کی اجازت میں نے دی ہے۔اگر آپ کے پاس اس سلسلہ میں کوئی کام ہوا ہے تو اس کے بارہ میں ان کو بتادیں۔

ہم خود کو اس کام کے اہل نہیں سمجھتے تھے۔کچھ منٹ تو ہوش ٹھکانے نہیں رہے۔پھر خیال آیا کہ خلیفۂ وقت نے کام کے قابل سمجھا ہے تو اللہ تعالیٰ توفیق بھی دے گا۔اسی دن سے منصوبہ بندی شروع کردی۔مکرم عبدالخالق بٹ صاحب چالیس سال ایران میں رہ کر آئے

تھے۔ مستعد اور مخلص سلطانِ نصیر بن گئے۔ فارسی درثمین میں الفاظ کو الگ الگ لکھوانے کے لئے نشان لگا کر دئے۔ اس کے ساتھ ہم نے اعراب لگانے کا کام کیا۔ جو صفحات تیار ہو جاتے مکرم ادریس صاحب اور مکرم شیخ داؤد احمد صاحب کو کمپوز کروانے کے لئے دے دئے جاتے۔ صفحے کا بارڈر اور لکھائی کے رنگ سب انہیں کا کمالِ فن ہے۔ بٹ صاحب اور خاکسار نے کتاب کے لئے صفحات تیار کرنے، پروف ریڈنگ، ٹرانسلٹریشن اور اردو ترجمے کو لکھوانے کا کام کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کی فہرست بھی بنائی۔ ان پر اعراب لگائے۔ اردو میں معانی لکھے جسے مکرمہ نصری حمزہ صاحبہ نے ترتیب دے کر انگریزی ترجمہ شامل کیا اور کمپوزنگ بھی خود کی۔ مکرم ہادی علی صاحب کو طغرے اور ٹائٹل بنانے کی درخواست کر دی۔ مکرمہ برکت ناصر صاحبہ نے حوالے نکال نکال کر دئے۔ اس طرح ایک ساتھ چار محاذوں پہ کام شروع کیا گیا۔ باقاعدگی سے حضورِ انور کی خدمت میں دُعاؤں سے مدد دینے کی درخواست کرتی۔ دعاؤں کا زادِ راہ ملاحظہ ہو:

''مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا جزاک اللہ۔ اللہ توفیق دے اور مدد فرماتا رہے اور ''درثمین فارسی'' کی طباعت اور اشاعت کا کام خوش اسلوبی سے مکمل ہو۔ آمین۔

اللہ کرے آپ لوگ ان ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں سرانجام دیتے رہیں اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حفاظت اور رحمت آپ کے شاملِ حال رہے اور کام کرنے والوں اور خدمت کرنے والیوں پر خدائے رحمٰن

ہمیشہ رجوع برحمت ہو۔ آمین۔ دعاؤں پر زور دیں۔اللہ ساتھ ہو اور ''سلطان القلم'' کے فیضان سے آپ کا قلم برکت پذیر رہے۔آمین۔ فی امان اللہ۔''

(6جون2008ء)

''آپ کا خط ملا جس میں آپ نے 'درثمین فارسی' پر ہونے والے کام کی رپورٹ دی ہے۔ جزاکم اللہ خیرا۔اللہ تعالیٰ آئندہ بھی مدد فرماتا رہے اور آپ کی زیرِنگرانی خوبصورت اور دیدہ زیب نسخہ سامنے آئے اور یہ درثمین ہر پڑھنے والے کے قلب وروح میں ایک نیا ایمان اور نیا جذبہ پیدا کرنے کا موجب بنے۔اور احمدی اس کی برکتیں سمیٹنے والے ہوں۔اللّٰھم آمین۔

اللہ ہمیشہ ساتھ ہو اور سب مدد کرنے والوں کو جزائے خیر دے اور آپ سب کو رمضان کی برکات سے حصہ دے۔آمین۔''

والسلام مرزا مسرور احمد''

(۱۰/اکتوبر۲۰۰۷)

سب کے مخلصانہ تعاون سے جو کتاب ہم نے تیار کر کے حضور ایدہ الودود کی خدمت میں ارسال کی اس کی چند خصوصیات درج ہیں:

1۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں سب سے آخر میں چھپنے والی کتب سے نظمیں لی گئیں ان میں جو سہوِ کتابت کی غلطیاں تھیں ان کی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر

اصلاح کی۔

2۔ کتاب کا طرزِ تحریر بعینہ حضرت اقدس علیہ السلام کے زمانے کا رکھا گیا ہے۔ الفاظ کو مناسب فاصلہ رکھ کر لکھوایا گیا تا کہ پڑھنے میں سہولت ہو

3۔ ابتدا میں سارے الہامی اشعار ترتیبِ نزول سے یکجا کر دئے گئے ہیں۔

4۔ کتاب میں شامل نظموں کو روحانی خزائن کی ترتیب سے لکھوایا گیا ہے۔

5۔ آخر میں متفرق اشعار، قطعات، رباعیات یکجا کر کے ترتیب سے ابواب بنائے گئے ہیں۔ ہر حصے میں اضافے بھی ہوئے ہیں۔

6۔ ساری کتاب میں ہر مصرع کے نیچے ٹرانسلٹریشن لکھوائی گئی ہے۔

7۔ فرہنگ گلوسری میں اہم الفاظ کا تلفظ، اردو اور انگریزی معانی دئے گئے ہیں۔

8۔ فارسی کے وہ اشعار جو دوسرے شعراء کے حضرت اقدسؑ نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں ان کی بھی ایک فہرست مع حوالہ جات بنائی۔

9۔ مکرم ہادی علی صاحب کے تیار کردہ ٹائٹل اور طغرے کتاب کے حسن میں اضافہ کر رہے ہیں۔

جولائی ۲۰۰۹ء میں ہم نے کام مکمل کر کے منظوری کے لئے حضور انور کی خدمت میں بھیج

دیا۔ اپنی دانست میں ہر لحاظ سے مکمل کام کیا تھا لیکن جائے استاد تو خالی رہتی ہے۔ مکرم سید عاشق حسین شاہ صاحب نے، جو یو کے میں فارسی ڈیسک کے انچارج ہیں، جائزہ لیا تو ترجمے میں بعض جگہ اصلاحات کی ضرورت محسوس کی ۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے ذاتی دلچسپی لی۔ مکرم شاہ صاحب کے ساتھ ایک ایک شعر کے ترجمے پر نظر ثانی فرما کر ترجمہ منظور فرماتے پھر مکرم شاہ صاحب کمپوز کر کے مجھے بھجواتے، اسے مسودے میں شامل کیا جاتا۔ یہ وقت طلب کام تھا جو بفضل اللہ مکمل ہوا۔

سارے ردو بدل کے بعد 2013ء میں مسودہ مکمل کر کے پرنٹنگ کے لئے تیار ڈی وی ڈی اور ڈمی بنا کر لندن بھجوایا جو کہیں طاقِ نسیاں پہ رکھا رہ گیا۔ اس حادثے کا علم 2016ء میں ہوا۔ پھر سے جگر لخت لخت جمع کرنا شروع کیا اس دوران پیارے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر ناظر صاحب اشاعت ربوہ مکرم خالد مسعود صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اردو ترجمہ کی نظر ثانی کی۔ ہم نے یہ تیسری دفعہ اصلاح شدہ ترجمہ کتاب میں سیٹ کیا۔ جلسہ سالانہ برطانیہ 2018ء کے مبارک موقع پر مکرم ملک مظفر صاحب کی ذاتی توجہ سے رقیم پریس یو کے سے خوبصورت کتاب پرنٹ ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

الفضل انٹرنیشنل نے اپنی 22 تا 29 مارچ 2019ء کی اشاعت میں ایک پُر مغز معلوماتی تبصرہ شائع کیا ہے جس کا ایک حصہ پیش خدمت ہے:

> گزشتہ ایک صدی میں درثمین فارسی کے متعدد ایڈیشنز طبع ہو چکے ہیں۔ تاہم گزشتہ سال لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی نے اس مجموعہ کلام کو نہایت دیدہ زیب گیٹ اپ کے ساتھ شائع کرنے کی توفیق پائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بلند پایہ منظوم کلام کی شوکت اور اس میں بیان فرمودہ

مضامین کی عظمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس پُرکشش انداز میں یہ پاکیزہ کلام زیبِ قرطاس کرنے کی سعی کی گئی ہے وہ یقیناً اس دلی محبت کا آئینہ دار ہے جو حضور علیہ السلام اور آپ کے انقلاب آفریں علم کلام کیلئے آپ کے غلاموں کے دلوں میں موجزن ہے۔

فارسی زبان سے شناسائی نہ رکھنے والوں کیلئے بھی یہ ایڈیشن ایک گرانقدر تحفہ سے کم نہیں ہے کیونکہ طرزِ تحریر خوبصورت، صاف اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ نقل صوتی (Transliteration) کی موجودگی فارسی زبان میں موجود منفرد لذت سے قاری کو لطف اندوز کرتی چلی جاتی ہے۔عبارت کی سیٹنگ اور ڈیزائننگ (یعنی کمپوزنگ) بہترین ہے۔منفرد آرٹ ورک اور شاندار گرافک ڈیزائین کے ساتھ عمدہ سفید کاغذ کا استعمال، رنگین طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کی Hardbound کور کے ساتھ پیشکش میں جدید طباعت کے تمام اعلیٰ معیار ملحوظ رکھے گئے ہیں۔مزید یہ کہ تمام تر ظاہری خوبیوں سے مرصع، دو جلدوں پر مشتمل یہ مجموعۂ کلام سلیس اور رواں اردو ترجمہ (جو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ جیسے صاحب عرفان کی شاندار کاوش ہے) اور 70 سے زائد صفحات پر مشتمل فرہنگ (Glossary) بھی کتاب کے آخر میں شامل کر کے قاری کیلئے حتی المقدور آسانی پیدا کی گئی ہے۔اسی طرح سارا مواد مستند حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔گویا ظاہری اور باطنی ہر دو پہلوؤں سے اعلیٰ درجہ پر

فائز، شستہ زبان وادب کا مرقع اور علوم ومعرفت سے بھرپور یہ ایک شاہکار مجموعہ کلام ہے۔

690 صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب کو دو حصوں میں پیش کیا گیا ہے۔ جلد اوّل ابتدائی 341 صفحات پر مشتمل ہے۔ جو فارسی منظوم کلام اس میں شامل ہے اسے بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کتاب کا با قاعدہ آغاز سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کے الہامی اشعار سے کیا گیا ہے جن کی تعداد 55 ہے۔ بعدہ 97 منظومات درج ہیں اور پھر 82 اشعار اس مجموعہ کلام کی زینت ہیں۔ نیز چند فارسی شعراء اور اساتذہ کے وہ اشعار بھی اس مجموعہ کلام میں شامل ہیں جو حضور علیہ السلام نے اپنی کتب میں متفرق مقامات پر نقل فرمائے ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 22 تا 29 مارچ 2019ء۔ خصوصی اشاعت)

سَوویں کتاب خاکسار کا مجموعۂ کلام ہے جو 412 صفحات پر مشتمل ہے، 2013ء میں قادیان سے شائع ہوا۔ کلام تو جو ہے سو ہے لیکن اس کے آغاز میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خاکسار کے کلام پر تبصرے بے حد پر لطف ہیں۔

اس کا خوب صورت ٹائٹل مکرم ہادی علی صاحب کا فن پارہ ہے۔ 'نمی کا عکس' دیکھ کر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حوصلہ افزائی فرمائی:

''آپ کا مجموعہ کلام 'نمی کا عکس' موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ میں نے جستہ جستہ پڑھا ہے۔ ماشاء اللہ اچھا کلام ہے۔ امید

ہے کہ ادبی ذوق رکھنے والوں کو آپ کا یہ مجموعہ پسند آئے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سخن و فہم میں مزید برکت دے اور ہر آن آپ پر اپنے پیار کی نگاہیں ڈالتا رہے آمین۔'' (مکتوب ۱۲ اپریل ۲۰۱۴)

الفضل انٹرنیشنل نے تبصرہ کیا:

''آج ہمارے پیش نظر ایک ایسی شاعرہ کی کتاب ہے جس کے بارے میں یہ حکایت صادق آتی ہے کہ جوہر کی قدر جوہری ہی جانتا ہے۔ چنانچہ معروف شاعرہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ بھی ان چند خوش نصیب افراد میں سے ہیں جن کی سخن وری اور فکری بالیدگی نے دربارِ خلافت سے ایسی داد سمیٹی جو محض چند خوش نصیب شعرا کے حصے میں آسکی ہے۔ بلا شبہ اپنے زمانے کے عظیم سخن شناس (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) ایسے جوہر شناس تھے جو سونے کو کندن بنانے کے عمل سے بخوبی آشنا تھے اور کتاب 'نمی کا عکس' کا مطالعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ ؎ اِک خاک کے ذرے پہ عنایات کا عالم

کچھ اس طرح سے ہوا کہ جس نے اس ذرہ ءخاک کو نمو کے مراحل سے گزار کر ایک گوہر بنانے میں اپنی دعاؤں اور راہنمائی کو یکجا کر دیا۔ یقیناً یہ سعادت اپنے زورِ بازو سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔''

الفضل ربوہ نے تحریر کیا:

''شاعری محض اظہار کا وسیلہ ہی نہیں یہ تو انسان کے نازک قلبی احساسات اور جذبات کی آئینہ دار بھی ہوتی ہے۔ زندگی کی سچائیوں سے

آگاہ ہونے کے بعد ہی سچی اور سُچی شاعری کی ابتدا ممکن ہوسکتی ہے اور ایک احمدی سے زیادہ کون اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔اس لئے احمدی شعرا اور شاعرات کے کلام میں ایک سچائی اور مقصدیت ہوتی ہے اور ان کی نمایاں خصوصیت ان کا طرۂ امتیاز بھی ہے۔محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ ان کی شاعری میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو کہ بلاشبہ انہیں ایک مستند اور معتبر شاعرہ کے طور پر روشناس کروانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کا شمار ان انتہائی خوش قسمت احمدی شعرا میں ہوتا ہے جنہیں ہمیشہ دربارِ خلافت سے پذیرائی بھی ملتی رہی اور قبولیت و پسندیدگی کی سند بھی عطا ہوتی رہی اور یقیناً اسی کی بدولت ہر آنے والے دور میں ان کی شاعری میں مزید خوب صورتی اور نکھار پیدا ہوتا گیا۔'' (الفضل ربوہ ۳۰ مئی ۲۰۱۵)

نظارت نشر و اشاعت قادیان سے کتب کی اشاعت

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ۱۹۸۹ء سے شروع ہونے والا شعبہ ءاشاعت کا بابرکت سفر ۲۰۱۸ء میں سَو کتابوں کے ساتھ مکمل ہوا۔مولیٰ کریم نے ہمارے لئے نئے افق کھول دئے۔ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں جن کے ارشاد پر نظارت نشر و اشاعت قادیان نے ہم سے رابطہ کیا کہ کتب قادیان سے شائع کرنے کے لئے شائع شدہ کتب اور ان کا ریکارڈ دے دیا جائے۔ یہ خبر ہمارے لئے انتہائی خوش کن تھی جیسا کہ میں

نے ذکر کیا ہے، پریس کے کام میں دشواری ہورہی تھی اور ہمیں پاکستان اور بیرونِ پاکستان سے آرڈر پر آرڈر آرہے تھے۔ اس خبر سے یوں لگا ہمارا بار آسمان نے اٹھا لیا ہے اور ہمیں سبک دوش کردیا ہے۔ فرشتے مدد کو اتر آئے ہیں۔ یہ غم دور ہوگیا کہ یہ کتب احمدی احباب تک کیسے پہنچائیں۔ یہ انتظام ہماری تڑپ کا جواب بھی ہے۔ ایک دفعہ جرمنی سے آئی ہوئی رقم واپس کرنی پڑی تھی کہ ہم مجبور ہیں کتابیں نہیں بھجوا سکتے۔ اس وقت دل بہت خراب ہوا تھا۔ یہ بے بسی کا احساس دراصل ہمارے توکل کی کمی تھی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے وہ تو بڑا دیالو ہے خود سامان کر دیتا ہے اور ہمارے تصور سے کہیں بہتر۔ الحمدللہ۔

قادیان سے چھپنے والی کتابوں کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

آغازِ رسالت ۔ امن کا گہوارہ مکہ مکرمہ ۔ بے پردگی کے خلاف جہاد ۔ دعوت الی اللہ اور ہجرتِ حبشہ ۔ درثمین مع فرہنگ ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بچے ۔ ہجرت مدینہ اور مدینہ میں آمد ۔ انسانی جواہرات کا خزینہ ۔ کلام محمود مع فرہنگ ۔ کلام طاہر ۔ کرنہ کر ۔ مجالسِ عرفان ۔ مشاغلِ تجارت ۔ میرے بچپن کے دن ۔ مقدس ورثہ ، چشمہ زمزم ۔ قواریر قوامون ۔ سفرِ آخرت ۔ شعبِ ابی طالب اور سفرِ طائف ۔ یروشلم ۔

جماعت کی ویب سائٹ پر

پھر ایک راستہ جماعت کی ویب سائٹ پر کتابیں ڈالنے کا کھلا۔ کتب سکین کر کے بھیجنی شروع کیں۔ اب تک ہماری بیشتر کتابیں ایک مستقل عنوان 'کتب لجنہ اماء اللہ کراچی' کے تحت الاسلام ڈاٹ آرگ پر آچکی ہیں الحمدللہ۔ پھر یہ شوق ہوا کہ ان کتب کی خاص طور پر

منظوم کلام کی آڈیو بھی تیار کی جائیں۔اب تک بہ توفیقِ الٰہی 16 کتب کی آڈیوز بھی جماعت کی ویب سائٹ پر آچکی ہیں۔جن میں درثمین اردو، کلام محمود، کلام طاہر، الہام کلام اس کا، بخارِ دل، درعدن، مقدس ورثہ، اصحابِ فیل، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن، چشمہ زم زم، امن کا گہوارہ مکہ مکرمہ، پیاری مخلوق، سیرت وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مشاغلِ تجارت، آغازِ رسالت، دعوت الیٰ اللہ اور ہجرتِ حبشہ شامل ہیں۔

اگر ہر بال ہو جائے سخن ور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

مالی معاونت

شعبہ اشاعت کے کاموں میں رقم کی ضرورت تھی۔کام کے آغاز میں اس کے لیے کوئی بجٹ نہ تھا۔صدر صاحبہ نے ازراہِ شفقت ہمیں دو ہزار روپے دیئے اور تسلی بھی دی کہ آپ کام کرتی جائیں، اللہ تعالیٰ سامان کر دیتا ہے۔ایک نصیحت بھی کی کہ کبھی کسی سے کہنا نہیں کہ ہمیں کتاب چھاپنے کے لئے رقم دو اور ہم نے اس پر عمل کیا۔ہر قدم پر بفضلِ الٰہی اپنے پیارے اللہ کا معجزانہ سلوک دیکھا۔ہمیں ضرورت پڑنے سے پہلے سرمایہ مہیا ہو جاتا۔مخیر خواتین و حضرات پہلے سے کہہ دیتے کہ اب جو کتاب آئے گی، ہم اپنے بزرگوں کو ایصالِ ثواب کے لئے اس کا خرچ دینگے۔کچھ رقم کتاب کی فروخت سے حاصل ہوتی۔ہمارے کام جاری رہتے۔اللہ تعالیٰ سب مالی معاونت کرنے والوں کے اموال، نفوس اور اخلاص میں برکت عطا فرمائے۔آمین۔فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

عطیہ دہندگان

1۔ کونپل

مکرمہ ڈاکٹر ناہید منصور صاحبہ۔مکرمہ ڈاکٹر امۃ المصور زاہد خورشید صاحبہ (امریکہ)۔مکرمہ فائزہ حبیب صاحبہ۔مکرم مرزا محمد افضل صاحب (کینیڈا)۔مکرمہ امۃ السلام مسعود صاحبہ۔مکرمہ ناصرہ بشیر صاحبہ۔مکرمہ حفصہ آصفہ اہلیہ مسعود اشرف صاحب (امریکہ)۔مکرم حاجی مبارک احمد صاحب (سرگودھا)۔مکرم مرزا محمد ارشد صاحب (امریکہ)۔مکرمہ مریم کھوکھر صاحبہ (لندن)

2۔ The Nazarene Kashmiri Christ ممبرات قیادت نمبر ایک

3۔ قواریر قوامون مکرمہ نصرت حمید صاحبہ

4۔ گُل ممبرات قیادت نمبر 9

5۔ بیت بازی مکرمہ سلیمہ میر صاحبہ۔مکرمہ امۃ المتین وحید صاحبہ

6۔ تذکرۃ الشہادتین اور پیغام صلح مکرمہ ثریا مقبول صاحبہ

7۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بچے

مکرمہ عطیہ محمود صاحبہ اور ان کے بہن بھائی از طرف بیگم و مکرم بابو اللہ داد صاحب مرحوم

8۔ فتوحات مکرمہ بشریٰ شوکت اعجاز صاحبہ

9۔ آدابِ حیات مکرمہ امۃ الحئی خالد صاحبہ۔مکرمہ امۃ الباری نعیم صاحبہ

10۔ مجالس عرفان

مکرمہ بشریٰ صاحبہ اہلیہ مکرم سید محمود احمد صاحب۔مکرمہ انور سلطانہ صاحبہ

11۔ خطبہ لقاء مکرمہ بشریٰ تاثیر صاحبہ

12۔ ربّی الانبیاء مکرمہ محمودہ بٹ صاحبہ

13۔ ہماری کہانی مکرمہ رفیعہ محمد صاحبہ

14۔ انبیاء کا موعود ایک خاتون نے بشریٰ داؤد صاحبہ کی محبت میں خرچ دیا۔

15۔ نماز باترجمہ باتصویر

مکرمہ طیبہ بشیر صاحبہ۔مکرمہ منصورہ رضوان صاحبہ(فلاڈلفیا)۔مکرمہ سعدیہ حیدرالدین ٹیپو صاحبہ۔مکرمہ نعیمہ تحریم صاحبہ(امریکہ)۔مکرمہ مریم کلیم میر صاحبہ(مانچسٹر)۔مکرمہ امۃ الجمیل مبارک کھوکھر صاحبہ۔مصباح ۔عنبریں۔مکرم شوکت صاحب الرحیم جیولرز

16۔ کتاب تعلیم مکرمہ برکت ناصر صاحبہ کے بہن بھائیوں نے اپنے والد صاحب کے ایصال ثواب کے لئے

17۔تجلیات الٰہیہ کا مظہر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکرمہ عطیہ شریف صاحبہ(کینیڈا)

18۔ امن کا گہوارہ مکہ مکرمہ مکرمہ فرحت افزا صاحبہ

19۔ مشاغلِ تجارت و حضرت خدیجہؓ سے شادی۔ مکرمہ فرحت افزا صاحبہ

20۔ کونپل(سندھی) مکرمہ ڈاکٹر امۃ المصور صاحبہ

21۔سفرِ آخرت۔آداب و مسائل مکرمہ امۃ الرشید ارسلہ صاحبہ

22۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کے اہل خاندان

23۔ غیبت۔ایک بدترین گناہ مکرمہ امۃ الرشید ارسلہ صاحبہ

24۔ حمد و مناجات

مکرمہ سلیم اختر صاحبہ بیگم مبارک احمد بٹ صاحب برائے ایصال ثواب والدین

25۔ بخارِ دِل مکرم مرزا محمد انور صاحب برائے ایصال ثواب والدہ صاحبہ مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ

اہلیہ مکرم مرزا محمد اسمٰعیل صاحب

26۔ ورثہ میں لڑکیوں کا حصہ مکرمہ فہمیدہ منیر صاحبہ

27۔ آپ بیتی مکرم محمد رفیع ناصر صاحب (ناصر دواخانہ ربوہ)

28۔ جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ مکرمہ شاہدہ حسین صاحبہ

29۔ نبوت سے ہجرت تک مکرمہ طیبہ بشیر صاحبہ

30۔ انبیاء علیھم السلام کی دعائیں مکرمہ سلیمہ شاہنواز صاحبہ۔مکرم ہارون ناصر صاحب

31۔ حسنِ اخلاق مکرم محمد حسین صاحب برائے اہلیہ مرحومہ امۃ الرشید ارسلہ صاحبہ

32۔ قدرتِ ثانیہ کا دورِ اوّل مکرم عبدالمجید نیاز صاحب (والدین کی طرف سے)

33۔ زندہ درخت مکرم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش کی اولاد کی طرف سے

34۔ نمی کا عکس خاکسار کے بچوں کی طرف سے

مکرمہ تنویر عثمان صاحبہ نے دفتر شعبہ اشاعت کے لئے الماریوں کا تحفہ دیا۔

ہم اس بات کے لئے بھی اپنے مولا کریم کے شکرگزار ہیں کہ اشاعت کے سلسلے میں کئی افراد کو مالی معاوضہ دینے کے قابل ہوئے۔ چھوٹی بڑی کتابوں پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا جو ہنرمند ہاتھوں کا ذریعہ آمد ہوتا۔

وہ جو ساتھ چھوڑ گئے

اس عرصہ خدمت میں ہمارا ساتھ چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہونے والے یاد آتے ہیں۔ مکرمہ عقیلہ صادق صاحبہ نفیس طبیعت کی محنتی خاتون تھیں۔ سٹاک انچارج تھیں۔ ایک عمر رسیدہ لوہے کی الماری کا سلائڈنگ دروازہ ہلنے کا نام نہ لیتا اور عقیلہ صادق صاحبہ اس میں

کتب رکھنے اور نکالنے کے لئے زور آزمائی کرتی رہتیں۔

مکرمہ بشریٰ داؤد صاحبہ کراچی کی مقبول ترین فعال کارکن تھیں۔اس کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت تھا جو بہت مختصر رہا۔

مکرمہ امۃ الرشید ارسلہ صاحبہ بہت سادہ، صاف گو اور محبت کرنے والی خاتون تھیں۔ تین کتب مرتب کی تھیں۔

مکرمہ امۃ الکریم مبارک صاحبہ نے طویل عرصہ سیلز سیکشن میں محنت سے کام کیا۔ خاموش، بےنفس خدمت گزار تھیں۔

لجنہ اماءاللہ کراچی بجا طور پر مکرم شیخ محمد ادریس صاحب مرحوم کی شکرگزار ہے۔موصوف وائی آئی پریس کے مالک تھے۔ ہمارے کام کے آغاز سے ہی ان کی رہنمائی، مفید مخلصانہ مشورے اور دعائیں ہمارے ساتھ شامل ہوگئیں۔یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ اس میدان میں ہمارا تجربہ صفر تھا۔ وہ نہ صرف ہمدردی سے کام کرتے بلکہ حوصلہ افزائی بھی کرتے۔کام ان کے سپرد کرکے معیار کے بارے میں بےفکر ہوجاتے۔مسودہ ضرور پڑھتے اور ایسی اصلاحات تجویز کرتے جو کتاب کے معیار کو بڑھا دیتیں۔خاص طور پر کلام طاہر مع فرہنگ، درثمین مع فرہنگ اور کلامِ محمود مع فرہنگ کا کام خاص لگن سے کیا جن کی نمایاں خوبصورت طباعت کو خلیفہء وقت نے بھی سراہا۔موصوف ہمارے علمی کام کو حیرت سے دیکھتے اور کہتے یہ غیر معمولی کام ہے۔ایک تاریخ رقم ہورہی ہے۔

ان کی بیگم مکرمہ ساجدہ ادریس صاحبہ پریس سے رابطے کے علاوہ بھی شعبے کے کئی کاموں میں ذوق وشوق سے معاونت کرتیں۔پھر ان کے بیٹے مکرم شیخ داؤد احمد جو بجائے خود ماہرِ فن ہیں اور معیاری کام کا ذوق رکھتے ہیں، کتب کی خوب صورتی بڑھانے میں مشیر ہوگئے۔لجنہ کراچی

کی سَو میں سے پچاس کتب ان کے پریس میں شائع ہوئیں۔ لاگت میں بچت کا بھی خیال رکھتے اور پرنٹنگ سے وابستہ مواد کو محفوظ رکھنے کے طریق بتاتے۔ یہاں ایک دلچسپ بات کا ذکر کر دوں۔ جب کلام محمود کے کام سے فراغت کے کچھ ہی عرصہ بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا درثمین فارسی مع فرہنگ تیار کرنے کا ارشاد موصول ہوا تو میں نے ادریس صاحب کو فون پر بتایا۔ چند دن خاموشی سی رہی۔ پھر خاکسار نے کام کا ابتدائی خاکہ بنانے کے لئے ان کے ساتھ میٹنگ کی۔ اس میں ہماری صدر صاحبہ، مسز ناصر ملک صاحبہ اور مکرم عبدالخالق بٹ صاحب بھی موجود تھے۔ ادریس صاحب نے اپنی بات اس طرح شروع کی کہ:

> ''آپ سمجھتے ہوں گے میں خاموش ہوگیا ہوں کام سے گھبرا گیا ہوں۔ ایسا نہیں ہے آپ نے دیکھا ہوگا جب کسی ویٹ لفٹر کو بڑا سا وزن اٹھانا ہوتا ہے تو وہ چند سیکنڈ خاموش کھڑا ہو کر اپنی طاقت جمع کرتا ہے۔ خود کو ذہنی طور پر وزن کی مناسبت سے تیار کرتا ہے۔ میں نے بھی بڑا سا بوجھ اٹھانا تھا۔ دعا کر رہا تھا تا کہ قادر و توانا خدا سے مدد مانگ کر حامی بھروں۔''

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کام کی اہمیت کا کتنا شعور رکھتے تھے۔ 16 فروری 2014ء کو انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محترمہ نصری حمزہ صاحبہ نے کلام محمود اور درثمین فارسی کی گلوسری کی تیاری میں کمال عرق ریزی اور ذمہ داری سے کام کیا۔ کمپوزنگ بھی خود کی۔ فارسی درثمین کی پرنٹنگ سے پہلے 2018ء میں پیارے بلانے والے کا بلاوا آ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم ان سب للٰہی تعاون کرنے والوں کے لئے مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہیں۔

سیلز سیکشن

کتب کی تیاری اور پرنٹنگ کے مرحلے کے بعد ان کی سنبھال اور فروخت کا کام ہوتا ہے۔ یہ بھی آسان کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں محنتی دیانتدار اور پر خلوص معاونات ملیں۔ سٹاک احمدیہ ہال پہنچنے کے بعد ان کی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ پھر دیگر محترم ہستیوں اور لائبریریوں کے لئے کتب مختص کی جاتی ہیں۔ باقی کتب سیلز سیکشن کی تحویل میں دے دی جاتی ہیں۔ اس سیکشن کی معاونات میں مکرمہ عقیلہ صادق صاحبہ۔ مکرمہ انور شریف وڑائچ صاحبہ۔ مکرمہ رفیعہ محمد صاحبہ۔ مکرمہ برکت ناصر ملک صاحبہ۔ مکرمہ امۃ الکریم مبارک صاحبہ۔ مکرمہ امۃ القیوم باجوہ صاحبہ۔ مکرمہ نازیہ عامر بنگوی صاحبہ۔ مکرمہ شہناز نعیم صاحبہ۔ مکرمہ نعیمہ حمید صاحبہ۔ مکرمہ تنویر عثمان صاحبہ۔ مکرمہ شہناز نعیم صاحبہ اور مکرمہ طیبہ بشیر صاحبہ کی خدمات قابلِ تشکر ہیں۔

خاص طور پر مکرمہ رفیعہ محمد صاحبہ ہمارے لئے ایک نعمت ثابت ہوئیں۔ ان کا تعارف بہت دلچسپ انداز میں ہوا۔ ایک دن آپا سلیمہ صاحبہ نے مجھے بلا کر کہا کہ یہ خاتون مسجد میں کوئی خدمت کرنا چاہتی ہیں۔ شوہر کی وفات کے بعد اکیلی ہمت کر کے ہال آئی ہیں، تمہیں ورکرز کی ضرورت رہتی ہے۔ دیکھ لو اگر کوئی کام ہے تو اپنے ساتھ لگا لو۔ یہ قریباً ۸۰ سال کی منحنی سی خاتون تھیں۔ پہلا خیال یہ آیا کہ کیا یہ کوئی کام کر سکیں گی۔ میں نے ان سے بطور انٹرویو پہلا سوال کیا:

''ہمیں شعبہ اشاعت میں سیلز سیکشن میں کام کی ضرورت ہے۔
آپ حساب کتاب رکھ سکیں گی؟''

مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی بسلسلہ صد سالہ جشن تشکر

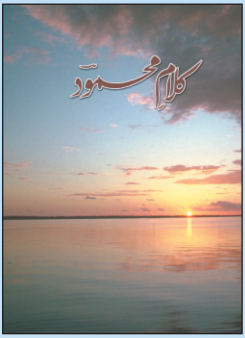

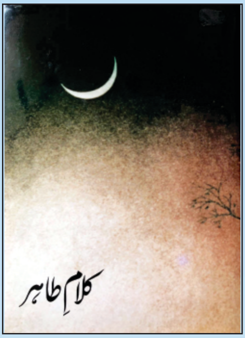

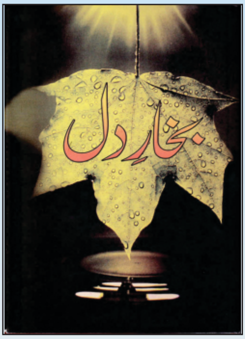

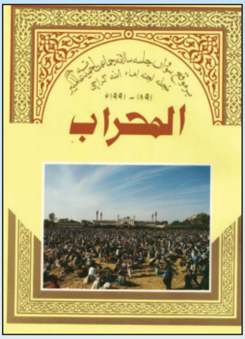

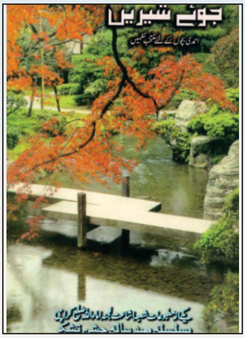

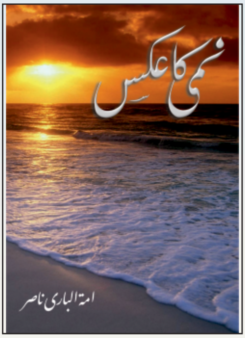

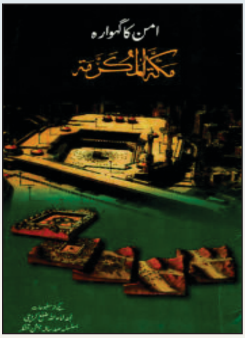

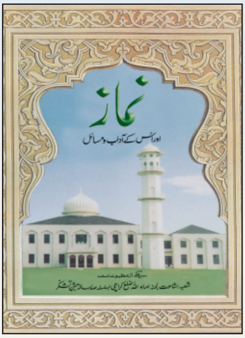

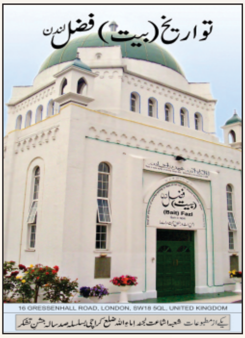

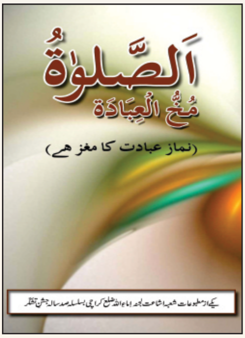

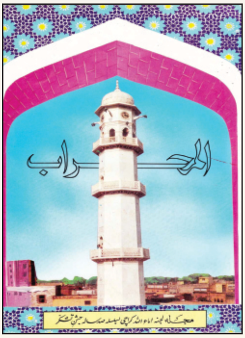

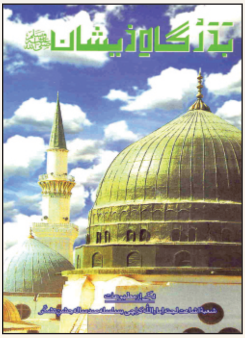

مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی بسلسلہ صد سالہ جشن تشکر

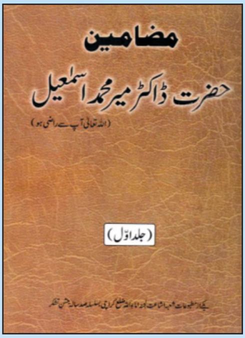

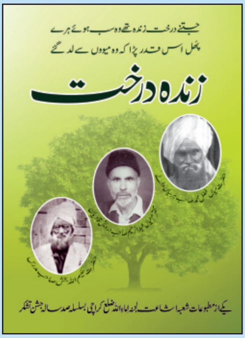

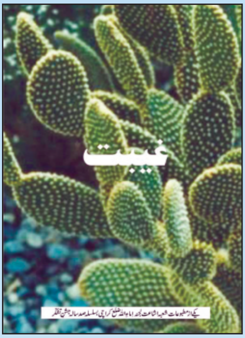

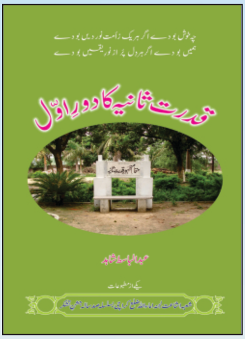

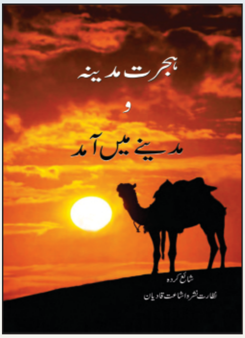

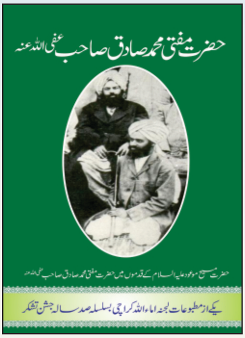

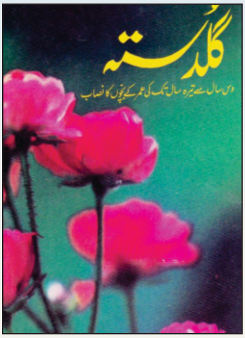

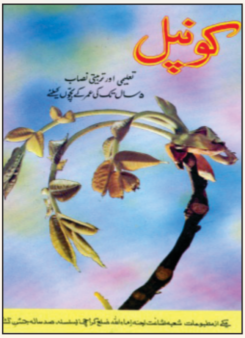

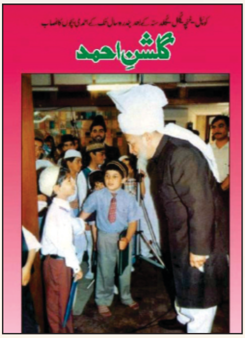

گہرا سا سانس لے کر جواب دیا:

''رکھ لیں گے.. ساری عمر حساب دیتے ہی گزری ہے۔''

میں چونک گئی ۔ میرے تاثرات یکسر تبدیل ہو گئے ۔ یہ تو کسی داستان کا عنوان تھا۔ یہ آواز کسی سمندر کی تہ سے آئی تھی ۔ میں انہیں لے کر بیٹھ گئی اور بہت طویل داستان سننے کے بعد جب انہیں خدا حافظ کہا تو انہیں سیلز سیکشن میں انچارج کا عہدہ سنبھالنے کی درخواست کے ساتھ یہ وعدہ لے چکی تھی کہ وہ اپنے خاندان کی احمدیت کے لئے قربانیوں کی ایمان افروز کہانی لکھیں گی ۔ اس انتہائی پر خلوص، دیانت دار جانباز خاتون سے سالہا سال ساتھ رہا۔ کلکتہ کی میمن خاتون پائی پائی کا حساب رکھتیں ۔ ہر دن کی مکمل رپورٹ اور رقم کی ادائیگی مع رسید درج کرتیں ۔ اپنے ساتھ کام کرنے والیوں کو شفقت سے کام سکھاتیں ۔ ان کا اور طیبہ طاہر کا لمبا ساتھ رہا اور طیبہ مجھے اس طرح ملی تھی کہ ایک ہمدرد خاتون اسے ہمارے گھر لائیں کہ یہ آجکل کچھ پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے۔ کسی کام میں لگا لیں تا کہ دھیان بٹے ۔ میں نے سیلز سیکشن میں کام کی پیشکش کی جو اس نے قبول کر لی ۔ پھر ایسی لگن سے کام کیا جیسے پیدا ہی اسی کام کے لئے ہوئی تھی ۔ آپا رفیعہ اور طیبہ میں ماں بیٹی کا سا پر خلوص تعلق بن گیا۔ یہ دونوں اپنی معاونات کے ساتھ کراچی میں اور مسز برکت ناصر صاحبہ کراچی کے علاوہ پاکستان اور بیرون پاکستان فروخت کی ذمہ دار تھیں ۔ آپس میں پیار محبت اور چھیڑ چھاڑ سے کام کرتی رہتیں ۔ جس سے شعبہ اشاعت کے دفتر کا ماحول بہت خوشگوار رہتا۔

افسوس ! کہ آپا رفیعہ صاحبہ بھی 2018ء میں اپنے خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوموار اور جمعرات کو سٹال لگانا، نقد اور ادھار کا حساب رکھنا، ملکی وغیر ملکی آرڈرز پر کتب

بھیجنا مشکل کام تھا۔ خاص طور پر ربوہ کے آرڈر کے لئے بوریوں اور ڈبوں میں کتب پیک کر کے بذریعہ ریل گاڑی یا کوریئر سروس ذمہ داری سے بھجوانا مشکل کام ہیں۔

ایک اور مہربان خاتون کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ مکرمہ شاہدہ حسین صاحبہ، یہ لجنہ کراچی کی سیکرٹری مال ہیں۔ ہمارے ساتھ بہت تعاون کرتی ہیں۔ وقت بے وقت خرچ لینے اور آمد جمع کرانے میں ان سے واسطہ رہا۔ لین دین کے معاملات میں ہمارے مسئلوں کو سمجھ کر آسانی پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہتی ہیں۔

ربوہ میں ہماری معاونت مسز ناصر صاحبہ کے بھائی مکرم مرزا محمد اکرم صاحب کرتے ہیں۔ کتب کا سٹاک رکھنا اور وقتِ ضرورت وہاں سے کتب مانگ کی جگہ تک پہنچانا خوش دلی سے کرتے ہیں۔ کتب کی فروخت کے حوالہ سے ربوہ میں ہمارے سب سے بڑے معاون و مددگار مکرم شکور بھائی رہے ہیں۔ کتابوں کی محبت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ فجز اھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

حرفِ آخر۔ دو مفید اقتباس

مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب ہمیشہ ہماری حوصلہ افزائی کرتے۔ ایک ملاقات میں فرمایا کہ دو حوالے لکھ لیں مجھے لجنہ کراچی کا کام دیکھ کر ان کا خیال آتا ہے۔ آپ کے لکھوائے ہوئے حوالوں سے چھوٹے چھوٹے اقتباس پیش کر کے منہ میٹھا کرتے ہیں۔ اگرچہ ہم خود کو کسی قابل نہیں سمجھتے تاہم ایک بزرگ کا تحفہ سمجھ کر پیش کرتی ہوں۔ اللہ کرے یہ دعا بن کر ہمارے شاملِ حال ہو جائیں۔ آمین۔

1۔ ”وہی قوم ترقی کر سکتی ہے جس کی ساری عورتوں کا دینی معیار

بلند ہو۔ وہ جواں ہمت اور حوصلہ مند ہوں۔ وہ مصائب و مشکلات کی پرواہ کرنے والی نہ ہوں۔ وہ دین کے لئے ہر قسم کی قربانی پر تیار رہنے والی ہوں۔ وہ جرأت اور بہادری کی پیکر ہوں اور وہ اپنے اخلاص اور اپنے جوش اور اپنی محبت میں مردوں سے پیچھے نہ ہوں۔''

(تفسیرِ کبیر جلد ہشتم صفحہ ۵۴)

2۔ ''بے شک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں رہی جس سے آپؐ کی جسمانی نسل چلتی مگر جہاں تک روحانی اولاد کا سوال ہے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اولاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملی اور اتنی کثرت سے ملی کہ اس کی نظیر دنیا کے کسی نبی میں بھی نظر نہیں آتی۔ اسی چیز کا ذکر آیت خاتم النبیینؐ میں کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ گو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد نہیں جس کے آپؐ باپ کہلا سکیں مگر خدا تعالیٰ آپؐ کی روحانی اولاد کو قیامت تک جاری رکھے گا جو ہمیشہ آپؐ کے نام کو جاری رکھے گی... اگر کسی کو روحانی اولاد مل جائے اور وہ اس کے نام اور کام کو دنیا میں پھیلائے تو یہ اس کی بہت بڑی کامیابی کہلائے گی... گویا اس سورۃ میں اس بات کی پیش گوئی کی گئی تھی کہ آئندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو روحانی اولاد دی جائے گی۔ چنانچہ اس وقت جو تم یہاں بیٹھی ہو تم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد ہو اور تم انا اعطینك الکوثر کا نظارہ دیکھ رہی ہو... کوثر سے مراد ایک تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں کہ وہ صاحبِ خیرِ کثیر ہیں اور ایک کوثر سے مراد تم ہو، جنہیں خدا تعالیٰ نے بڑی

کثرت بخشش ہے۔'' (الازہار لذوات الخمار صفحہ ۱۸۸)

خاکسار نے اس سارے عرصہ میں مکرمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ اور مکرمہ آپا امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ کو بہت مہربان پایا۔ہم ان کا کما حقہ شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہر سرد و گرم میں ڈھال بن کر حوصلہ افزائی کرتیں۔ اگر ان کا ٹھنڈا میٹھا سایہ نہ ہوتا تو خدمت کرنا مشکل ہوتا۔

آخر میں ایک عاجزانہ درخواست ہے کہ سب عاجز خادمات شعبہ اشاعت کراچی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ہوسکتا ہے خاکسار سے ایسے کوئی نام لکھنے سے رہ گئے ہوں جو ہمارے بہی خواہ تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ سب للّٰہی خدمت گزاروں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین اللھم آمین ۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

ہم آپ کو بہت یاد رکھیں گے

2018ء میں لجنہ کراچی کی دو سابق صدرات خالق حقیقی سے جا ملیں۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

مکرمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ

1981ء سے 1997ء تک آپا سلیمہ میر صاحبہ کے ساتھ کام کرنے کا اور آپ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ 1989ء جشن صد سالہ تشکر کے سلسلے میں سو کتب کی اشاعت کے منصوبے پر آپ کی سرپرستی میں کام ہوا۔ خاکسار سیکرٹری اشاعت مقرر کی گئی۔ آپ کو بہترین رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرنے والی، سمجھدار، بردبار اور متحمل پایا۔ چھوٹی چھوٹی کتابوں سے کام شروع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو دعا کے لئے کتب پیش کرتے اور آپؒ ہمیں دعاؤں سے مالا مال کر دیتے۔ ساٹھ کتابیں آپ کے عہد صدارت میں چھپیں جن میں بچوں کے لئے نصاب، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلسلہ وار کتب، درثمین مع فرہنگ اور کلام طاہر مع فرہنگ شامل ہیں۔ کلام محمود مع فرہنگ پر کام کی آپؒ نے فرمائش کی تھی۔ ہم نے شروع سے یہ سلسلہ رکھا تھا کہ ہر کتاب کا پیش لفظ صدر صاحبہ لکھیں۔ آپ بہت جامع اور بلیغ پیش لفظ لکھتی تھیں۔

اشاعت کے کاموں میں محنت کشوں کو معاوضہ دینے میں دِل کھلا رکھتیں بلکہ زائد حسن سلوک بھی کرتیں۔ سیر چشم اور مخیر تھیں۔ پرنٹنگ کا خرچ کم نہیں ہوتا تھا مگر آپ ہمیشہ تسلی دیتیں کہ کام اچھا کرو خرچ کی فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ کبھی کمی نہیں رکھتا۔

اچھے کاغذ پر رنگین سرورق اور جلدوں کے ساتھ معیاری کتب شائع ہوئیں۔ جن کے معیار کو سراہا گیا۔ ملکوں سے آرڈر آنے لگے۔ اس کام میں کئی کٹھن مراحل آئے جس میں آپ نے بڑی دانشمندی اور بہادری سے حق بات کی۔

اشاعت کے سلسلے میں پبلشرز کے ساتھ میٹنگ میں ساتھ رہتیں۔ صائب الرائے تھیں۔ ہمیں آپا کے فیصلوں پر اعتماد رہتا۔ ٹیم ورک کی اہمیت سمجھتی تھیں۔ ایسا خوبصورت ماحول بنایا ہوا تھا کہ کام میں لطف آتا تھا۔ دوپہر کو لجنہ ہال میں سادہ سا کھانا مل جل کر کھانا بہت اچھا لگتا۔ بشاشت اور مسکراہٹ ان کی شخصیت کا حصہ تھی۔ ملک میں اور ملک سے باہر جہاں بھی جاتیں کتابوں کا تعارف ضرور کراتیں اور خرید کر محفوظ رکھنے کی تحریک کرتیں۔ ان کا جملہ 'یہ خزانہ ہے خزانہ' یاد رہتا ہے۔ خود بھی خرید خرید کر تحفے دیتیں۔ تعلیمی مقابلوں میں انعامات میں کتابیں ہی دیتیں۔ احمدیہ ہال میں کتابیں رکھنا مشکل ہو گیا تو اپنے گھر میں کمرہ دے دیا۔

میری ادنیٰ ادنیٰ خدمات کو بہت سراہتیں۔ ایک نصیحت اکثر کرتیں:

''دنیا وچ بڑیاں باریاں نے تے بڑیاں ایم اے نے۔۔جے اللہ
نے کم دی توفیق دتی اے تے سر نیواں رکھیں۔''

شعبہ اشاعت کے حوالے سے مکرمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ کا خطبہ جمعہ 30 مارچ 2018ء میں ذکر خیر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

’’...انہوں نے 1986 سے 1996 تک صدر لجنہ کراچی کے فرائض سرانجام دئے۔ لجنہ کراچی نے کتب کی اشاعت کے سلسلے میں آپ کے دور میں بڑا کام کیا جن میں ساٹھ کتب اور دو مجلّے آپ کے دور میں شائع ہوئے۔

امۃ الباری ناصر صاحبہ کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپا سلیمہ میر صاحبہ سے لجنہ کراچی کی طویل خدمت لی۔ آپ اس دنیا میں نہیں رہیں لیکن آپ کی تربیت یافتہ ممبرات دنیا کے کونے کونے میں لجنہ کے کام کرتی ہوئی آپ کا نام اور کام زندہ رکھیں گی۔ آپ کا نام حسن کارکردگی کی مثال بن گیا ہے اور کہتی ہیں ہمیشہ بڑی سرپرستی کیا کرتی تھیں۔ کام سکھایا کرتی تھیں۔ اپنے نام کی ان کو زیادہ خواہش نہیں تھی بلکہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ جتنی انکے ساتھ کام کرنے والی ہیں ان کو کسی طرح کام آجائے اور جب کتابوں کی اشاعت ہوئی ہے اس میں بھی انہوں نے اپنی ٹیم کو بڑا

Encourage کیا۔ آخری عمر میں اکثر ملک سے باہر جانا پڑتا تھا۔ جماعت کا کام متاثر نہ ہو اس لئے خود ہی مرکز کو درخواست دے کر ایک دوسری صدر منظور کروالیں اور بڑی خوبصورتی سے ایک میٹنگ بلائی اور ان کو پھولوں کے ہار پہنائے اور مسز بھٹی صاحبہ کو صدر کی کرسی پر بٹھا کر ان کی خدمات کے بارے میں دلنشین تقریر کی اور اطاعت کی تلقین کی اور بڑے وقار سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئیں۔ یہ لکھتی ہیں کہ انتقال اقتدار ایسے بھی ہوتا ہے۔

پس وہ لوگ جنہیں بعض دفعہ جماعتی خدمات سے ہٹایا جائے یا ان کی منظوری نہ دی جائے تو اس پر بڑے اعتراض شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ سبق ہے کہ اگر کام مل جائے تو الحمدللہ اور اگر نہیں ملتا تو تب بھی اللہ کا شکر ادا کریں اور کام کرنے کے، جماعت کی خدمت کرنے کے اور دوسرے طریقے تلاش کریں۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ عہدہ ہی ملے تو کام ہو سکتا ہے۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ سب کام معاملہ فہمی اور راز داری سے کرنے والی تھیں۔ دل کی بات کر کے کبھی یہ خدشہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ بات کہیں نکل جائے گی۔ بڑی راز رکھنے والی تھیں۔ امۃ الباری ناصر صاحبہ لکھتی ہیں کہ پتہ نہیں کیسے وہ سب کے راز اپنے سینے میں دفن رکھتی تھیں اور یہ بہت بڑی خصوصیت ہے جس کی کمی آج کل مردوں میں بھی ہے۔''

محترمہ امۃ الحفیظ محمود بھٹی صاحبہ

محترمہ امۃ الحفیظ محمود بھٹی صاحبہ کی ہمراہی میں طویل عرصہ خدمت دین کا موقع ملا۔ بہت شفیق تھیں۔افسرانہ انداز کی بجائے خاکساری سے محبت پیار سے کام لیتیں۔ ہمارا تعلق بہنوں کا سا تھا۔شعبہ تصنیف واشاعت کے کاموں کی نوعیت دوسرے شعبوں سے مختلف تھی اس لئے ان کے تعاون، رہنمائی اور سرپرستی کی زیادہ ضرورت رہتی۔محترمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ کی سبک دوشی کے بعد قریباً 50 کتب کی اشاعت آپ کے عہد صدارت میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان کی زندگی میں فارسی درثمین چھپ کر آ گئی۔سالہا سال کی کئی جہت سے محنت کا ثمر دیکھ کر خوش ہوئیں اور اپنے انداز میں دعاؤں سے نوازتی رہیں۔

محنت کی قدردان تھیں۔ بہت حوصلہ افزائی کرتیں۔کتب کی اشاعت کے مختلف مراحل میں بعض مشکل مقامات آجاتے۔آپ معاملات کو سلجھانے میں بہت تحمل سے کام لیتیں۔ میرے خیال میں ان کی سب سے بڑی خوبی ان کا صبر اور تحمل تھا۔بعض دفعہ ان کا لمبا تحمل جھنجلاہٹ پیدا کرتا مگر بالآخر ان کا فیصلہ ہی درست ثابت ہوتا۔صبر اور اول وقت صبر کا مظاہرہ ان کے شوہر کی وفات کے موقع پر بھی نظر آیا۔ بڑے وقار اور صبر سے بھاری صدمہ برداشت کیا۔تعزیت کرنے والوں کو صبر کی تلقین کرتی رہیں۔ بہت معاملہ فہم تھیں۔خاص طور سے عائلی جھگڑوں کو سلجھانے میں دونوں طرف کی بات سن کر مناسب نصیحت کرتیں۔اسی طرح رشتے کرانے میں بھی ہر پہلو مدنظر رہتا۔

مجھے ان کی اس خوبی کا بھی اعتراف کرنا ہے کہ پاکستان سے فون پر رابطہ رکھتیں۔

ہمارے گھر سے جو بھی فون اٹھاتا بڑے پیار سے اس کی اور ناصر صاحب کی خیریت دریافت کرتیں پھر مجھے بلوا کر جس کام کے لئے فون کیا ہوتا وہ دریافت کرتیں۔ ان کی رحلت پر اس طرح فون پر رابطہ میں آنے والوں کو بھی افسوس ہوا۔ دعا ہے کہ مولا کریم غفور الرحیم اپنے پیار کے دامن میں سمیٹ لے۔ آمین۔

شعبہ اشاعت کے حوالے سے مکرمہ آپا امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ کا

خطبہ جمعہ 15 اکتوبر 2018ء میں ذکرِ خیر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے ارشاد فرمایا:

> ''امۃ الباری صاحبہ نے بھی ان کے ساتھ کام کیا۔ انہوں نے یہی لکھا ہے کہ بڑی محبت سے کام لیتی تھیں۔ کوئی افسرانہ انداز نہیں تھا۔ ان کے زمانے میں کراچی کی طرف سے پچاس کتب کی اشاعت ہوئی اور فارسی کتاب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی کلام کا مجموعہ ہے وہ بھی کراچی کی لجنہ کو ان کی صدارت میں ہی شائع کرنے کا موقع ملا۔ بڑی تحمل مزاج تھیں اور امۃ الباری صاحبہ کہتی ہیں کہ میرے خیال میں ان کی سب سے بڑی خوبی ان کا صبر اور تحمل تھا۔ بہت معاملہ فہم تھیں، خاص طور پر عائلی جھگڑوں کو سلجھانے میں دونوں طرف کی بات سن کر مناسب نصیحت کرتیں اور کوشش کرتیں کہ معاملات سلجھ جائیں اور یہی آج کل کے مسائل ہیں ہماری جماعت میں بھی۔ عائلی جھگڑے بہت

زیادہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فریقین کو بھی عقل دے کہ آپس میں سلجھا لیا کریں اور عہدیداروں کو بھی عقل دے کہ ان کو سلجھانے میں حقیقی کردار ادا کرنے والے ہوں۔‘‘

لجنہ کراچی بالعموم اور خاکسار بالخصوص ان پیاری ہستیوں کی جدائی سے بڑا خلا محسوس کر رہی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام قرب عطا فرمائے۔ آمین اللھم آمین۔

ایم ٹی اے کے لئے درثمین کا پروگرام اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی حوصلہ افزائی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے کراچی لجنہ کی پیشکش درثمین کے مشکل الفاظ اور درست تلفظ کے پروگرام پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا جو ہمارے لئے ایک اعزاز ہے۔آپ کا مکتوب پیش کرنے سے پہلے پروگرام کی تیاری اور وڈیو ریکاڈنگ کی دلچسپ روداد مختصر بیان کردوں۔

۱۹۹۴ء کی بات ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے پر اپنے پروگرام ملاقات میں یہ خوشخبری سنائی کہ اب نشریات کا وقت بڑھایا جائے گا۔ دوسرے ممالک کی جماعتیں بھی اپنے اپنے پروگرام بنا کر بھیجیں۔ 'من انصاری الی اللّٰہ' کی آواز کان میں آتے ہی سوچا کہ اللہ تعالی کا نام لے کر جو بھی صلاحیت ہے اس میں جھونک دیں۔دل میں آیا کیوں نہ درثمین پڑھائی جائے۔ درثمین سے ہمیشہ سے ایک والہانہ لگاؤ تھا اور کوئی نہ کوئی صورت اس کو پڑھنے پڑھانے کی نکالتی رہتی تھی۔ایک دفعہ لجنہ کراچی کے سمعی بصری پروگرام کے لئے تحت اللفظ پڑھ کے درثمین کی آڈیو کیسٹ بنانے کا کام کیا تھا۔پھر احمدیہ ہال میں جامعہ احمدیہ کی طرز پر درس وتدریس کا کام شروع ہوا تو میں نے اپنے ذمے درثمین پڑھانے کا کام لیا تھا اور صرف اس جذبے سے کہ پیاری نظمیں درست پڑھی جائیں، اس کی گلوسری بنائی تھی۔ایم ٹی اے پر پروگرام کی صورت میں درثمین کی خدمت کا شوق پورا

کرنے کا یہ موقع بہت اچھا تھا۔اس طرح آواز زیادہ احباب تک پہنچے گی ۔ارادہ تو کرلیا مگر مجھے وڈیو ریکارڈ کرانے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ تجربہ تھا تو جامعہ نصرت میں پڑھانے کا تھا۔ جہاں ایک بلیک بورڈ ہوتا تھا چاک سے اس پر لکھ کر سمجھاتی تھی۔سٹوڈیو کا لفظ صرف کہانیوں میں پڑھا تھا کبھی دیکھا نہ تھا۔

جب میں نے اپنی صدر صاحبہ کو اپنا خیال پیش کیا تو وہ خوش ہوئیں اور جماعت کی انتظامیہ کو بتایا کہ اس طرح ہماری ایک ممبر درثمین کے مشکل الفاظ کے تلفظ اور معانی کا پروگرام کرنا چاہتی ہے۔گیسٹ ہاؤس سے فون آیا (ضلع کراچی کے امیر صاحب اوران کی انتظامیہ کے مرکزی دفاتر ڈیفنس کے علاقے میں دوخوبصورت جڑواں بنگلوں میں ہیں جنہیں گیسٹ ہاؤس کہتے ہیں) کہ پروگرام کرانے کی اجازت ہے۔آپ کو اس کے لئے کیا کیا چاہئے ہوگا؟ میں نے کہا کہ ایک وائٹ بورڈ اور مارکر بس اور کچھ نہیں چاہئے۔محض تفنن طبع کے لئے یہ بھی لکھ دوں کہ پوچھا گیا ان چیزوں کا خرچ لجنہ اٹھائے گی یا جماعت؟ اب یاد نہیں کہ یہ مسئلہ کیسے حل ہوا تھا۔ بہر حال پہلے پروگرام کی ریکارڈنگ کے دن وائٹ بورڈ اور مارکر موجود تھا۔

اس دن میرے ساتھ مکرمہ سلیمہ میر صاحبہ اور مکرمہ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ (صدر اور نائب صدر لجنہ کراچی) بھی ازراہ شفقت تشریف لائیں ۔ میری چھوٹی بیٹی امۃ الشافی بھی ساتھ تھی۔ درثمین اوراس کی پہلی نظم ایک چارٹ پر لکھی ہوئی لے کر گیسٹ ہاؤس پہنچ گئے۔ان دنوں درثمین کی کتابت کروارہی تھی اس لئے نظموں کے چارٹ بنانا آسان تھا۔گلوسری تیار کرنے کے لئے الفاظ پر تحقیق کر چکی تھی،اس لئے یہ کام بھی تیار تھا۔

سامنے برآمدے میں کھلنے والے دروازے سے ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے ۔اسی برآمدے میں ایک طرف مکرم امیر صاحب کراچی کا دفتر تھا جہاں وہ کام میں

مصروف نظر آتے۔ ہمیں بالکل مؤدب اور خاموش رہنا پڑتا تھا۔ کمرے میں مکرم سعید بھٹی صاحب اور مکرم عشرت صاحب موجود تھے جو کیمرہ اور لائٹ سیٹ کر رہے تھے۔ ہمیں بٹھانے کے بعد پوچھا کیا کرنا ہے؟ کیا کرنا تو ہمیں معلوم تھا مگر کیسے کرنا ہے یہ بالکل معلوم نہیں تھا۔ وہ بھی نئے اور ہم بھی۔ کوشش اور کامیابی کے تناسب سے کام کرنا تھا۔ جب سب بیٹھ گئے تو پنکھے کی گھوں گھوں بند کرنے کے لئے پنکھا بند کیا گیا۔ دروازہ بند، پنکھا بند کمرہ بھٹی کی طرح گرم ہو گیا۔ ریکارڈنگ شروع ہے بولنا شروع کریں کا اشارہ سعید صاحب نے ہاتھ اٹھا کر دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''درثمین درست تلفظ اور مشکل الفاظ کے معانی'' کا پروگرام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آج اس سلسلے کا پہلا پروگرام ہے۔ براہین احمدیہ سے تھوڑی سے تمہید پڑھنے کے بعد نظم پڑھی:

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اِک عالم دکھاتی ہے

اور کھڑے ہو کر بورڈ پر الفاظ لکھنے لگی تو انہوں نے رکنے کا اشارہ کیا اور کہا کہ ہمارا کیمرا فکس ہے۔ آپ ایک جگہ ہی بیٹھ سکتی ہیں۔ کام رُک گیا۔ اب کیا کیا جائے۔ بورڈ پر نظم کا چارٹ لگا تھا۔ طے پایا کہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے لمبے سے پوائنٹر کے ساتھ لفظ دکھادوں۔ ٹھیک ہے کام شروع ہوا۔ اتنے میں باہر کسی نے کسی کو زور سے پکارا۔ وہ آواز ریکارڈ ہوگئی۔ کام روک دیا گیا۔

ایک دن بورڈ پر لکھتے لکھتے مارکر جواب دے گیا۔ چھٹی کا دن تھا۔ بازار بند تھے۔ اس دن سے ہم نے کاغذ کی شیٹ پر لکھنا شروع کیا۔ خیر اس طرح کے چھوٹے چھوٹے دلچسپ

تجربات وحوادث کے ساتھ پروگرام ریکارڈ ہونے لگے۔سعید صاحب اورعشرت صاحب نے بہت تعاون کیا۔کبھی چارٹ بناتے ،کبھی پہلے سے الفاظ لکھوا کے ریکارڈ کراتے اور سبق میں ترتیب سے لگاتے جاتے۔اس کے علاوہ میری فرصت کے مطابق اپنا وقت نکالتے اور ایک دفعہ میں کئی کئی پروگرام ریکارڈ کرتے۔فجزاھم اللہ تعالیٰ۔یہ بالکل ابتداء کی باتیں ہیں۔ بعد میں ہمیں ایئر کنڈیشن والا بڑا کمرہ مل گیا تھا۔

کچھ پروگرام تیار ہو گئے تو لندن بھیج دئے۔ہمارا خیال تھا کہ خامیوں کی نشاندہی ہو گی اور دوبارہ ریکارڈ کرنے کو کہا جائے گا مگر ہماری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی جب ایک دن ہمارا درثمین کا پہلا پروگرام ایم ٹی اے سے نشر ہو رہا تھا جو کراچی سے تیار ہونے والا پہلا پروگرام تھا۔میں تو سجدے میں گر گئی۔بے تحاشا خوشی کا عالم تھا۔یقین نہیں آرہا تھا۔یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو ہماری چھوٹی چھوٹی کوششیں قبول فرماتا ہے۔

خیر!ہر پروگرام کئی کئی دفعہ لگنے لگا۔کبھی کبھی کوئی پسندیدگی کا اظہار کر دیتا تو ہم پھولے نہ سماتے۔شافی نے کیمرے پر کام سیکھ لیا۔گھر کے کام نمٹا کے ہم دونوں گیسٹ ہاؤس چلے جاتے۔میں سامنے کرسی پر اور شافی کیمرے پر پروگرام کرکے آجاتے۔ریکارڈ کرنے والے تو رہتے ہی گیسٹ ہاؤس میں تھے۔کام کا جنون نت نئے خیال سجھاتا۔لجنہ کراچی نے دھڑا دھڑ پروگرام بنا کر بھیجے۔تاریخ احمدیت کوئز پروگرام۔اسلامی اصول کی فلاسفی۔کھانا پکانے کے پروگرام۔ناصرات کی نظمیں اور کوئز۔گڑیا کی شادی۔انٹرویوز۔عید ملن۔ہنر جیسے پروگرام ریکارڈ کرائے۔

ایک دھن لگ گئی تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو ایم ٹی اے کے لئے کام کرنا ہے۔پھر ہمیں ایک غضب کی سند ملی۔یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا پیارا مکتوب موصول ہوا:

''پیاری عزیزہ مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کی تشریح اور تلفظ کی درستی پر مشتمل جو پروگرام تیار کر کے بھجوایا اور یہاں MTA پر دکھایا گیا اس کے متعلق بعض لوگوں کی طرف سے اچھے اچھے تبصرے ملے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ ماشاء اللہ اچھا پروگرم بنایا ہے۔ اس کو آگے بڑھائیں لیکن ضروری ہے کہ ایک ٹیم ہو جس میں دینی اور ادبی علم رکھنے والے لوگ شامل ہوں اور وہ گہری نظر سے پروگرام کا جائزہ لے لیا کریں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کے حوالے سے احتیاط کا تقاضا یہی ہے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو

جزاکم اللہ احسن الجزا والسلام خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع''

پیارے آقا کا یہ مکتوب ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ کہاں ہماری بچگانہ حقیر کوششیں اور کہاں خلیفہ وقت کی تحسین۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ مکرمہ صدر صاحبہ نے حضور انور کے ارشاد کے مطابق ایک ٹیم تشکیل دی جس کے اجلاسات میں خاکسار اپنا تیار شدہ سبق پیش کرتی۔ قریباً سَو پروگرام ریکارڈ ہوئے۔ درثمین مکمل نہ ہو سکی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے میری یہ خواہش اس طرح پوری کر دی کہ نئی درثمین بڑی سج دھج کے ساتھ مع فرہنگ شائع ہو گئی۔ پہلے کراچی سے اور اب قادیان سے چھپ رہی ہے۔ شکر الحمد للہ۔

ایم ٹی اے کے بارے میں ایک اور پیارا مکتوب حاضر ہے۔

''پیاری عزیزہ مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پر خلوص ادبی خط ملا۔ جزاکم اللہ تعالی احسن الجزا فی الدنیا والآخرہ۔MTA کے Wonder Land نے صرف آپ کو ہی مسحور نہیں کیا ہوا بلکہ ایک عالم کا عالم اس سے مسحور ہو رہا ہے اور اس سے فیض پا رہا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ بہر حال MTA کے حوالے سے آپ کی رسپانس ماشاء اللہ بہت ہی ٹھوس اور گہری ہے۔ نیز اس ادب واطاعت والی تربیت کا پاک نتیجہ ہے جو آپ کے اندر سرایت کی ہوئی ہے۔اللھم زد و بارك۔اللہ آپ کو علم وادب کی جو غیر معمولی خدمت کی توفیق دے رہا ہے اس کو اپنے فضل سے بڑھاتا رہے۔

بہت خوشی ہوئی کہ آپ کی بچی نے بھی کیمرے چلانے کی ٹریننگ لے لی ہے۔ اللہ مبارک کرے اور اسے بھی مقبول خدمتوں کی توفیق دے۔ ناصر صاحب اور دیگر سب عزیزوں کو سلام و پیار۔ خدا حافظ و ناصر ہو۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع''

❁❁

وہ خواب جو بیداری میں دیکھا تھا

کراچی سے ایمریٹس Emirates کا جہاز فضا میں بلند ہوا۔ اسے دوبئ کو چھو کر ہیتھرو اُترنا تھا۔ جہاز کے مسافروں کے اپنے اپنے مقاصد اور جذبات ہوں گے۔ کہیں بچھڑنے کا غم اور کہیں ملنے کی خوشی۔ میرا حال سب سے جدا تھا۔ میں اپنوں سے دور زیادہ اپنوں کے پاس جارہی تھی۔ ہوا کے دوش پر فاصلے سمٹ رہے تھے۔ میں اس سرزمین کی طرف جارہی تھی جہاں پیارے خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۹۸۴ء سے متمکن تھے۔ آسمانی سرکار نے خاکسار کے اس سفر کے لئے سامان مہیا کئے تھے۔ ہماری بچی امۃ الصبور کے ہاں ولادت متوقع تھی۔ بڑی بیٹی امۃ المصور پاکستان آکر واپس کینیڈا براستہ لندن جانے والی تھی۔ ساتھ اچھا بن گیا۔ توفیق پرواز کیا ملی عالم ہی بدل گیا۔ میں جو ہر ایک جانے والے سے درخواست کرتی تھی:

میری آنکھوں سے اُنہیں دیکھنا جانے والو
باقی سب کچھ جو مجھے کہنا ہے وہ جانتے ہیں

اب کئی مشتاقانِ دید کے ایسے ہی بے تاب پیغامات لے کر محوِ سفر تھی۔ سوچ رہی تھی کہ

حضورؒ ربوہ میں تھے تو کیا سب احمدی اکثر و بیشتر آقا کی ملاقات اور دید سے آنکھیں ٹھنڈی کرتے تھے؟ حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ حضورؒ سے ملاقات نصیبوں سے ہی ہوتی تھی ان کی ذات بابرکات کے ساتھ وابستہ سر پہ سائبان ہونے کا احساس، دھوپ میں سائے کی ٹھنڈک کا لطف، طفلِ شیر خوار کو ماں کی گود جیسی لذت، مشکلات میں اپنے لئے شب باش وجود کے دعا کیلئے اُٹھے ہاتھوں سے حوصلہ۔ یہ سب کچھ تو ہمیں سمندر پار سے بھی مل رہا تھا۔ پھر کس کمی کس ادھورے پن نے دونوں طرف ہجر وفراق کی بساط برابر پھیلا دی تھی۔ یہ للّٰہی محبت کے عجیب سلسلے ہیں۔ جب ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہدِ وفا کیا جاتا ہے تو مرشد سے قریب تر رہنے کا جنون پیدا ہوتا ہے۔ ظاہری بُعد بوجھل لگتا ہے۔ یہی احساس تھا جس نے سب کو تڑپا دیا تھا۔ خاص طور پر پاکستان کے عشاق آقا کے منہ کی بھوک میں بن جل مچھلی کی طرح بے چین ہو گئے تھے۔ اظہار کا سلیقہ رکھنے والوں نے آنسو الفاظ میں ڈھال کر سب کے دلوں کی ترجمانی کی:

اے شخص کہاں چلا گیا تو
آ جا کہ ترس گئیں نگاہیں

آقا ترے بغیر یہ گلشن اُداس ہے
ماحول بھی اُداس ہے کہ من اُداس ہے

دیارِ مغرب سے لوٹ کر کب یہاں پہ آؤ گے میرے آقا
تڑپ رہے ہیں بغیر تیرے یہاں پہ تیرے غلام کہنا

اے جانِ تمنا آ بھی جا اب اور ہمیں نہ تڑپانا
ہم ہار گئے اور مار گئی ہم کو یہ جدائی برسوں کی

باہر تا حد نظر پھیلا ہوا بادلوں کا منجمد طوفان اور اُفق تا اُفق اس سے جھک کر گلے ملتا آسمان بہت حسین منظر تھا۔شوخ نارنجی، نیلے پیلے رنگ آپس میں گھل مل گئے تھے۔قدرت نے اپنا حسن خوب نکھار کر بکھیر دیا تھا۔ٹی وی سکرین پر پل پل کی خبریں آرہی تھیں۔ہم کہاں ہیں،کس بلندی پر ہیں۔رفتار کیا ہے۔خوش شکل فضائی میزبان خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ کچھ پیش کر کے سلسلہ خیال توڑ دیتی اور کبھی ننھا نواسہ وقاص کوئی مزیدار بات کرتا۔اُس کو اتنی دیر تک بیٹھنا مشکل لگ رہا تھا۔بڑا اچھا خیال سوجھا کہ ہم دونوں کھڑکی کھول کر جہاز کے پَر پر ایک دوڑ لگا کر دیکھیں کہ پہلے واپس جہاز میں کون آتا ہے۔افسوس اس کا یہ پروگرام کچھ فنی مشکلات کی وجہ سے پورا نہ ہوسکا۔

سکرین پر خانہ کعبہ کی سمت اور فاصلہ دکھایا تو دعا کی کہ سب شعائر اللہ حقیقی وارثوں کو مل جائیں۔حضور پرنورؒ کا شعر زبان پر آ گیا:

اے کاش مجھ میں قوت پرواز ہوتو میں

اُڑتا ہوا بڑھوں تیری جانب سوئے حرم

سیرت نبویؐ کا بیان نثر میں ہو یا نظم میں،تحریر وتقریر دونوں بے مثال عشق کی غمازی کرتے ہیں۔صرف زبانی نہیں عملی عشق نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھنڈا اکناف عالم میں لہرانے کے لیے دعوت الی اللہ کا جوش وجنون پیدا کیا۔خدا کے شیر گرجتے ہوئے آگے بڑھے اور بساط دنیا پر جہان نو کے حسین اور پائیدار نقشے اُبھرنے لگے۔

جہاز سے زیادہ تیز خیالات کی رَو کو جھٹکا سا لگا۔انگریزی اور عربی میں اعلانات ہو رہے تھے۔منزل قریب ہے۔جہاز نے مسلسل بادلوں پر پرواز کی تھی۔نیچے اُترنے کیلئے بادلوں سے راہ دینے کو کہا۔حجاب ہٹتے ہی ہیتھرو کی روشنیوں کا جھما کا سا ہوا۔

''اُمید ہے آپ کا سفر خوشگوار رہا ہوگا۔''

ایئر ہوسٹس نے شاید میرا چہرہ پڑھ کر یہ جملہ کہا تھا۔

بین الاقوامی پرواز پر یہ میرا پہلا سفر تھا۔اس لئے بہت سے کام دائیں بائیں والوں کو کن اکھیوں سے دیکھ دیکھ کر کرتی رہی۔ایئر پورٹ پر ہمیں لینے میرا داماد عمر آیا ہوا تھا۔یہ بھی میری بیٹی امۃ الصبور کی طرح سماعت و گویائی سے محروم ہے۔گاڑی مہارت سے چلا لیتا ہے۔ ایئر پورٹ سے ساؤتھ فیلڈ تک کہیں بھی سڑک ٹوٹی ہوئی نہیں تھی۔حیرت ہو رہی تھی۔بارشیں تو یہاں بہت ہوتی ہیں پھر سڑکیں کیسے سلامت ہیں۔کراچی کی سڑکیں تو بارش سے یوں پگھلتی ہیں جیسے تیزاب برسا ہو۔زاہد اور مصور میری اس حیرت پر خوب ہنسے۔جیسے کہہ رہے ہوں۔ ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے؟

کراچی کی صبح سے ۱۴ مارچ کی لندن کی صبح بہت مختلف تھی۔وہاں گرما گرمی اور یہاں سردی اور سکون تھا۔کیوں نہ ہوتا آب وگل کے اس جہان میں یہی تو وہ پرسکون گوشہ تھا،جہاں مولا کریم نے اپنے پیارے کو لاکر بسایا تھا۔میری خوش قسمتی کہ اگلے ہی دن ملاقات کا وقت مل گیا۔کوئی دوسرا اندازہ نہیں کرسکتا کہ دل کی دنیا کا کیا عالم تھا۔مگر عجیب بات یہ ہوئی کہ چند منٹ کی خوشی کے بعد بہت گھبراہٹ شروع ہوگئی۔مجھے لگا کہ حضورؒ کے سامنے جاؤں گی تو انہیں میرے آر پار سارا نکما پن نظر آ جائے گا۔سامنے کیسے جاؤں گی۔

دل میں کئی مسودے ترتیب پانے لگے تاہم یہ بھی لگتا تھا کہ کچھ بھی کہہ نہ پاؤں گی۔

سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں نہ کیوں ہو
بیٹھا ہے بُت آئینہ سیما میرے آگے

ایک اچھی بات یہ ہوئی کہ 15 مارچ کو حضور انور کی محمود ہال میں اردو میں ایک مجلس

عرفان تھی۔سوچا کیوں نہ پہلے اس مجلس میں جا کر آنکھوں کو آفتاب دیکھنے کی کچھ مشق کرالوں۔مصوراور بھتیجی مدثر کے ساتھ پیدل ہی مسجد کی طرف چل پڑی۔سڑک پر گریسن ہال لکھا نظر آیا۔پہلے لفافوں پر لکھتی تھی آج خود پہنچ گئی۔محمود ہال میں عین سامنے سٹیج پر حضور انور نظر آئے۔سوال جواب کا سلسلہ جاری تھا۔خدا کا شیر علم وعرفان سے مسلح چومکھی لڑائی لڑ رہا تھا۔احباب نہ جانے کتنی اُلجھنوں کو سلجھانا چاہتے تھے۔سوال پر سوال آرہے تھے اور وہاں ہزاردام سے مسکرا کر نکلنے کا دلفریب انداز۔کوئی تأمل،غور وفکر،ذہن پر زور دینے کا انداز نہیں تھا۔ہرسوال کا جواب اس کمپیوٹرائزڈ انسائیکلو پیڈیا سے جچے تلے الفاظ میں آجاتا۔موضوع پر مکمل عبور اور زبان و بیان کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی۔ہماری خوش نصیبی کہ اسی دن بیعت بھی ہوئی۔پھر نماز مغرب کے لئے نصرت ہال میں جمع ہوئے۔اس سے پہلے 1984ء کے اوائل میں اپنے امام کی امامت میں نماز ادا کی تھی۔نماز کے معاً بعد ملاقات کیلئے کمرہ انتظار میں بیٹھ گئے۔گرد وپیش کا ماحول نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا۔ساتھیوں کے مشورے کہیں اوپر سے گزر رہے تھے۔ایک گھبراہٹ سی طاری تھی۔ایک دفعہ ایک شعر کہا تھا:

حوصلہ ہوگا تو کرلیں گے نگاہوں سے سلام
باقی سب گفتگو اشکوں کی زبانی ہوگی

میرے پاس درثمین اردو مع فرہنگ کی ڈمی تھی اور لجنہ کی کچھ کتابیں۔ایک کیمرہ بھی۔داخلے کی اجازت ملی۔وہ لمحہ میرا تھا۔اس روشن چہرے کی مسکراہٹ میرے لئے تھی۔پیارے حضورؒ اس سے زیادہ ہشاش بشاش اور پُرنور نظر آئے جو کیمرے کی آنکھ سے نظر آتے ہیں۔عجیب دلفریب ذرہ نوازی تھی۔آپ نے فرمایا:(الفاظ میرے ہیں)

''کون کہتا ہے آپ پہلی دفعہ آئی ہیں۔آپ تو یہیں ہوتی ہیں

ہمارے آس پاس ۔اپنے خطوں کی شکل میں اپنی نظموں کی صورت
میں،آپ تو ہمارے نزدیک ہی رہتی ہیں۔‘‘

خاکسار نے درِثمین کی ڈمی پیش کی ۔پیارے آقا نے ہاتھ بڑھا کر ڈمی وصول کی اور فرمایا:

’’اچھا لے آئی ہیں، بہت ضرورت تھی، ایک غلطیوں سے پاک،
جہاں تک انسانی کوشش ہوسکتی ہے درِثمین کی۔‘‘

عرض کیا: ’’حضور آپ دیکھیں گے تو بہت مزا آئے گا۔‘‘

فرمایا: ’’ضرور آئے گا مجھے علم ہے آپ نے کتنی محنت کی ہے۔‘‘

اس کے ساتھ ہی ڈمی اپنی بائیں جانب بک شیلف میں رکھ لی۔میرے پاس کراچی لجنہ کی بچوں کے لئے کتب تھیں، وہ پیش کر دیں۔آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

فرمایا:’’یہ تو میرے بہت کام آئیں گی۔بچوں کو پڑھاتا ہوں نا، لجنہ
کراچی بہت کام کر رہی ہے اور آپ تو روحِ رواں ہیں ماشاءاللہ۔‘‘
(اس ضمن میں بہت سے حوصلہ افزائی کے جملے ارشاد فرمائے)

کتب کے بارے میں چند ارشادات کے بعد آپؒ نے پرائیویٹ سیکریٹری صاحب کو بُلا کر فرمایا:

’’یہ کچھ عرصہ یہیں ہیں ان کو کوئی علمی کام دیں خاص طور پر اردو کا۔‘‘
پھر تصویر ہوئی۔

وہ خواب جو بیداری میں دیکھا تھا، حسیں تھا
اک عالم خود رفتگی تھا، ہوش نہیں تھا

حیرت تھی کہ یہ میں ہوں یا ہے معجزہ کوئی
وہ سامنے موجود ہیں، بس اتنا یقیں تھا
دل سجدے میں تھا آنکھیں تھیں مصروف عبارت
کعبہ بھی وہیں، عرشِ معلیٰ بھی وہیں تھا

ملاقات کے بعد محمود ہال میں لنگر خانہ مسیح موعودؑ کا کھانا کھایا۔ ہوسکتا ہے کسی نے محسوس بھی کیا ہو کہ یہ خاتون ہر طرف نظریں گھما گھما کر کیا دیکھ رہی ہے۔ مگر لمبے عرصے کی پیاس بجھانی ہو تو ایسے ہی ہوتا ہے۔

زاہد، مصور اور وقاص کے نیویارک روانہ ہونے کے بعد ساری توجہ گھر سنبھالنے اور صبور کے تین سال کے ثمر کو بہلانے میں لگ گئی۔ ہماری محسنہ محترمہ پروین مختار صاحبہ نے مہربان ہستیوں کو فون پر خاکسار کی آمد کی اطلاع دی۔ اس طرح بہت جلد ایک حلقے میں تعارف بلکہ بے تکلفی ہوگئی۔ سب سے پہلے اپنی پیاری پھوپھی جان مکرمہ حلیمہ بیگم صاحبہ اور پھوپھا جان مکرم حسن محمد صاحب سے ملنے گئی۔ یہ پھوپھی جان ابا جان سے شکل اور بات کرنے کے انداز میں بہت ملتی ہیں۔ دونوں کو جماعت کی خدمت کی توفیق ملتی ہے۔ خاندان اور جماعت کی پرانی یادوں کو تازہ کرتے رہے۔ پھر پھوپھا جان نے حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے تحفے ایک سوٹ اور کرسی بھی دکھائی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے 23 مارچ کے یادگار دن صبور کو دوسرے بیٹے سے نوازا۔ سینٹ جارجز ہسپتال کے چوتھے فلور سے سوتے جاگتے لندن کو دیکھنے کا موقع ملا۔ دور دور تک بادلوں میں ملفوف ٹھنڈا یخ شہر، کہیں کہیں چمنیوں سے اُٹھتا دھواں، پھول اوڑھے قطار در قطار درخت پرسکون خوشحال شہر۔ میں نے سوچا اللہ پاک کی بے شمار نعمتوں کا اجتماع

اسلام کی حقوق العباد کی بعض تعلیمات پر عمل سے ہوا ہے۔ یہاں بیماروں ، ناداروں، معذوروں، بوڑھوں حاجت مندوں کیلئے سہولتیں ہیں۔ جھوٹ اور دھوکا دہی سے پرہیز ہے۔ ظاہری صفائی اور خوبصورتی ہے یہ خیر کا سامان انہیں ان دعاؤں سے بھی ملا ہے۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں عدل وانصاف سے کام لینے کی وجہ سے ملی تھیں۔

ہسپتال میں صبور کا بہت خیال رکھا گیا۔ پیارے حضور نے نومولود کا نام نصر نصر اللہ خان رکھا۔

نماز جمعہ مسجد فضل میں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ علم وعرفان کی جاری نہر سے فیض یابی بڑی نعمت ہے۔ سال میں باون جمعے ان کو عرصہ خلافت سے ضرب دیں۔ ہر خطبہ موضوع کے لحاظ سے انوکھا، کبھی تکرار کا احساس نہیں ہوا۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

اس روز پہلی دفعہ ایم ٹی اے کے کمرے بھی دیکھے۔ مکرمہ صادقہ کرامت صاحبہ اور ان کے بیٹے نے ہر کمرے میں جا کر کام میں مستعد احباب وخواتین سے تعارف کروایا اور سارا نظام سمجھایا۔ ایم ٹی اے کا سلسلہ ہر جہت سے ایسا محیر العقول ہے کہ انسانی فکر کتنی بھی ہمہ گیر ہو وسعتوں پر محیط ہونا تو در کنار عمومی اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ کوئی بچہ اپنی نوٹ بُک سے کاغذ پھاڑ کر جہاز بنائے اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اُڑائے۔ تو اس کے ہاتھ سے نکلتے ہی وہ سچ مچ کا جہاز بن کر گھن گرج کے ساتھ اُڑنے لگے۔ ہماری کوششیں اور قادر خدا کی عنایات کی نسبت کچھ ایسی ہی ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندے معمولی ساز وسامان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے کمروں میں دعوت الی اللہ کی آواز بلند کرتے ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ اُسے بسیط فضا میں پھیلا دیتا ہے۔

گر نہیں عرش معلّٰی سے یہ ٹکراتی تو پھر
سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیاں

ہم کراچی سے پروگرام تیار کر کے بھیجتے تھے۔ اب ان سب سے مل رہی تھی جو آگے ان پروگراموں کو چلاتے تھے۔ مکرمہ رقیبہ گلزار صاحبہ اور مکرمہ مدثر عباسی صاحبہ نے ہر کام سمجھایا بلکہ اپنی طبعی دلچسپی کی وجہ سے کچھ دن ان کے دفتر میں کام بھی کیا۔

ایک دن ایم ٹی اے کے آفس میں کچھ دیر کام کر کے نماز ظہر کے لئے نکلی ہی تھی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ (لقامع العرب کے بعد واپس تشریف لے جاتے ہوئے) خاکسار پر پڑی۔ فرمایا:

''امۃ الباری آپ یہاں ہیں۔ کلاسز میں آیا کریں براہِ راست سننے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔''

اس طرح ترجمۃ القرآن کلاسز کی اجازت بھی مل گئی۔ جس سے میں نے خوب فائدہ اُٹھایا۔ یہ زندگی کے یادگار دن تھے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

صبور کے گھر سے مسجد پیدل جا سکتے ہیں۔ ترجمۃ القرآن کلاس کے لیے وقت سے پہلے پہنچ جاتی۔ وہ کمرہ دیکھ رہی تھی جس میں عرفان کی بارش ہوتی تھی۔ شاگردوں سے تعارف ہوا۔ پھر حضور انور تشریف لے آئے مخصوص تلاوت و ترجمہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب معمول کے مطابق کلاس سے فیض اُٹھا رہے تھے مگر میری اُڑان آسمان پر تھی۔ سوچ رہی تھی پورے کرۂ ارض پر اس وقت اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین یہی گوشہ ہوگا۔ فرشتے اپنے پر پھیلائے نور کی بارش کر رہے ہوں گے۔ اک چشمۂ فیض تھا اور تشنہ لب دیوانے...

اس لمحے یہ دعا بھی کی کہ کاش احباب جماعت اس کلاس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ

اٹھائیں۔ دل ودماغ ایک آواز پر مرتکز تھا۔ یہ کلاس میں گھر پہ بھی پابندی سے دیکھتی تھی مگر کہیں نہ کہیں توجہ ہٹ جاتی۔ فون کی گھنٹی بجتی یا دروازے کی، کوئی بچہ مخل ہوجاتا، کہیں جانا پڑجاتا یا کوئی آجاتا اور حد تو یہ کہ کبھی بجلی چلی جاتی۔ ایسی یکسوئی میسر کہاں تھی۔ اس لئے بہت لطف آیا اور بہت کچھ سیکھا۔

3 / اپریل کی شام اردو کلاس کے لئے ذرا جلدی آگئی تاکہ نماز بھی مل جائے۔ نصرت ہال کا منظر دیدنی تھا۔ وہ سارے پیارے پیارے بچے گھوم رہے تھے جو اردو کلاس کی رونق تھے۔ جس کمرے میں اُردو کلاس ریکارڈ ہورہی تھی اتنا چھوٹا تھا کہ اگر کوئی اور بتاتا تو یقین نہ آتا۔ سب چھوٹے بڑے بچے اپنی جگہ بیٹھے تھے۔ حضور انور کی تشریف آوری سے تصویر مکمل ہوگئی۔ حضور نے ایک جدت کی تھی بالکل فطری انداز میں زبان سکھا رہے تھے۔ جیسے ماں بچے کو سکھاتی ہے۔ گھر میں گفتگو کے انداز میں خود بخود بچے سیکھ جاتے ہیں۔ حضور نے ماحول بھی ایسا ہی بنایا ہوا تھا۔ ایک ماں کے گرد بچے جمع ہیں کبھی کچن لگتا ہے کبھی کھانے کا کمرہ اور بے تکلف گفتگو ہورہی ہے۔ کہانیاں، نظمیں، محاورے، معلومات عامہ، بیٹھنے اُٹھنے کھانے پینے کے آداب، اسلامی عقائد کہیں سادہ انداز میں معرفت کے نکتے سبق آموز باتیں، ہلکے پھلکے لطیفے ہر نعمت اس دستر خوان پر موجود تھی۔

حضور نے تشریف لاتے ہی اجرام فلکی ان کی رفتار اور فاصلوں کی بات چھیڑ دی۔ خاصا سائنسی موضوع تھا مگر انداز دلچسپ، چھٹتے ہی مجھ سے سورج اور زمین کا فاصلہ پوچھ لیا۔ ظاہر ہے میرے علم میں نہیں تھا۔ آخر میں آئس کریم کا دور شروع ہوا۔ پیارے حضور ایک ایک کپ کھولتے چمچ سے ذرا سا چکھتے، تبرک کرکے کسی خوش قسمت کو پکڑا دیتے۔ میں بالکل سامنے اس شعر کی تصویر بنی بیٹھی تھی۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ساقی براندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی

بالآخر میری باری بھی آ گئی۔ دست مبارک بڑھا کر آئس کریم عنایت فرمائی۔

بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے

اس دن کچھ لطیفے بھی ہوئے۔ موٹے بچے سے پوچھا:

''گھڑی کس طرح چلتی ہے۔''

بڑے اعتماد سے جواب دیا: Anti Clockwise

مکرم عبد الہادی صاحب کو صفائی کی سوجھی۔ ایک بیگ لے کر ڈھکنے جمع کرنے شروع کر دیئے۔ حضور نے فرمایا: ''ان میں تو آئس کریم بہت کم لگی ہوئی ہے۔''

کلاس کا ہر پہلو خوشگوار تھا۔ جمعوں کے خطبوں، جلسوں کے خطابات، مجالس عرفان اور ترجمۃ القرآن کی کلاسز میں ٹھوس علمی و مذہبی موضوعات پر سنجیدگی سے قرآن و حدیث، سیرۃ نبویؐ اور سلسلہ احمدیہ کے علم الکلام کی روشنی میں بے تکان بادلائل گفتگو کرتے ہوئے آقا کا اردو کلاس میں ایک اور روپ نظر آتا ہے۔ کبھی سموسے بیلتے ہوئے میدے سے سنے ہوئے ہاتھ، کبھی اُلو سلامت کی کہانی، کبھی موٹے چھوٹے بچوں کی باتوں پر قہقہے۔ لگتا ہے اللہ پاک نے خود اپنے بندے کی تفریح کا سامان کیا ہے۔

اردو کلاس کے بعد پھر نماز کیلئے نصرت ہال میں جمع ہوئے۔ یہاں ایک اور ایمان افروز نظارہ تھا۔ کچھ خواتین دائرے میں کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ ایک کا تعلق چین سے تھا۔ ایک ٹرکش ایک بوسنین ایک افریقن، کچھ لندن کی اور خاکسار پاکستان کی۔ مگر اپنائیت ایسی گویا ایک جان ہوں۔ یہ ملتِ واحدہ کی تشکیل کی ایک تصویر تھی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ

السلام کو خوشخبریاں دی گئی تھیں کہ مختلف رنگ، نسل اور قوموں کے لوگ جمع ہوں گے۔ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔اس کا نقشہ نظر آرہا تھا۔ہم گواہ ہیں کہ ہم یہ پیشگوئیاں اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں۔

یہ سب نعمتیں ہمیں اپنے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع سے ملیں۔

سب جہانوں کیلئے بن کے جو رحمت آیا
ہر زمانے کے دکھوں کا ہے مداوا وہی ایک
اُس کے دامن سے ہے وابستہ کل عالم کی نجات
بے سہاروں کا ہے اب ملجاء ماویٰ وہی ایک

نصرت ہال میں منگل کے منگل ''ڈاک والیوں'' سے ملاقات ہوتی رہی۔حضور کی ڈاک کا نظام بھی رُوئے زمین پر منفرد ہے۔پچھلے زمانے کے انصاف پسند بادشاہوں کے متعلق پڑھتے تھے کہ راتوں کو بھیس بدل کر گلیوں میں گھوم پھر کر عوام کے مسائل بچشم خود دیکھا کرتے تھے۔پوری دنیا میں پھیلی جماعت کے عادل امام نے خطوں کے ذریعہ ہر گلی محلے میں بسنے والوں سے رابطہ رکھا ہوا ہے۔خط میں جس طرح دل کھول کر رکھ دیا جاتا ہے زبانی بھی ممکن نہیں۔آپ خطوط ضرور دیکھتے ہیں۔بعض سارے اور بعض کے خلاصے۔یہ خلاصے تیار کرنے کا کام کچھ خواتین کے ذمے ہے۔دل تو چاہا کہ ان کے راز داری کے عہد کو مجروح کر کے دیکھوں تو میرے آقا کو سب کیا کیا لکھتے ہیں۔مگر حوصلہ نہیں ہوا۔مجھے علم ہے جہاں کوئی پریشانی کوئی جھگڑا کوئی دلآزاری، بیماری، دکھ کا واقعہ کوئی اندوہ ناک وفات ہو سب اپنے دل کا سارا دکھڑا حضور پرنور کے شفیق دل میں اُنڈیل دیتے ہیں۔اور پھر پراسرار دھندلکوں میں سموئے ہوئے غم، فضاؤں میں سسکتے ہوئے احساسِ الم اُن کی روح پر جذبہ مبہم بن کر چھا

جاتے ہیں۔ آنکھیں اشکوں کی راہ گزار بن جاتی ہیں اور دل مہمان سرائے غم و حزن۔ آپ کے سینے میں جوان مرگ اُمنگوں کے اتنے مزار ہیں کہ وہ غم و حزن کے سینکڑوں قافلوں کی زیارت گاہ بن سکتا ہے۔ کسی کے دھیان کی جوگن سارے رنج و آزار کے ساتھ خود ہی پہلو میں آجاتی ہے اور رات بھر احساس کے دکھتے ہوئے تار چھیڑتی ہے۔ ایک ایک تار سے غم و حزن کی صدا اُٹھتی ہے۔ دل ایسے جلتا ہے جیسے دور بیابانوں میں کسی راہب کا چراغ ٹمٹما رہا ہو۔ درد کے قافلے ویرانوں میں لرزتی ہوئی لو کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ یہی ہماری منزل ہے۔ دو گھڑی قلب کے غم خانے میں ستا کے تیرگیٔ یاس کی اوٹ سے نکل کر اُمید کی کرن دیکھ کر چلے جائیں گے۔ کسی اور کا کہاں حوصلہ ہوسکتا ہے کہ اُن میں جھانکے خطوں کے ذریعے انسانیت کی اتنی بڑی خدمت ہو رہی ہے جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ پھر یہ خط لکھنے والے صرف احمدی احباب نہیں ہوتے ہر مذہب و ملت رنگ و نسل کے لوگوں کو علم ہے کہ یہاں ایک درد آشنا دل ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ غم سے سسکتی ہوئی روحوں کا کوئی الگ مذہب اور رنگ نہیں ہوتا۔ ہر ستم دیدہ انسان انسان ہی ہوتا ہے۔

کوئی قشقہ ہے دکھوں کا نہ عمامہ نہ صلیب
کوئی ہندو ہے نہ مسلم ہے نہ عیسائی ہے
ہر ستم گر کو ہو اے کاش یہ عرفان نصیب
ظلم جس پر بھی ہو ہر دین کی رسوائی ہے

حضورؒ کی ڈاک میں مدد دینے والے بڑے خوش نصیب ہیں۔ مجھے بھی حضورؒ کے قریب رہنے کا موقع ملتا تو اسی شعبے سے منسلک ہو کر کام کرتی۔ اللہ پاک سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

لندن میں بغرض سیر نکلنے کا موقع کم ملا۔ میری پھوپھی زاد بہن محترمہ آپا صفیہ بشیر الدین سامی صاحبہ نے نیشنل آرٹ گیلری، پارلیمنٹ سکوائر، ڈاؤننگ سٹریٹ، بکنگھم پیلس، ہارس گارڈ وغیرہ کی سیر کروائی۔ بارش میں پیدل چل کر ڈائنا کے فیونرل پر جہاں پھول رکھے گئے تھے۔ سارا حصہ دیکھا۔ وہاں اب پارک بن رہا ہے۔ ایک سیر محترمہ امۃ الرشید احمد صاحبہ نے کروائی۔ نیچرل ہسٹری میوزیم دیکھا۔ ایک ایک چیز دیکھ کر بے اختیار حمد و ثنا کی۔ حیوانات، نباتات، جمادات کا ارتقائی سفر، فضا اور زیر آب مخلوقات، کرہ ارض پر مختلف اثرات کا مظاہرہ عجیب حیرت انگیز دنیا ہے۔ ایک ایک چیز گھنٹوں دیکھنے کے قابل تھی مگر ہر جگہ وقت کی کمی آڑے آتی۔

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

خالقِ کائنات کو ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اتنا قیمتی رنگا رنگ حسن پیدا کرنے کا مقصد صفت خالقیت کا اظہار ہے۔ تاکہ انسان یہ مظاہر دیکھ کر خالق تک پہنچے۔

کیا عجب تو نے ہر اِک ذرے میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

محترمہ امۃ المتین رشید الحق صاحبہ نے زمین دوز ریلوے کی سیر کرائی اور قدوس نے جو ناصر صاحب کی بھتیجی ہے اسلام آباد کی سیر کرائی۔ قدوس محترم چودھری رشید احمد صاحب سے شادی کے بعد سے لندن میں سکونت پذیر ہے۔ ومبلڈن سے اسلام آباد تک رشید صاحب اور قدوس کی کمنٹری کے ساتھ زندگی کی یادگار سیر کی۔ سارا راستہ اتنا حسین ہے کہ لگتا تھا ساری انگریزی شاعری ایک ساتھ پڑھ لی۔ دونوں طرف حدِ نظر تک وسیع چراگاہیں، سبزے کے

تختے درمیان میں کہیں کہیں دیہاتی طرز کے سرخ چھتوں کے مکان دھلے دھلائے خوبصورت پیڑ۔ کہیں کہیں تا حد نظر سرسوں جیسی فصلوں کی بہار، ہر منظر انتہائی دلفریب تھا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا۔ ہلکی بارش تھی اس جزیرے کو اللہ پاک نے کتنا حسین بنایا ہے۔ رشید صاحب اس رستے سے بہت مانوس تھے۔ پہلے جاب کے سلسلے میں پھر اسلام آباد میں روٹی پلانٹ پر ڈیوٹی کی وجہ سے اُنہیں بہت دفعہ ان سبزہ زاروں کو دیکھنے کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ میری محویت سے محظوظ ہوتے رہے۔ اسلام آباد قدرتی طور پر درختوں سے گھرا ہوا گھاس کا وسیع میدان ہے۔ جس میں حضور کی رہائش گاہ، لجنہ کا دفتر، الرقیم پریس، روٹی پلانٹ اور بیرکوں سے تبدیل کر کے بنائے ہوئے کچھ رہائشی مکانات ہیں۔ اس جنتِ ارضی میں بائیس خاندان رہتے ہیں۔ کھلی جگہ پر صاف فضا میں پھول سے بچے کھیل رہے تھے۔ کچھ گھروں میں جا کر مکینوں سے محبت بھری گفتگو کا لطف لیا۔ خدمت گزاروں نے مل کر جنت کا نقشہ بنا لیا ہے۔

روٹی پلانٹ اور رقیم پریس تفصیل سے دیکھا۔ ویسے تو خاکسار دس بارہ سال سے تصنیف واشاعت کے کام سے وابستہ ہے لیکن پریس پہلی دفعہ دیکھا تھا۔

دوسری دفعہ اسلام آباد عید الاضحیہ کے موقع پر گئی۔ میری تو ایک عید میں کئی عیدیں تھیں۔ یہ بات صرف وہ سمجھ سکتا ہے جس نے پاکستان خاص طور پر کراچی میں عیدیں منائی ہوں۔ عید سے چند دن پہلے یہ پیغام ملتا ہے کہ عید ایک مرکزی جگہ کی بجائے اپنے اپنے سینٹر میں ہوگی۔ کبھی یہ بھی اعلان ہو جاتا ہے کہ عورتیں اور بچے عید پڑھنے نہ جائیں۔ یہاں عید پر مار کی بھری ہوئی تھی۔ رنگ برنگ خوش لباس خوش باش خواتین اور بچے بھرپور بہار کا منظر پیش کر رہے تھے۔ بعض خواتین سے پچیس تیس سال بعد ملاقات ہوئی۔ کچھ 'درثمین' کے حوالے

سے پہچان گئیں۔ان دنوں درثمین درست تلفظ اور مشکل الفاظ کے معانی والا پروگرام ایم ٹی اے پر قسط وار آرہا تھا۔پھر حضور ایدہ اللہ کا خطبہ اور نماز کی امامت کا لطف ملا۔عید کے اجتماع پر شروع سے آخر تک نظر ڈال کر میں نے دیکھا کہ زیادہ تر پاک و ہند کے چہرے تھے۔اس خطۂ زمین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے موعود کی تخت گاہ کیلئے چنا۔سعید روحوں کو کشاں کشاں اُن کے اردگرد جمع کیا۔پھر اُنہیں ہر قسم کی برکتوں سے مالا مال کیا۔پہلے ایسے اجتماعات پر سادگی حاوی ہوتی تھی۔اب تمول نمایاں تھا۔

عید کے بعد دید ہوئی۔گویا دوہری عید ہوئی۔حضور انور ذرا دیر کیلئے عورتوں کی مارکی میں تشریف لائے۔اُس وقت سب گھر والے اور کراچی والے بہت یاد آئے۔اللہ کرے ایسی عیدیں اہل پاکستان کے نصیب میں بھی ہوں۔ہر دعا کے موقع پر ایسی دعاؤں کا موقع ملا۔عید کے بعد اسلام آباد کے طول و عرض میں پھیل کر اپنی اپنی گاڑیوں کی اوٹ میں دائروں کی صورت میں بیٹھ کر گھروں سے تیار کھانا گرم کر کے کھایا۔کچھ لوگ باربی کیو بھی کر رہے تھے۔یہ ایک دلفریب منظر تھا۔میری بھتیجیاں مبشرہ شکور اور مدثرہ عباسی بھی بڑی مہارت سے ضرورت کی ہر چیز اور وافر کھانا لائی ہوئی تھیں۔آزاد بلاخوف وخطر خوشیوں سے بھرپور ماحول میں پاکیزگی کے ساتھ حقیقی عید ہوئی۔ان کے بچے چلڈرن کلاس کے تربیت یافتہ ہیں۔اس لئے آتے جاتے گاڑی میں ان سے نظمیں سنی گئیں۔چلتی گاڑی میں باہر کے مناظر کے ساتھ پیارے بچوں کی پیاری آوازوں میں پیاری نظمیں بہت بھلی لگتیں۔

اپنے آقا سے براہ راست فیض پانے کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل کرنے کے شوق میں چلڈرن کلاسز میں بھی جاتی رہی۔وقت سے کچھ پہلے محمود ہال میں پہنچ جانے کی وجہ سے پروگرام کی تیاری کے مراحل بھی دیکھے۔مائیں اور منتظم خواتین بچوں کی نظمیں تقریریں تیار

کرانے میں دوڑ بھاگ کر رہی ہوتیں۔ یہ پروگرام جہاں بچوں کیلئے دینی درسگاہ ہے بڑوں کیلئے بھی کم فائدہ مند نہیں۔ بہت مطالعہ سوچ بچار اور محنت سے تیار ہوتا ہے۔ پھر آپس میں ایک صحتمند مقابلہ بھی جاری رہتا ہے۔ مستقل حصہ لینے والے بچوں کی ماؤں سے تعارف ہوا۔ سب ہی بلا امتیاز اپنے اپنے بچوں پر بہت محنت کر رہی ہیں۔ اپنی خوش نصیبی پر نازاں بھی ہیں۔ بچوں کی تربیت خلیفہ وقت کے شفیق ہاتھوں میں ہو رہی ہے۔ بندہ خدا سے اور کیا مانگے۔ یہ بچے نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے عزیزوں کیلئے اور ساری جماعت کے لئے ابدالاباد تک رہنے والی نعمتیں حاصل کر رہے ہیں۔

حضور انور نے نظمیں پڑھنے کے فن کو بھی صیقل کیا ہے۔ آواز کے زیر و بم سے زیادہ دل ڈال کر پڑھنا سکھایا ہے۔ اس مدرسے کے فارغ التحصیل بچے تصنع اور نمائش کو بھول کر دل سے دلوں میں اُترنے کی صلاحیت سے مالا مال ہوں گے۔ حضور انور کی محنت مضبوط اور دیرپا رنگ لائے گی۔ چلڈرن کلاس کے بعض مناظر ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔ محمود ہال میں حضور پر نور کی موجودگی میں اس نظم کے دلنشین بول دل میں گہرے اُترتے چلے گئے۔

مرے درد کی جو دوا کرے، کوئی ایسا شخص ہوا کرے
وہ جو بے پناہ اُداس ہو، مگر ہجر کا نہ گلہ کرے
مری چاہتیں مری قربتیں، جسے یاد آئیں قدم قدم
تو وہ سب سے چھپ کے لباسِ شب میں، لپٹ کے آہ و بکا کرے

29 اپریل کا دن اس لحاظ سے یادگار تھا کہ صدر صاحبہ یو کے کے زیرِ اہتمام حضور پرنور سے اجازت لیکر مشاعرے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ محمود ہال آخر تک بھرا ہوا تھا۔ سٹیج پر موم بتیوں کی قطار خصوصی انتظام کو چمکا رہی تھی۔ فرشی نشست پُرکشش منظر پیش کر رہی تھی۔ محترمہ طیبہ

شہناز صاحبہ نے میزبانی کے فرائض سنبھالے۔ شاعرات نے اچھے انداز سے پڑھا۔ خاکسار کو بھی موقع ملا۔ باذوق سامعات نے ہلکے پھلکے اشعار کو زیادہ پسند کیا اور کھل کر پسندیدگی کا اظہار کیا۔ سامعات کے چہروں کی تازگی اور رونق مشاعرے کو کامیاب لکھ رہی تھی۔ چند شعر پیش کرتی ہوں:

پردہ نہیں ہے مردوں سے پر مسجدوں سے ہے
مسجد قریب آئے تو پردہ کرے کوئی
ہر ملک کی زبان کے مخصوص لہجے میں
پنجابی کا نہ تڑکا لگایا کرے کوئی
دینے سے پہلے تحفوں سے پھاڑی ہیں قیمتیں
جب سیل سے لیا ہو تو پھر کیا کرے کوئی

اس مشاعرے کے علاوہ بھی مہربان خواتین نے سننے سنانے کے ساتھ لذت کام و دہن کا بھی اہتمام کیا۔ مثلاً محترمہ امۃ الحفیظ بیگم ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام صاحبہ نے اس عزت افزائی کے علاوہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کا یادگار کمرہ، اُن کی کتابیں، اعزازات تصویریں، بستر، کرسی، میز میری درخواست پر دکھایا۔ ڈاکٹر صاحب کی ذاتی لائبریری تو صاحبانِ ذوق کیلئے جنت ہے۔ ایک نظر دیکھ کے دل کیا وہیں کی ہو رہوں۔ قرآن پاک کے تراجم، تفسیریں، دینی کتب، سائنسی کتب اور شعر و ادب پر ہر قابل ذکر کتاب وہاں موجود تھی۔ ڈاکٹر صاحب کا فیض کئی لحاظ سے جاری رہے گا۔ جس میں یہ لائبریری اہم کردار ادا کرے گی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

محترمہ پروین رفیع مختار صاحبہ نے دیگر بہت سی مہربانیوں کے ساتھ اپنی ایک سکھ شاعرہ

سہیلی کو بھی مدعو کر رکھا تھا۔ سادہ سی اس خاتون نے نہایت پُر اثر نظم سنائی۔ یہ 'بہن جی' محترمہ پروین صاحبہ سے بے تکلف اور ان کے زیرِ اثر تعصّبات سے پاک تھیں بلکہ جب اُنہوں نے اپنے گھر پہ بلایا تو اُن کی ایک سہیلی ڈاکٹر شیرن کی موجودگی میں کھل کے باتیں ہوئیں۔ گورو بابا نانکؒ کے لئے ہمارے احترام نے اُن کے دل میں کھلی جگہ بنائی ہوئی تھی۔

محترمہ امۃ الباسط ایاز صاحبہ کے ہاں بڑی نفیس پارٹی میں خوب دلچسپ باتیں ہوئیں۔ اُن کی خوش نصیب والدہ محترمہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضور پرنور کے لطائف آدھی انگلش آدھی اردو میں دہرائے گئے۔ پُرلطف جاندار محفل رہی۔ محترمہ طیبہ شہناز کے یہاں لجنہ لندن کا ماضی و حال جمع تھا۔ سارا وقت تاریخ لجنہ ہی موضوع رہی۔ محترمہ ثریا غازی صاحبہ کے مہمانوں کی گفتگو کا محور بھی یہی رہا۔ محترمہ قانتہ شاہدہ راشد صاحبہ سے حضور پرنور کی ہجرت کے وقت کے حالات سنے۔ قانتہ نے بتایا کہ ہم ایک کمرے میں سمٹ گئے تھے۔ حضور تشریف لائے تو نام لے کر ہمارے بیٹے عطاء المنعم کے متعلق پوچھا اور جب ہم نے بتایا کہ وہ سو رہا ہے تو اُس کے کمرے میں جا کر اُسے سوتے میں پیار کیا۔ محترمہ بی بی فائزہ صاحبہ سے بھی ہجرت کی باتیں سنیں۔ فائزہ ذہانت سے گفتگو کرتی ہیں۔ انداز معصومانہ ہے۔ وہاں حضرت بیگم صاحبہ مرحومہ بہت یاد آئیں۔ اُن کی مخصوص خوبیوں کا تذکرہ رہا۔ فائزہ نے بتایا کہ وہ دلچسپ حسِ مزاح رکھتی تھیں۔ ہلکے پھلکے مہذب مذاق اور جملوں سے محفل کو پُرلطف بنا دیتی تھیں۔ میں نے سوچا حضور جیسی معمور الاوقات ہستی کی شریکِ حیات کو یہ وصف اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ودیعت کیا ہوگا۔ حضور بھی چست جملے بولنے میں کسی سے کم نہیں۔ خوب گزرتی ہوگی۔ آخری بیماری کی باتیں بھی ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا صبر اور حوصلہ عطا فرمایا ہے۔

سکھ بانٹتے پھرتے تھے مگر کتنے دکھی تھے
بے چارگیٔ غم میں بے چاروں کے سہارے

محترمہ اصغری نورالحق صاحبہ کی دعوت پر مشاعرے میں شمولیت کیلئے جاتے ہوئے کار میں فائزہ بی بی ہم سفر تھیں جی بھر کے باتیں ہوئیں۔ یہ 'جی بھر کے' محاورۃً آ گیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ جی پھر بھی نہیں بھرا۔ فائزہ سخن فہم بھی ہیں۔ اُن کی موجودگی میں شعر سنا کر لطف آیا۔ پھر باتوں باتوں میں 'ابا' کا ذکر آ جاتا تو دو طرفہ والہانہ پن سے مزے ہو جاتے۔

اپنی بیٹی امۃ الصبور کے شب و روز دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے شکر کے بہت مواقع ملے۔ صبور اور عمر دونوں کو اپنی سماعت سے محرومی کی وجہ سے کوئی مسئلہ نہیں ہوتا ہے۔ دروازے کی گھنٹی بجے یا فون یا فیکس آئے، بچہ روئے یا آواز دے تو بلب روشن ہوتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے معمول کے کاموں کو آسانی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ بڑے بچے ثمر کو نرسری میں خصوصی توجہ سے پڑھایا جاتا ہے۔ مجھ سے سب یہ پوچھتے ہیں کہ سماعت سے محروم والدین کے بچے سنتے ہیں؟ بولتے ہیں؟؟ میں وضاحت کر دوں کہ سماعت سے پیدائشی محروم والدین کے بچے بھی ضروری نہیں کہ بہرے ہوں جبکہ صبور اور عمر دونوں بیماریوں کے نتیجہ میں محروم ہوئے تھے۔ اللہ پاک کے کرم سے ان کے دونوں بچے نارمل، ذہین اور صحتمند ہیں۔ الحمدللہ۔

واپسی کے دن قریب آ رہے تھے۔ مبشرہ کی Cheltenham کی دعوت پر نکلے تو بارش ہو رہی تھی۔ اس کے ہاں جانے کے لئے معمول سے زیادہ وقت لگا۔ اچھا ہی ہوا، اتنا حسین سفر جلدی کٹ جاتا تو ملال ہوتا اُسے شوق رہا کہ دھوپ نکل آئے تو میں رنگ برنگے درختوں کا اصل حسن دیکھ سکوں۔ میری دعا تھی برف باری ہو تو یہ مزہ بھی دیکھوں۔ اُس دن میری دعا سنی گئی اور ہلکی برف باری ہوئی۔ نزدیکی پہاڑی پر چڑھ کر دور دور کا نظارہ کیا۔ شکور صاحب نے

بتایا کہ اس شہر کو خوبصورت ترین شہر کا انعام ملا تھا۔

اتوار دس مئی کو واپسی تھی۔ آٹھ تاریخ کے جمعہ میں حضور پر نور کی آواز کے ساتھ دل اور آنکھیں بھر جاتی رہیں۔ سجدے میں سر رکھا تو اُٹھانے کو جی نہ چاہا۔ خوب دعائیں کیں۔ اس نادر و نایاب وجود کیلئے جو خدا تعالیٰ کی خاص رحمت کا نشان ہے جس کے اوصاف سے ایسی کھڑکیاں کھلتی ہیں جہاں سے ہم اللہ تبارک تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں کہ وہ کتنا اعلیٰ و برتر ہے۔ پھر اُن کیلئے بھی دل سے دعا نکلی جن کے تعاون سے یہ سفر میسر آیا تھا۔ جمعے کے دن شام کی 'ملاقات' تھی۔ انتظار کے کمرے میں ہی حالت قابو میں نہ تھی۔ یہاں مجھے حضور ایدہ الودود کا ایک مکتوب ملا۔ حضورؒ کے خطوط میرے لئے کیا اہمیت رکھتے ہیں بیان نہیں کرسکتی۔ حضورؒ کے مقام و مرتبہ کی بلندی کا اندازہ بھی نہیں کرسکتی۔ نادانی جرأت آموز ہوتی ہے۔ وہ سب کچھ لکھ دیتی ہوں جو لکھنا چاہتی ہوں۔ پھر خوفزدہ رہتی ہوں۔ استغفار کرتی ہوں۔ خط آتا ہے تو ڈرتے ڈرتے کھولتی ہوں ۔ حضورؒ بیحد شفیق ہیں پھر بھی ڈر لگتا ہے۔ مگر خط کھول کر سارے غم بھول جاتی ہوں۔ کبھی کبھی نظموں پر داد اور دُعا بھی ملتی ہے۔ اس خط میں بھی الفضل انٹرنیشنل میں چھپنے والی ایک نظم کو خوبصورتی سے سراہا گیا تھا۔ خاص طور پر کچھ اشعار پر زیادہ پسندیدگی کا اظہار تھا:

آتا ہے نظر تاروں میں مہتاب علیحدہ
ہر پہلو سے ہے وہ در نایاب علیحدہ
حرفوں کے بدن ٹوٹے ہیں اُس شب کی دکھن سے
جو یاد میں گزری شب مہتاب علیحدہ
ترتیب سے رکھتی نہیں یادیں کبھی لیکن
باندھا ہے ترے نام کا اِک باب علیحدہ

اب چارہ گری کوششِ ناکام رہے گی
اس مرتبہ ہیں درد کے اسباب علیحدہ

پیارے آقا کی دلداری کے انداز بھی اپنے ہیں۔خاکسار اگر کچھ کہہ رہی ہے تو اس میں بہت دخل پیارے آقا کی ہمت افزائی اور دعاؤں کا ہے، ورنہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ کیا اوقات رکھتی ہوں۔ ملے جلے جذبات سے مغلوب اشک اندر اُنڈیلنے کی کوشش میں تھی کہ آفس میں جانے کا اشارہ ہوگیا۔صرف اتنا بتا سکوں گی کہ وہاں ہزاروں منصوبے دھرے رہ گئے۔مٹھاس، ٹھنڈک، خوشبو، چاندنی، مامتا، نورمجسم سے مل آئی۔ دفتر پر ایک نظر ڈالی، باہر جانے والے دروازے کے ہینڈل کو کچھ دیر تھام کر چھوڑ دیا اور آ گئی۔کیا دیکھا، کیا سنا...

نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رُخ پر بکھر گئی

اگلے دن چلڈرن کلاس تھی سوچا کچھ دیر اور ضیافتِ قلب ونظر ہو جائے۔

محمود ہال کا مسحور کن ماحول تھا۔عزیزہ شوکت ہادی کی آواز اُداس کوئل کی طرح دل سے ٹکرائی:

ہم آن ملیں گے متوالو بس دیر ہے کل یا پرسوں کی
تم دیکھو گے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دید کے ترسوں کی
ہم آمنے سامنے بیٹھیں گے تو فرطِ طرب سے دونوں کی
آنکھیں ساون برسائیں گی اور پیاس بجھے گی برسوں کی

پیارے حضورؒ عین سامنے تشریف فرما نظم میں ڈوبے ہوئے تھے اور میری آنکھیں ہی نہیں زمین و آسمان ساون برسا رہا تھا۔شوکت کی آواز میں حضورؒ کے کلام کا ایک ایک بول عین

دل پر ضرب لگا رہا تھا۔

اگلے دن ایئرپورٹ پر قدوس اور رشید صاحب، مبشرہ اور شکور صاحب مدثر اور عباسی صاحب صبور اور عمر صاحب مع ثمر اور ڈیڑھ ماہ کے نصر کے الوداع کہنے آئے تھے۔صبور اور عمر کے پاس زبان نہیں۔اُن کی آنکھوں نے اور باقی سب نے پیار بھرے انداز میں دلی دعاؤں کے ساتھ الوداع کہا۔جہاز کے پہیوں نے ہیتھرو سے ناتہ توڑا اور فضاؤں میں بلند ہوگیا۔دور دور تک اندھیرا تھا کہیں کہیں بادلوں کی پھٹی ہوئی چادر سے روشن شہروں کا جوبن جھانک رہا تھا۔مشرق کی طرف سفر نے جلد ہی صبحِ نو کی نوید دی۔آسمان پر ایسے اُجالے پھوٹتے۔میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔آفتاب تازہ کا طلوع ایسا شاندار ہوتا ہے خبر ہی نہیں تھی۔پہلے آسمان پر نارنجی رنگ پھیلنا شروع ہوا۔پھر انہیں تیز روشنیوں میں سے سفید کرنیں پھوٹنے لگیں۔چندھیا دینے والا نور اپنا دامن پھیلاتا چلا گیا۔

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

وہ آنسو جو کئی دن پہلے سے صبور کی آنکھوں سے چھلک رہے تھے، مجھے ڈبوتے چلے گئے:

لمحات وصل جن پہ ازل کا گمان تھا
چٹکی میں اُڑ گئے وہ طیورِ سرور شب

میں گئی تھی تو ڈیفوڈلز کھلے ہوئے تھے۔پھر ٹیولپ نے رنگ بکھیرے اور بے لباس درختوں نے پھول اوڑھ لئے۔خدا حافظ پیارے آقا کے پیارے پردیس..

اِک خاک کے ذرّے پہ عنایات کا عالم

خاکسار کی منظوم کوششوں پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی داد اور دعائیں

درثمین اردو، درثمین فارسی، کلامِ محمود، کلامِ طاہر اور بخارِ دل جیسے اعلیٰ مرتبہ کا منظوم کلام پوری توجہ سے ڈوب کر پچاسوں بار پڑھنے کی بدولت شعر کی لطافت، عرفان، چاشنی، شان، عظمت اور اثر کی انتہائی بلندیوں سے شناسائی ہوئی۔ اس سے پہلے دورِ طالب علمی میں ولی دکنی سے فیض تک شعر زیرِ مطالعہ رہا۔ پھر چند سال قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر ہم زمین غزلیں زمانی ترتیب سے یکجا کرنے کی سعی میں ازسرِ نو اردو شاعری کھنگالی۔ اس تمہید کا مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ کلام کے فکروفن کی بلندیوں سے آگاہی کے باوجود اپنی مبتدیانہ کاوش پیش کرنے کی جسارت کیسے ہوئی؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ کرم مجھ حقیر فقیر کو فراخدلی سے دعا اور داد سے مالا مال کیا جس سے نمو پانے والی خوش فہمی کی انگیخت پر یہ مجموعہ ترتیب دیا۔ اب اپنا کلام نہیں آقا کا حسنِ نظر بصد تشکر اور ناز پیشِ خدمت ہے۔

خاکسار کے شعر گوئی کے سفر کا آغاز طالب علمی کے زمانے سے ہوا۔ کالج و یونیورسٹی میں

رنگینیٔ بزم کے لئے شریر نظمیں یا طرحی مشاعروں کے لئے گھڑی ہوئی غزلیں کہتے ہوئے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ میری یہ بیساختہ فطری صلاحیت کسی گنتی شمار میں آسکتی ہے۔ پھر یہ ہوا کہ 1974ء اور بعد کے دُکھ بھرے حالات سے قلب و روح پر لگتی ہوئی چوٹوں کا درد سسکتے ہوئے حرفوں کا لباس پہن لیتا۔ 1982ء تک چند نظمیں ہوئیں جن کا رخ ایک ہی تھا۔ مثلاً:

مالکِ لولاک تیرے نام لیوا ہم بھی ہیں
اک نگاہِ لطف و رحمت دل گرفتہ ہم بھی ہیں

فیصلہ یہ کون کہتا ہے شکستِ فاش ہے
انتم الاعلون کا وعدہ ہمارے ساتھ ہے

کفِ قاتل کے سلیقہ کو سراہا جائے
جان دی جائے نہ چیخا نہ کراہا جائے

کچھ نظمیں ہفت روزہ لاہور اور مصباح میں چھپیں تاہم ایک ٹھہری ہوئی کیفیت تھی تاآنکہ 1983ء کے اوائل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کراچی تشریف لائے۔ گیسٹ ہاؤس کے سبزہ زار پر محافل سوال و جواب ہوئیں۔ خاکسار کو خواتین میں مجالس عرفان میں حضور انور کے بہت قریب جگہ ملی۔ زندگی کا پہلا موقع تھا خلیفۂ وقت اس قدر قریب، روح اتھل پتھل ہوگئی۔ پھر آپ کے تبحّر علمی اور مشفقانہ محبتوں کے بحر موّاج میں سب کچھ ڈوب گیا۔

میں ایک ڈائری میں آپ کے ارشادات لکھ رہی تھی بچوں کی سی خواہش مچلی کہ اس ڈائری پر آپ کے دستخط لے لوں اتنے میں آپ نے کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سارے خط آپ خود دیکھتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ گھر آ کر حضور کو خط لکھا۔ نہ جانے کیا کیا

لکھا اور دُعا کرنے لگی کاش میرے خط کا جواب آپ کے دستخط کے ساتھ آئے۔ دعا قبول ہوئی ۔جواب آیا۔ لفافہ کھولا تو خوشی کی انتہا نہ رہی سارا خط دستِ مبارک سے تحریر شدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا:

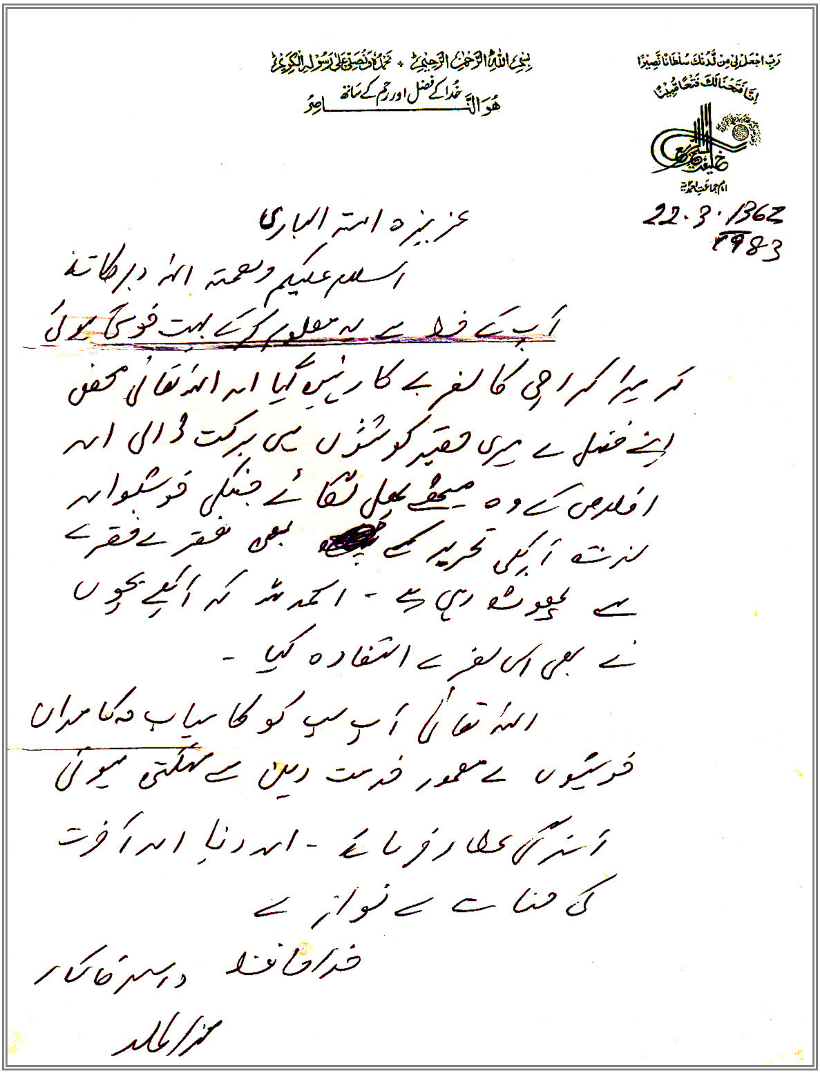

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر

رب اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیہ

22.3.1362
1983

عزیزہ امۃ الباری
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی
کہ میرا کراچی کا سفر بے کار نہیں گیا اور اللہ تعالیٰ محض
اپنے فضل سے میری حقیر کوششوں میں برکت ڈال اور
اخلاص کے وہ میٹھے پھل لگائے جن کی خوشبو اور
لذت آپ کی تحریر کے بعض فقرے فقرے
سے پھوٹ رہی ہے ۔ الحمدللہ کہ آپ کے بچوں
نے بھی اس سفر سے استفادہ کیا ۔
اللہ تعالیٰ آپ سب کو کامیاب و کامران
خوشیوں سے معمور خدمت دین سے مہکتی ہوئی
زندگی عطا فرمائے ۔ اور دنیا اور آخرت
کی حسنات سے نوازے
خدا حافظ والسلام خاکسار
مرزا طاہر

"آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ میرا کراچی کا سفر بے کار نہیں گیا اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میری حقیر کوششوں میں برکت ڈالی اور اخلاص کے وہ میٹھے پَھل لگائے جن کی خوشبو اور لذت آپ کی تحریر کے بھی فقرے فقرے سے پھوٹ رہی ہے۔ الحمدللہ کہ آپ کے بچوں نے بھی اس سفر سے استفادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو کامیاب و کامران خوشیوں سے معمور خدمتِ دین سے مہکتی ہوئی زندگی عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت کی حسنات سے نوازے۔ خدا حافظ۔" (مکتوب: 1983-3-22)

حضور رحمہ اللہ کی کراچی آمد کی خوشی میں ایک نظم ہوگئی تھی جو بغرضِ دعا حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ ایک شعر تھا ؎

خوش ہیں احمد کے فدائی کہ حضور آئے ہیں
حمد باری میں مگن پیکر نور آئے ہیں

پیارے حضورؒ نے ازراہِ شفقت یہ نظم پسند فرمائی اور دعاؤں سے نوازا:

"آپ کی نظم بعنوان مجلسِ عرفان کا تأثر پڑھی۔ آپ کے پُرخلوص جذبات اور نیک توقعات پر تہِ دل سے ممنون ہوں۔ ماشاء اللہ آپ خوب لکھتی ہیں۔ مجھے خیال نہیں تھا کہ آپ کو فصاحت اور بلاغت میں اتنا کمال حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیتوں کو مزید جِلا بخشے اور خدمت دین کے لئے استعمال کرنے کی توفیق بخشے اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔" (مکتوب 1983-3-7)

صلاحیتوں کی جلا اور خدمتِ دین کے لئے استعمال کرنے کی توفیق کی دعا نے خاکسار کو سلطانِ قلمؒ کی فوج میں شامل ہو کر عاجزانہ خدمات کی راہوں پر ڈال دیا یہ آپ کی دعاؤں کا اعجاز ہے نہ جانے مجھ جیسے کتنے فقیروں کا ہاتھ پکڑ کر تونگر بنا ڈالا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

پھر حالات نے ایسا دردناک رخ بدلا کہ حضور پُرنور کو وطن سے ہجرت کرنی پڑی۔ الٰہی جماعتوں میں پیر و مرید یک جان و دو قالب ہوتے ہیں۔ اس جدائی سے دونوں طرف ایسی تڑپ تھی کہ کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا کون پیاسا ہے کون پریمی۔ ایسے میں آپ کے خطبات و خطابات جو کیسٹس کے توسط سے ہم تک پہنچتے، دل ہلا دیتے۔ ایک خطاب میں آپ نے فرمایا:

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ ۔ میرا دل پکارا

حاضر ہیں دل و جان سے اے قافلہ سالار!
خواہش ہے کہ جاں دین پہ صدقے کریں سو بار
اور ظلم کے بُت اپنی دعاؤں سے گرا دیں
ہم داعی الی اللہ نہیں بےکس و لاچار
حالات بہت اچھے ہیں اور حوصلے قائم

یہ نظم مصباح میں چھپی۔ پیارے حضورؒ کی نظروں میں آ گئی۔ آپؒ نے حوصلہ افزائی فرمائی۔ دلداری کے یہ دلفریب انداز حضورؒ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تحریر فرمایا:

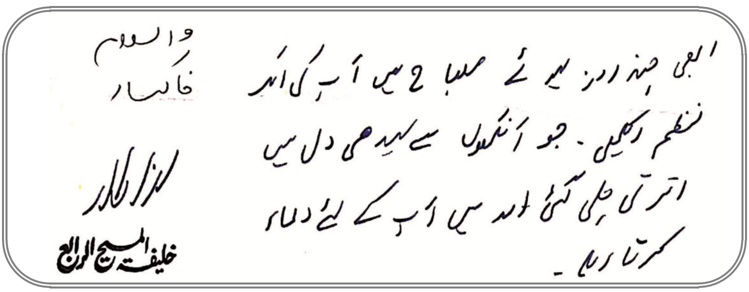
ابھی چند روز ہوئے مصباح میں آپ کی ایک
نظم دیکھی۔ جو آنکھوں سے سیدھی دل میں
اترتی چلی گئی۔ اور میں آپ کے لئے دعا
کرتا رہا۔

والسلام
خاکسار
[signature]
خلیفۃ المسیح الرابع

''ابھی چند روز ہوئے 'مصباح' میں آپ کی ایک نظم دیکھی جو آنکھوں سے سیدھی دِل میں اُترتی چلی گئی اور میں آپ کے لئے دعا کرتا رہا۔''

انہی دنوں لجنہ کے اجتماع میں ایک نظم سنائی جو سب کے بے قرار دلوں کی پکار تھی:

لندن کی فضاؤں میں اے بادِ صبا جانا

مجھے یاد ہے ہر آنکھ پُرنَم تھی اور ہر دل دعا گو۔ پیارے آقا کو بھی بھیج دی۔ آپ نے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

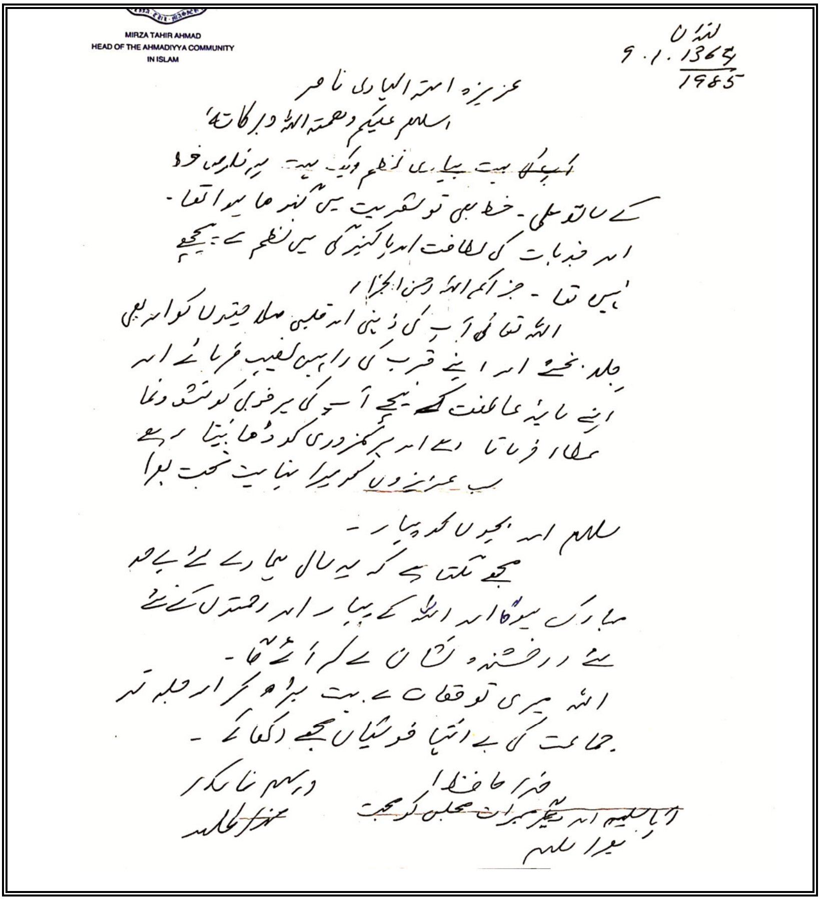
MIRZA TAHIR AHMAD
HEAD OF THE AHMADIYYA COMMUNITY
IN ISLAM

لندن
9.1.1364 ہش
1985

عزیزہ امۃ الباری ناصر
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کی بہت پیاری نظم ملی ہے۔ یہ نظم میں خود
کے ساتھ ملی۔ خط بھی تو شکریہ میں لکھ رہا تھا۔
اور جذبات کی لطافت اور پاکیزگی میں نظم سے پیچھے
نہیں تھا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء
اللہ تعالیٰ آپ کی ذہنی اور قلبی صلاحیتوں کو اور بھی
جلا بخشے اور اپنے قرب کی راہیں نصیب فرمائے اور
اپنے سایۂ عاطفت کے نیچے آپ کی پرورش کو نشو ونما
عطا فرماتا رہے اور ہر کمزوری کو ڈھانپتا رہے
سب عزیزوں کو میرا نہایت محبت بھرا
سلام اور عید کا پیار۔
مجھے لگتا ہے کہ یہ سال ہمارے لئے بے حد
مبارک ہوگا اور اللہ کے پیار اور رحمتوں کے نئے
نئے درخشندہ نشان لے کر آئے گا۔
اللہ میری توقعات سے بہت بڑھ کر اور جلد تر
جماعت کی بے انتہا خوشیاں مجھے دکھائے۔
خدا حافظ
~~آپا سلیمہ اور بچیوں کو میری طرف سے محبت~~
میرا سلام
والسلام خاکسار
مرزا طاہر احمد

”آپ کی بہت پیاری نظم ایک بہت پُرخلوص خط کے ساتھ ملی۔
خط بھی تو شعریت میں گندھا ہوا تھا اور جذبات کی لطافت اور پاکیزگی میں نظم سے پیچھے نہیں تھا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔
اللہ تعالیٰ آپ کی ذہنی اور قلبی صلاحیتوں کو اور بھی جلا بخشے اور اپنے قُرب کی راہیں نصیب فرمائے اور اپنے سایۂ عاطفت کے نیچے آپ کی ہر خوبی کو نشوونما عطا فرماتا رہے اور ہر کمزوری کو ڈھانپتا رہے۔
سب عزیزوں کو میرا انہایت محبت بھرا اسلام اور بچوں کو پیار۔
مجھے لگتا ہے کہ یہ سال ہمارے لئے بے حد مبارک ہوگا اور اللہ کے پیار اور رحمتوں کے نئے نئے درخشندہ نشان لے کر آئے گا۔ اللہ میری توقعات سے بہت بڑھ کر اور جلد تر جماعت کی بے انتہا خوشیاں مجھے دکھائے۔ آمین۔ خدا حافظ۔ آپا سلیمہ اور دیگر ممبرات مجلس کو محبت بھرا سلام“

(مکتوب 9-1-1985)

سب آپ کا بڑا پن ہے ایک حقیر ذرۂ ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ کو کیسے کیسے قادر الکلام شعرائے کرام اپنا کلام دکھاتے ہوں گے۔ اُن میں خاکسار کی حیثیت ہی کیا تھی۔ بعض دفعہ بڑے شاعر نو آموز تُک بندوں کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کرتے۔ مگر آپ کا دل بہت بڑا تھا۔ بے اختیار ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی جس نے ایسا آقا عطا فرمایا۔
جلسہ سالانہ یوکے کے قریب پر شکستہ زیادہ محزون ہو جاتے۔ حضور کی نظموں میں بھی جلسہ کے دنوں کا کرب نمایاں نظر آتا ہے۔ میرا ایک ٹوٹا پھوٹا اظہار تھا۔

ہم اے غریب الوطن مسافر خدا کے وعدوں پہ جی رہے ہیں
یہ فاصلوں کے دریدہ دامن ہم اپنی پلکوں سے سی رہے ہیں

پیارے آقاؒ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

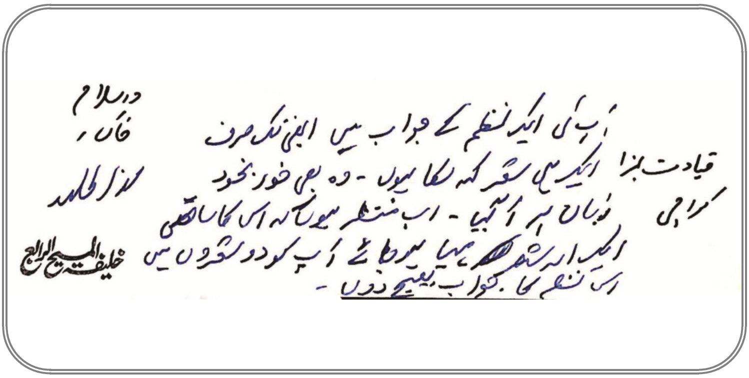
آپ کی ایک نظم کے جواب میں ابھی تک صرف ایک ہی شعر کہہ سکا ہوں ۔ وہ بھی خود بخود زبان پر آ گیا ۔ اب منتظر ہوں کہ اس کا ساتھی ایک اور شعر مہیا ہو جائے آپ کو دو شعروں میں اس نظم کا جواب بھیج دوں ۔
کراچی
والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

”آپ کی ایک نظم کے جواب میں ابھی تک صرف ایک ہی شعر کہہ سکا ہوں وہ بھی خود بخود زبان پر آ گیا۔ اب منتظر ہوں کہ اس کا ساتھی ایک اور شعر مہیا ہو جائے تو آپ کو دو شعروں میں اس نظم کا جواب بھیج دوں۔“ (مکتوب 1985-7-17)

جماعت کے حالات حساس دلوں کو اپنی گرفت میں رکھتے الٰہی جماعتوں پر ابتلاؤں کے بعد فتوحات کے وعدے جینے کا سامان بنتے ہیں۔ خلیفۂ وقت کی دُوری کا غم خوشیوں کے مواقع کو بھی حزیں بنا دیتا۔ ایسے میں عید کا تصور کیا کیا تصویریں دکھاتا ہے 1985ء کی عید تھی۔ ایک نظم ہوگئی۔ عید کے چاند سنا کون کس حال میں تھا

پیارے آقا کو اس نظم کی بے ساختگی پسند آ گئی۔ میری تو عید ہو گئی۔ دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
خلیفۃ المسیح
امام جماعت احمدیہ

30.10.1964
1988

عزیزہ امۃ الباری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی نظموں کو اللہ تعالیٰ نے ایک انفرادیت بخشی ہے۔ اللہ یہ امتیاز ہمیشہ قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اشعار کو سچائی کا حسن عطاء فرمایا ہے۔ اللہ اس حسن کو ہمیشہ فروغ بخشتا رہے۔

آپ کی بے تکلف سادہ خودرو نظم "عید کے چاند سا" نے دل پر گہرا اثر کیا۔ مگر ایک مصرعہ اگر ذرا سا تبدیل کر دیں تو میرے تلفظ کے مطابق زیادہ موزوں ہوگا۔ رخصت کی بجائے میری زبان پر تو رخصت لفظ آتا ہے اس لئے "رخصت کیسی ہے بتا" کو "کیسی رخصت ہے بتا" میں تبدیل کر دیں۔

اللہ آپ کو صحت و عافیت والی خوشیوں سے معمور خدمت دین سے مزین لمبی بامراد باثمر زندگی عطا فرمائے۔

ناصر صاحب کو محبت بھرا سلام۔
بچوں کو پیار۔

خدا حافظ

والسلام خاکسار

مرزا طاہر

''آپ کی نظموں کو اللہ تعالیٰ نے ایک انفرادیت بخشی ہے۔ اللہ یہ امتیاز ہمیشہ قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اشعار کو سچائی کا حُسن عطا فرمایا ہے۔ اللہ اس حسن کو ہمیشہ فروغ بخشتا رہے۔

آپ کی بے تکلف، سادہ، خودرَو نظم 'عید کے چاند سنا' نے دل پر گہرا اثر کیا۔ مگر ایک مصرع اگر ذرا سا تبدیل کر دیں تو میرے تلفظ کے مطابق زیادہ موزوں ہوگا۔ صِحتُ کی بجائے میری زبان پر تو صِحَت لفظ آتا ہے اس لیے ''صِحت کیسی ہے بتا'' کو۔ ''کیسی صِحَت ہے بتا'' میں تبدیل کر دیں۔

اللہ آپ کو صحت و عافیت والی خوشیوں سے معمور خدمتِ دین سے مزیّن لمبی، بامراد، باثمر زندگی عطا فرمائے۔

ناصر صاحب کو محبت بھرا اسلام۔ بچوں کو پیار۔ خدا حافظ۔''

(مکتوب 1985-10-30)

خط میں جو دعائیں تحریر فرمائیں میرے من کی مرادیں بھی وہی ہیں۔ پیارے آقا کے الفاظ اس قدر جامع ہیں کہ دعا کیلئے ہاتھ اُٹھیں تو ان سے بہتر لفظ نہیں سوجھتے۔ اور پھر جب یہ بھی ذہن میں ہو کہ یہ الفاظ ایسی ہستی نے تحریر فرمائے ہیں جو درگہ الٰہی میں بلند مقام اور قبولیت کی سند رکھتی ہے تو دل حمد و شکر سے بھر جاتا ہے۔ یہ دورِ مجبوری کے وہ دن تھے جو ہمہ وقت درد میں ڈوبے رہتے۔ اللہ کریم نے محروم دلوں کی طمانیت کے لئے ایک صورت یہ نکالی کہ خطبات کے کیسٹس ملنے لگے۔ کیسٹ حاصل کرنا، سُننا، سنانا پھر خطبوں میں ارشادات کا دوسروں سے ذکر کرنا ہر طرف یہی موضوعات چل رہے تھے۔ کیسٹ، ہر دل کے درد کی دوا

بن گئے تھے ایک نظم ہوگئی:

اگر خطبے نہ آتے تو یہ دن ہم کاٹتے کیسے

اب مجھے تھوڑا حوصلہ ہو گیا تھا کہ پیارے آقا ہمت بڑھاتے ہیں۔ یہ نظم آپ کو بھیج دی۔ پیارے آقا نے ازراہِ شفقت تحریر فرمایا:

''آپ کا خط اور خطبات پر نظم موصول ہوئی۔آپ کے جذبات قابلِ احترام ہیں۔اللہ انہیں شرفِ قبولیت سے نوازے۔اللہ آپ کے علمِ کلام میں مزید برکت عطا فرمائے.....''

(مکتوب:85-12-17)

حضورؒ کے لطف و کرم کی بارشیں تشکّر اور سرشاری عطا کرتیں۔کبھی حوصلہ افزائی براہِ راست ملتی کبھی بالواسطہ۔میری سہیلی میری محسنہ رفیقۂ کار محترمہ مسز برکت ناصر صاحبہ کے نام ایک مکتوب (90-11-15) میں آپؒ نے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

''عزیزہ باری کی ایک بہت اعلیٰ پائے کی غزل چھپی ہے۔'دیکھو' پر ہر شعر ختم ہوتا ہے اور واقعی آدمی دیکھتا رہ جاتا ہے۔''

اس نظم کا ایک شعر تھا:

بیٹیاں جان سے پیاری ہیں پہ رخصت کر کے
بوجھ اُتر جاتا ہے ماں باپ کے سر سے دیکھو

اسیرانِ راہِ مولا کی بے گناہی اور قید و بند کی مصیبتوں پر ہر احمدی کا دل دکھتا تھا۔خاص طور پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی تکلیف دیکھ کر یہ دُکھن دو چند ہو جاتی۔دعا کی تحریک ہوتی اور اکثر یہ دعا آنسوؤں سے بھیگے ہوئے الفاظ میں نظم ہو جاتی۔خاکسار کی دسمبر 1988ء کی کہی ہوئی نظم

الفضل 11 فروری 1989ء کے شمارے میں شائع ہوئی مطلع دیکھئے تاکہ حضور پُرنورؒ کی مشفقانہ داد کا زیادہ لطف آئے۔

جہانِ عشق کی توقیر تم نے بڑھا دی
نثار ایسی اسیری پہ لاکھ آزادی

پیارے آقا نے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

واجعل لی من لدنک سلطٰناً نصیراً
انا فتحنا لک فتحاً مبیناً
ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ
خلیفۃ المسیح
امام جماعت احمدیہ

17.1.1989

عزیزہ امۃ الباری
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ
الفضل 11 جنوری میں آپ کی نظم "اسیران راہ مولا بڑھی مجھ جو بدلی غم کی اٹھی دل پہ تھوڑی برسا دی"
ساری نظم ہی بڑی پُر اثر ہے اور فصیح و بلیغ ہے
مگر بعض اشعار اور بعض مصرعے تو شدتِ تحریر کے فریادی بنے ہوئے ہیں۔
میں نے سوچا کہ پہلے اس سے کہ میری آنکھیں خشک ہو جائیں میں آپ کو بتا دوں کہ یہ نظم پڑھ کر اسیران راہ مولا کے ساتھ ساتھ میرے دل نے آپ کو بھی دعائیں دیں۔
جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرۃ
والسلام خاکسار
مرزا طاہر احمد

''ابھی الفضل 11 جنوری میں آپ کی نظم 'اسیرانِ راہِ مولا' پڑھی تو
''جو بدلی غم کی اُٹھی دل پہ تھوڑی برسا دی'' ساری نظم ہی بڑی پُر اثر ہے
اور فصیح و بلیغ مگر بعض اشعار اور بعض مصرعے تو شوخیٔ تحریر کے فریادی بنے
ہوئے ہیں۔

میں نے سوچا کہ پہلے اس سے کہ میری آنکھیں خشک ہو جائیں
میں آپ کو بتا دوں کہ یہ نظم پڑھ کر اسیرانِ راہِ مولا کے ساتھ ساتھ
میرے دل نے آپ کو بھی دعائیں دیں۔جزاکم اللہ احسن
الجزاء فی الدنیا والآخرہ''

(مکتوب:1989-1-7)

اسیران کے ساتھ دعاؤں میں شمولیت کی بات خاکسار کے لئے بہت بڑا اعزاز تھی۔
ایک دفعہ ایک جلی کٹی نظم 'غبار دل' پر بھی داد مل گئی۔ایک شعر تھا۔

تمہارے نام پہ ہم لوگ تھوکتے بھی نہیں
مگر ہو موقع میسر تو چوکتے بھی نہیں

جواب ملا:

(مکتوب:87-4-24)

''آپ کا خط اور نظم 'غبار دل' پڑھ کر خوشی ہوئی ایسی جلی کٹی سنائی ہیں کہ
کمال کر دی ہے۔عورت ہی ایسا لکھ سکتی ہے۔واقعی آپ کی نظم عنوان
'غبارِ دل' کے مطابق ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی شاعری میں نکھار پیدا کرے
اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بہترین کلام پیش کرنے کی توفیق

دے۔ دشمن تو مرفوع القلم ہے اس کا کیا نام لینا....‘‘

(یہ نظم شامل اشاعت نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں مدحیہ نظم کہنے کی بھی توفیق ملی۔ یہ نظم آقا نے پسند فرمائی:

’’آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدح لکھی ہے اس کے بعض شعر تو بہت ہی پسند آئے ہیں۔ بہت پُر اثر کلام ہے الحمدللہ۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ مزید لکھنے کی توفیق دے خاص طور پر یہ شعر بہت پسند آئے ہیں:

وہ جس دل میں بھی دیکھیں پیار سے سب خارِ غم چُن لیں
جو گل ہو اپنے دامن میں وہ نذر دوستاں کر دیں
وہ، برکت جن کے کپڑوں سے اکابر بادشاہ پائیں
وہ جس بستی میں رہتے ہوں اسے دارالاماں کر دیں
سلام ان نیم وا آنکھوں پہ رحمت بار نظروں پر
کبھی دل کو کریں گھائل کبھی تحلیل جاں کر دیں

(مکتوب:11-12-1989)

16 فرروری 1989ء کے الفضل میں چھپنے والی نظم پر میرے پیارے آقا کی نگاہیں پڑیں۔ میری خوش قسمتی کہ حضور نے نظم کی پسندیدگی کا خط لکھوایا۔ اس نظم کے کچھ شعر پڑھئے تا کہ اندازہ ہو کہ جب مجھے یہ خط ملا ہو گا تو میری خوشی کا عالم کیا ہو گا۔ آقا کا حُسنِ نظر اور

خاکسار کے لئے دعاؤں کے سامان:

میرے آقا نے خود مجھ کو لکھا خط
یہ سرمایا ہے میری زندگی کا

ہوا ہے صبر کا پیمانہ لبریز
الٰہی اذن ہو اب واپسی کا

نگاہ اُٹھے تو آقا روبرو ہوں
یہی دل چاہتا ہے ہر کسی کا

جِلَو میں لاتا ہے سیلابِ رحمت
ذرا سا عکس آنکھوں میں نمی کا

خدایا تیرے بندے اور بے بس!
زمانے کو نہ دے موقع ہنسی کا

جو چاہی کرب نے صورت بنا لی
مرے بس کا نہیں فن شاعری کا

بہت خوب صورت مکتوب ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً
انا فتحنا لک فتحاً مبیناً
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیہ

لندن
23.2.1368/1989

مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

الفضل کی 16 فروری کی اشاعت میں آپ کی نظم پڑھی ماشاءاللہ بہت عمدہ نظم ہے اور یہ شعر تو خاص طور پر لائقِ تحسین ہے کہ

ہم/ ؎ جِلو میں لاتا ہے سیلابِ رحمت
ذرا سا عکس آنکھوں میں نمی کا

اللہ تعالیٰ آپ کے ظاہر و باطن کو پاکیزہ اور خوشنما بنائے اور آپ کے حسنِ فطرت اور حسنِ معرفت کو چار چاند لگا دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام
خاکسار
(دستخط) مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

ہم/ یہ شعر خصوصاً اس لئے حسین دل کو لگتا ہے کہ ایک ہی دن پہلے میں یہ مضمون سوچ رہا تھا کہ اللہ کی کا انتہاء رحمت کی کیا شان ہے کہ ہماری آنکھوں کی نمی بھی رحمتوں کی بارش برسا دیتا ہے۔
آپ نے لکھنے کے ... نظم کا ... ۔ ...

c/o مکرم امیر صاحب
کراچی۔

''یہ شعر خصوصاً اس لئے عین دل کے نشانے پر لگا کہ ایک ہی دن پہلے یہ مضمون سوچ رہا تھا کہ اللہ کی لا انتہا رحمت کی کیا شان ہے کہ ہماری آنکھوں کی نَمی پر ہی رحمتوں کی بارش برسا دیتا ہے۔

آپ نے لجنہ کے مجلہ کے لیے نظم کا مطالبہ کیا تھا ایک دو روز میں انشاءاللہ بھیج دوں گا۔''

(مکتوب 23-2-1989)

دل چاہتا ہے پیارے حضورؒ کے دعائیہ الفاظ الگ لکھ کر مرتب کروں عجیب اثر انگیز، رحم کو جذب کرنے والے الفاظ ہیں:

''ظاہر و باطن کو پاکیزہ اور خوشنما بنائے۔ حُسن فطرت اور حُسنِ معرفت کو چار چاند لگائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین اللّٰھم آمین۔''

ایک دفعہ خدمت اقدس میں بھجوائی ہوئی دو نظموں پر ایک ہی مکتوب میں دلنواز تبصرہ موصول ہوا۔ دستِ مبارک کی یہ تحریر خاکسار کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہے:

AHMADIYYA MUSLIM CENTENARY 1889 – 1989

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیہ

30.4.1990

عزیزہ امۃ الباری ناصر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکا 15/3/90 کا خط ملا جس میں یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ اپنا منظوم ہدیہ تشکر طبع کروانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ "نمی کا عکس" عنوان بھی آپ نے خوب چنا ہے۔ اس کے بعد آنے والے مجموعۂ کلام کا عنوان تعجب نہیں کہ "سیلاب رحمت" ہو۔

ماشاء اللہ آپکے کلام میں رفتہ رفتہ ایک نئی جلا پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ شاذ کے طور پر کہیں کہیں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اصلاح کی گنجائش موجود ہے لیکن کوئی نظم یا غزل بھی بے اثر نہیں دیکھی۔ بعض اشعار تو یوں اٹھتے اور بلند ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ نگاہوں کے قدم روک لیتے ہیں۔ زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے کہ ہمیں سرسری نظر سے دیکھ کر اپنی قدر شناسی کو پامال کئے بغیر آگے

حمید سال پہلے ہی 29 اور 30 اپریل کی درمیانی رات کو کراچی سے روانہ ہو گیا تھا۔ اس وقت تو آپ کو روتا چھوڑ کر آیا تھا۔ یہ خبر نہ تھی کہ روتا چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اب اللہ جلد تر مجھے آپ سب کو ہنستا ہوا دکھائے تو اپنے آنسو ہمیشہ کے لئے جذبات تشکر کی نذر کر دوں۔

ہیں پڑھ سکتے ۔ احمدی شعراء کو اللہ تعالیٰ
نے سچائی کا تاجوری بخشتی ہے اور سچائی ہی
اُن کے کلام کو ایک امتیازی حسن بخشتی ہے ۔ آپکا
کلام بھی اس ہنج حسن سے بہرہ ور ہے ۔ اس کے
علاوہ بھی آپکے کلام میں کچھ خو...ں ہیں جو اسے
انفرادی رفعت عطا کرتی ہیں ۔ قافیہ کے
استعمال میں اچانک ایسا تنوع جو یکسانیت کو اس
طرح توڑتا ہے کہ موسیقی پیدا ہوتی ہے ۔ علاوہ
ازیں بھی بہت سے اشعار دل پر براہ راست اور
بے ساختہ اثر کرتے ہیں ۔ یہ تو کوئی صاحبِ فن
ہی آپکو بتا سکتا ہے کہ صنعتی اعتبار سے اُن میں
کیا کیا خوبیاں ہیں مجھے تو صرف اتنا پتہ چلتا
ہے کہ زبان کہاں تک آزاد ہوتی ہے اور مضمون دلنشیں

جیسے ۔ وہاں شاید کسی کا دل دُکھا تھا
زمیں تپتی رہی ۔ بادل نہ ٹھہرا

لاکھوں میں ایک شعر ہے ۔ لچک بھی اس میں ایسی
ہے کہ صاحبِ دل کے بدلنے سے اس کا دوسرا مصرعہ بآسانی
ایک دوسرے رنگ میں ڈھل سکتا ہے ۔ مثلاً میں
ہوتا تو یوں کہتا کہ
وہاں شاید کسی کا دل دکھا تھا
رضا برسی ۔ اگر بادل نہ ٹھہرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیہ

AHMADIYYA MUSLIM CENTENARY

گر تو کسی پستی میں گرا ہے حجاب اترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

پھر اس غزل کا یہ شعر ایک ایسی احمدی شاعرہ کے منہ سے کیا سجتا ہے جس نے قیام حجاب کی راہ میں سالہا سال جانکاہی کی ہو۔ چہرہ اس شعر کا بتا رہا ہے کہ یہ نہ تو کسی زاہد خشک کا کلام ہے نہ کسی بے عمل شاعر کا بلکہ ایک باریک نظر صاحب تجربہ کے دل کی پکار ہے۔ دوسرا مصرعہ تو لاجواب ہے ع حجاب اترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

پھر اپنے اس شعر کو بھی پڑھ کر دیکھیں جس کا کاجل اشکوں نے دھو دیا ہے

مجھے تو یاد نہیں کہ لفظ کاجل کا ایسا خوبصورت اور برمحل استعمال کبھی کہیں اور پڑھا ہو۔

قافیہ کے استعمال میں اچانک تنوع پیدا کرنے کی مثال بھی اس چھوٹی سی غزل سے مل جاتی ہے مثلاً جو بیچ لے دے اُسے مختل نہ ٹھہرا

دوسری غزل جو اس خط کے ساتھ آپ نے بھیجی ہے وہ بھی بہت اعلیٰ پائے کی ہے۔ اِن انیس شعروں میں سے تین شعر ایسے ہیں جنکا پہلا مصرعہ پڑھتے ہوئے وہم بھی نہیں آسکتا کہ دوسرا مصرعہ ایک عام سے مضمون کو اٹھا کر کہاں سے کہاں لے جائے گا۔

فقط اسی سے توقع ہے مہربانی کی
دکھن کلیجے کی سجدے میں سب بتائی اسے

نشیب عجز میں آنا ہے رفعتوں کا حصول
کہ سرکشی کبھی بندے کی خوش نہ آئی اسے

جو اس کی یاد میں مچلے ہیں گوہر نایاب
پسند آتی ہے اشکوں کی پارسائی اسے

تینوں شعروں میں یہ قدر مشترک دکھائی دیتی ہے کہ دوسرے مصرعے پہلے نازل ہوئے تو ان کی ترتیب کے لئے پہلے مصرعے بعد میں بنائے گئے۔

اللہ آپکا حامی و ناصر ہو۔ خدمت دین کی توفیق بڑھائے اور پہلے سے بڑھ کر سلیقہ عطا کرے۔ علم و عمل دونوں کو نئی جلا بخشے اور آپکے اشکوں کی پارسائی اور دل کی عاجزی اسے خوش آ جائے۔

خدا حافظ!

والسلام خاکسار

[signature]

''چھ سال پہلے میں 29 اور 30 اپریل کی درمیانی رات کو کراچی سے روانہ ہوا تھا اس وقت تو آپ کو سوتا چھوڑ کر آیا تھا۔ یہ خبر نہ تھی کہ روتا چھوڑ کر جا رہا ہوں اب اللہ جلد تر مجھے آپ سب کو ہنستا ہوا دکھائے تو اپنے آنسو ہمیشہ کے لئے جذباتِ تشکر کی نذر کردوں۔

آپ کا 90-03-15 کا خط ملا جس میں یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ اپنا منظوم ہدیہء تشکر طبع کروانے کی تیاری کررہی ہیں۔''نمی کا عکس'' عنوان بھی آپ نے خوب چنا ہے۔اس کے بعد آنے والے مجموعہء کلام کا عنوان تعجب نہیں کہ ''سیلابِ رحمت'' ہو۔

ماشاءاللہ آپ کے کلام میں رفتہ رفتہ ایک نئی جِلا پیدا ہوتی جا رہی ہے۔شاذ کے طور پر کہیں کہیں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اصلاح کی گنجائش موجود ہے لیکن کوئی نظم یا غزل بھی بے اثر نہیں دیکھی۔بعض اشعار تو یوں اُٹھتے اور بلند ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ نگاہوں کے قدم روک لیتے ہیں زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے ہمیں سرسری نظر سے دیکھ کر اپنی قدر شناسی کو پامال کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ احمدی شعراء کو اللہ تعالیٰ نے سچائی کی تاجوری بخشی ہے اور سچائی ہی اُن کے کلام کو ایک امتیازی حُسن بخشتی ہے۔آپ کا کلام بھی اس منبعِ حُسن سے بہرہ وَر ہے۔اس کے علاوہ بھی آپ کے کلام میں کچھ خوبیاں ہیں جو اسے انفرادی رفعت عطا کرتی ہیں۔قافیہ کے استعمال میں اچانک ایسا تنوع جو یکسانیت کو اس طرح توڑتا ہے کہ موسیقی پیدا ہوتی ہے۔علاوہ ازیں بھی بہت سے اشعار دل پر براہِ راست بے ساختہ اثر کرتے ہیں۔یہ تو کوئی صاحبِ فن ہی آپ کو بتا سکتا ہے کہ

صنعتی اعتبار سے اُن میں کیا کیا خوبیاں ہیں مجھے تو صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ زبان سبک رَو ہوتی ہے اور مضمون دلنشین جیسے

وہاں شاید کسی کا دل دُکھا تھا
زمیں تپتی رہی بادل نہ ٹھہرا

لاکھوں میں ایک شعر ہے۔ لچک بھی ایسی ہے کہ صاحبِ دل کے بدلنے سے اس کا دوسرا مصرع بآسانی ایک دوسرے رنگ میں ڈھل سکتا ہے مثلاً میں ہوتا تو یوں کہتا کہ:

وہاں شاید کسی کا دل دُکھا تھا
فضا برسی اگر بادل نہ ٹھہرا

پھر اس غزل کا یہ شعر ؎

گرا تو کیسی پستی میں گرا ہے
حجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

ایک ایسی احمدی شاعرہ کے منہ سے کیسا سجتا ہے جس نے قیامِ حجاب کی راہ میں سالہا سال جانکاہی کی ہو۔ چہرہ اس شعر کا بتا رہا ہے یہ نہ تو کسی زاہدِ خشک کا کلام ہے نہ کسی بے عمل شاعر کا بلکہ ایک باریک نظر صاحب تجربہ کے دل کی پُکار ہے۔ دوسرا مصرع تو لاجواب ہے۔

حجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

پھر اپنے اس شعر کو ہی پڑھ کر دیکھیں جس کا کاجل اشکوں نے دھو دیا ہے۔
مجھے تو یاد نہیں کہ لفظ کاجل کا ایسا خوبصورت اور برمحل استعمال کبھی کہیں اور پڑھا ہو۔

قافیہ کے استعمال میں اچانک تنوع پیدا کرنے کی مثال بھی اسی چھوٹی سی غزل سے مل جاتی ہے مثلاً: جو سچ کہہ دے اُسے مختل نہ ٹھہرا

دوسری غزل جو اس خط کے ساتھ آپ نے بھیجی ہے وہ بھی بہت اعلیٰ پائے کی ہے۔ان شعروں میں سے تین شعر ایسے ہیں جن کا پہلا مصرع پڑھتے ہوئے وہم بھی نہیں آ سکتا کہ دوسرا مصرع ایک عام سے مضمون کو اُٹھا کر کہاں سے کہاں لے جائے گا۔

فقط اُسی سے توقع ہے مہربانی کی
دُکھن کلیجے کی سجدے میں سب بتائی اُسے
نشیبِ عجز میں گرنا ہے رفعتوں کا حصول
کہ سرکشی کبھی بندے کی خوش نہ آئی اُسے
جو اُس کی یاد میں مچلے ہیں گوھر نایاب
پسند آتی ہے اشکوں کی پارسائی اُسے

تینوں شعروں میں یہ قدر مشترک دکھائی دیتی ہے کہ دوسرے مصرعے پہلے نازل ہوئے تو ان کی تنصیب کے لئے پہلے مصرعے بعد میں بنائے گئے۔

اللہ آپ کا حامیٔ و ناصر ہو خدمتِ دین کی توفیق بڑھائے اور پہلے سے بڑھ کر سلیقہ عطا کرے علم و عمل دونوں کو نئی جِلا بخشے اور آپ کے اشکوں کی پارسائی اور دل کی عاجزی اُسے خوش آ جائے۔خدا حافظ۔

(مکتوب:30-4-1990)

دعائیہ جملہ ملاحظہ فرمایئے:

''آپ کے اشکوں کی پارسائی اور دل کی عاجزی اُسے خوش آجائے۔''

کس قدر حسین انداز ہے جو پیارے آقا پر بس ہے۔

ہر دفعہ الفضل میں نظم چھپنے پر ضروری تو نہیں ہوتا تھا کہ حضور رحمہ اللہ کا مکتوب ملے مگر لطف اس قدر آتا تھا کہ ایک لذیذ سی آس لگ جاتی۔ شاید حضور کی نظر پڑ جائے شاید کوئی خط آجائے۔ بعض دفعہ تو یہاں تک سوچتی کہ نظم میں جان کے کوئی غلطی کر دوں اور پھر پیارے آقا مجھے تفصیل سے سمجھائیں۔ پھر کسی دن اچانک خط آجاتا۔ مَن میں جشن کا سا سماں ہو جاتا۔ الفضل میں غزل چھپی:

غلط ہے آسماں سوکھا پڑا ہے
زمیں کی کوکھ بنجر ہو گئی ہے

آپ نے تحریر فرمایا:

''آپ کا کلام بالعُموم کسی نہ کسی پہلو سے جاذبیت رکھتا ہے لیکن بعض نظمیں بعض دوسری نظموں پر فوقیت لے جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو 18 جون 1990ء کے الفضل میں شائع ہوئی مطلع میں اگرچہ ایک ایسی سچائی بیان ہوئی ہے جو ہر صاحبِ نظر کو معلوم ہی ہو گی لیکن جس رنگ میں آپ نے ڈرامائی انداز میں اس مضمون کو پیش کیا ہے وہ غیر معمولی اثر کرنے والا ہے۔

غلط ہے آسماں سوکھا پڑا ہے
زمیں کی کوکھ بنجر ہو گئی ہے

اسی طرح دوسرا اور تیسرا شعر بھی خاص ادا کے مالک ہیں۔ پہلی غزل کی طرح اس غزل میں بھی آپ نے ایک ایسا شعر ایسے خاص انداز میں کہا ہے جو کوئی مرد شاعر نہیں کہہ سکتا خواہ کیسا ہی قادر الکلام کیوں نہ ہو۔ یہ ایک ایسی خاتون کا کلام ہے جو گھر کے روزمرّہ کاموں میں بھی عارفانہ نکتے سوچتی رہتی ہو۔ وہ شعر یہ ہے ؎

نہیں ہے ان تِلوں میں تیل باقی
مجھے پہچان چُھو کر ہو گئی ہے

یہ 'چھو کر پہچان' ایک ایسا خیال ہے جو ایک مرد شاعر کی رسائی سے باہر معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال آپ کی یہ نظم بہت عمدہ اور لطیف خوبیوں سے مزیّن ہے۔ اللہ آپ کو قلب و نظر کی مزید روشنی عطا فرمائے اور پہلے سے بڑھ کر خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو اور اپنی حفاظت و رحمت کے سائے تلے رکھے۔''

(مکتوب 90-7-4)

مؤرخ احمدیت محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کی گرفتاری کی خبر احبابِ جماعت پر بجلی بن کر گری۔ بدخواہ ہاتھوں کی بے باکی سے دل ہل گئے۔ ہر خبر پہلے سے سنگین آ رہی تھی۔ اپنے بس میں تو خدا تعالیٰ کے حضور فریاد ہی تھی۔ ایک دن یہ فریاد نظم ہو گئی ؎

وہ دوست محمدؐ کے ہیں، شاہد ہیں خدا کے
مولا نے انہیں گود میں رکھا ہے بٹھا کے

پیارے حضورؒ نے تحریر فرمایا:

''مولانا دوست محمد صاحب شاہد کی گرفتاری کی خبر سُن کر جونظم آپ نے کہی ہے وہ بہت ہی بلند پایہ اور پُر تاثیر ہے۔نہایت دلنشین اور سلجھا ہوا کلام ہے ماشاءاللہ۔چشم بد دور۔اللہ آپ کی ذہنی وقلبی استعدادوں کو جِلا بخشے اور صحت و عافیت والی خدمتِ سلسلہ سے معمور، فعال اور کامیاب وکامران لمبی زندگی عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنی حفاظت ورحمت کے سائے تلے رکھے۔اللہ آپ کا حافظ وناصر ہو۔''

(مکتوب 90-9-1)

خاکسار کی سکینت کا موجب بننے والا ایک اور مکتوب ملاحظہ ہو۔مگر اس کا لطف لینے کے لئے پہلے غزل پڑھئے:

اس کے لہجے میں نگاہوں میں حلاوت دیکھی
میں نے ہر سمت برستی ہوئی رحمت دیکھی

کوئی تحفہ نہ تبسم سے حسیں تر پایا
کوئی دولت نہ محبت کی سی دولت دیکھی

اپنے کھل جانے کی کچھ شرم عناں گیر رہی
ورنہ کہہ دیتے کہ کیا کیا تری صورت دیکھی

صبح بشاش تھی پُر کیف وحسیں تھا سب کچھ
رات بھر خواب میں وہ چاند سی طلعت دیکھی

بارہا لب پہ ترے آیا جو میں نے سوچا
دل سے دل تک یہ خیالات کی ہجرت دیکھی

آج اس بحر محبت میں تلاطم سا تھا
میں نے اک اور طرح سے تری چاہت دیکھی
غیر سَو طرح کے محفوظ حصاروں میں چلے
ہم نے تو مکڑی کے جالے سے حفاظت دیکھی

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

MIRZA TAHIR AHMAD
HEAD OF THE AHMADIYYA COMMUNITY
IN ISLAM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لندن
6.2.92

عزیزہ امۃ الباری ناصر
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
22 جنوری کے الفضل میں شائع ہونے والا
آپکا کلام مجھے بہت اچھا لگا۔ سوچا کہ دو حرف
تحسین کے اپنے ہاتھ سے ڈال دوں تو کچھ اس لطف
کا احسان اترے۔ ویسے احسانمند دل سے
احسان اترتا میں نے کبھی دیکھا نہیں۔ اس مضمون
میں میرے عمر بھر کے تجربہ کا نچوڑ یہی ہے۔
بعض اشعار تو پھولوں کی طرح کھلے
ہوئے ہیں اور رنگ و بو بھی بہار کی سی رکھتے
ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کھل جانا اور کسے کہتے ہیں۔
یہ کلام پڑھتے ہوئے دل سے دل تک جو خیالات
کی ہجرت دیکھی ایک بہت پر لطف نظارہ تھا۔
آصفہ بیگم کی طبیعت پہلے سے تو قدرے
بہتر ہے مگر ابھی بیماری نے اپنا قبضہ نہیں چھوڑا۔ ایک
صبر آزما جدوجہد سامنے پڑی ہے جس کا عرصہ چھ ماہ
سے ایک سال تک بتاتے ہیں۔ لجنہ کراچی کو بھی کبھی دعا کے
لئے یاد کرواتی رہیں۔ جزاکم اللہ۔ والسلام خاکسار مرزا طاہر احمد

''22 جنوری کے الفضل میں شائع ہونے والا آپ کا کلام مجھے بہت اچھا لگا۔سوچا کہ دو حرف تحسین کے اپنے ہاتھ سے ڈال دوں تو کچھ اس لطف کا احسان اُترے ویسے احسان مند دل سے احسان اُترتا میں نے کبھی دیکھا نہیں اس مضمون میں میرے عمر بھر کے تجربے کا نچوڑ یہی ہے۔

بعض اشعار تو پھولوں کی طرح کھلے ہوئے ہیں اور رنگ و بو بھی بہار کی سی رکھتے ہیں۔میں نہیں جانتا کہ کُھل جانا اور کسے کہتے ہیں۔یہ کلام پڑھتے ہوئے دل سے دل تک جو خیالات کی ہجرت دیکھی ایک پُر لطف نظارہ تھا۔

آصفہ بیگم کی طبیعت پہلے سے تو قدرے بہتر ہے مگر ابھی بیماری نے قبضہ نہیں چھوڑا۔ایک صبر آزما جدوجہد سامنے پڑی ہے جس کا عرصہ چھ ماہ سے ایک سال بتاتے ہیں۔لجنہ کراچی کو بھی کبھی کبھی دعا کے لئے یاد کرواتی رہیں۔جزاکم اللہ۔''

(مکتوب 92-2-6)

''روزنامہ 'الفضل' 6 فروری میں آپ کی جو نظم شائع ہوئی ہے وہ بڑی پُراثر اور اعلیٰ پایہ کی ہے۔آپ کا کلام ہمیشہ ہی بہت اچھا ہوتا ہے لیکن یہ نظم تو خاص امتیاز اور شان رکھتی ہے۔جزاکم اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر سے بہتر رنگ میں لکھنے کی توفیق دے۔

اخلاص، عمر اور کام میں برکت دے اور لازوال فضلوں سے نوازے...''

(مکتوب27-5-1992)

لجنہ کے دفتر کی گہما گہمی کے حوالے سے ایک نظم کہی جو مختلف مجلسوں میں سنائی۔ایسی وقتی طور پر محظوظ ہونے والی نظموں کو فنی طور پر سنوارنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔میری سامعات اُسی سے خوش ہو جاتیں۔ایسی ہر محفل میں جس میں اس نظم سے شگفتگی کی لہر پیدا ہو جاتی مجھے یہ نظم آقا کو بھجوانے کا خیال رہتا۔آخر ایک دن جرأت کر ہی ڈالی۔وہ نظم جسے بھیجتے ہوئے خاصا جھینپ رہی تھی بہت ہی برکتوں والی ثابت ہوئی۔22-8-91 کے مکتوب میں دَستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

''آپ نے جو لجنہ کے دفتر پر مزاحیہ نظم بھیجی تھی اس پر میں نے کچھ مرمت لگائی ہے مگر کام باقی تھا کہ دوسرے کاموں نے گھیر لیا۔''

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر کیا سب کو بتایا کہ اُس نظم کی مرمت لگ رہی ہے۔بے حد شوق سے انتظار کرتے رہے۔اس کے بعد آپ جلسہ سالانہ قادیان میں مصروف ہو گئے اور خاکسار کی انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی گئیں۔آخر مارچ 1992ء کو آپ نے یہ نظم ایک مکتوب کے ساتھ بھیجی۔اس نظم کی شان ہی کچھ اور ہو گئی تھی آخری بند ایسے تھے کہ اُس میں آپ نے میری نظم کے چند الفاظ ہی تبدیل کئے۔مگر پہلے پانچ بند تو زمین سے اُٹھا کر آسمان پر پہنچا دئے۔خط میں کراچی جماعت کے لیے دعائیں بھی تحریر فرمائیں:

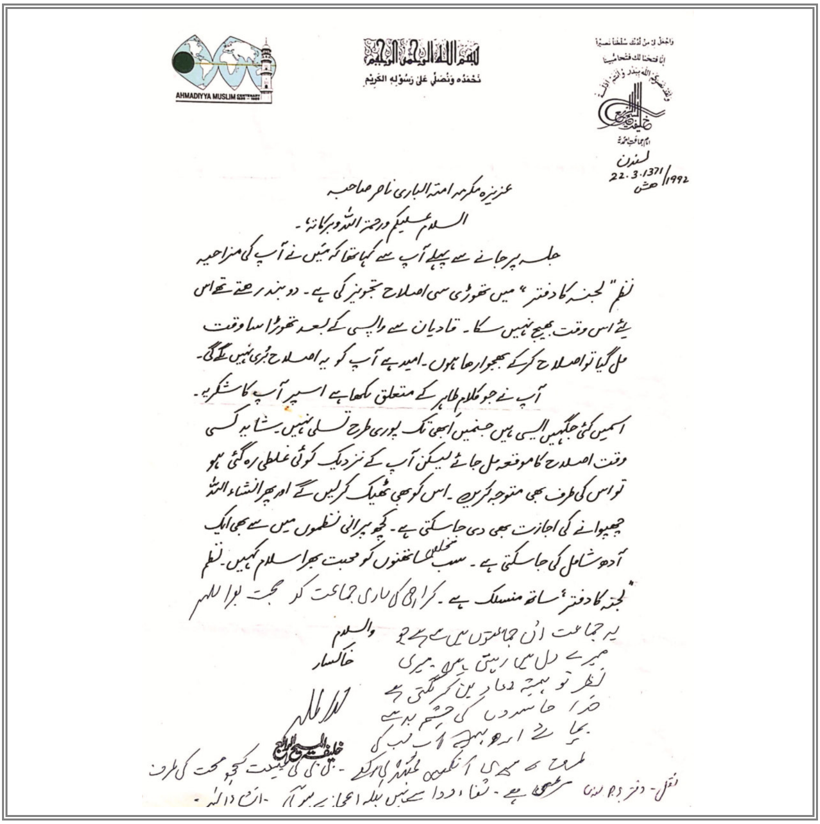

لندن
22.3.1371 ہش / 1992

عزیزہ مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جلسہ پر جانے سے پہلے آپ سے کہا تھا کہ مَیں نے آپ کی مزاحیہ نظم "لجنہ کا دفتر" میں تھوڑی سی اصلاح تجویز کی ہے۔ دو بند رہتے تھے اس لئے اس وقت بھیج نہیں سکا۔ قادیان سے واپسی کے بعد تھوڑا سا وقت مل گیا تو اصلاح کرکے بھجوا رہا ہوں۔ امید ہے آپ کو یہ اصلاح بُری نہیں لگے گی۔
آپ نے جو کلامِ طاہر کے متعلق لکھا ہے اس پر آپ کا شکریہ۔
اسمیں کئی جگہیں ایسی ہیں جنمیں ابھی تک پوری طرح تسلی نہیں۔ شاید کسی وقت اصلاح کا موقعہ مل جائے لیکن آپ کے نزدیک کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی طرف بھی متوجہ کریں۔ اس کو بھی ٹھیک کرلیں گے اور پھر انشاء اللہ چھپوانے کی اجازت بھی دی جاسکتی ہے۔ کچھ پرانی نظموں میں سے بھی ایک آدھ شامل کی جاسکتی ہے۔ سب مخلص لجنہ کو محبت بھرا سلام کہیں۔ نظم "لجنہ کا دفتر" ساتھ منسلک ہے۔

والسلام
خاکسار
خلیفۃ المسیح الرابع

کراچی کی ساری جماعت کو محبت بھرا سلام ۔ یہ جماعت اُن جماعتوں میں سے ہے جو میرے دل میں رہتی ہیں ۔ میری نظر تو ہمیشہ دُعا بن کر لگتی ہے۔ خدا حاسدوں کی چشمِ بد سے بچائے اور ہمیشہ آپ سب کی طرف سے میری آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ بی بی کی طبیعت کچھ صحت کی طرف مڑی ہے۔ شفا دوا سے نہیں بلکہ اعجاز سے ہوگی۔
انشاءاللہ" (مکتوب 22-3-92)

لجنہ کے دفتر کے حوالے سے ایک اور نظم بھی دلچسپی کا سامان بن گئی۔ ہوا یوں تھا کہ دفتر کی صفائیاں ہو رہی تھیں نئے اور مستعمل کپڑے خدمتِ خلق کے لئے پیک کیے جا رہے تھے مگر نہ جانے کیا ہوا سب کو کھجلی شروع ہو گئی۔ ہر ایک سمجھ رہی تھی کہ مجھے ہی کوئی الرجی ہوئی ہے۔آہستہ آہستہ علم ہوا کہ کسی ایک کو نہیں سب کو کھجلی ہو رہی ہے۔خاکسار کے لئے طبیعت مچلنے کا کافی سامان میسر ہو گیا اور ایک نظم ہو گئی:

چیونٹیاں چلنے لگی تھیں میرے سارے جسم پر
کچھ الرجی کی طرح بے چینیاں تھیں جسم پر

آخری شعر تھا۔

کیا ہوا، کیا کیا ہوا، کیا نہ ہوا مت پوچھئے
ہو سکے تو پیر کو دفتر میں آکر دیکھئے

نظم سب کو پسند آئی پھر وہی شوق تازہ ہوا کہ میرے آقا بھی چند سیکنڈ محظوظ ہوں گے۔آپ نے واقعی لطف لیا۔تحریر فرمایا:

''لجنہ کے دفتر کی تفصیلی صفائی کے دوران آپ نے اچانک محسوس ہونے والی کیفیات اور خیالات کو جن الفاظ میں نظم کیا ہے وہ تو یوں لگتا ہے کہ جگہ جگہ ہونے والی خارش اور شدید سوزش کے نتیجہ میں جو اچوی سی لگ جاتی ہے، یہ کلام اُسی کا نتیجہ ہے اور وہی کیفیت ہے جو نظم میں ڈھلتی چلی گئی ہے۔ بہر حال نقشہ خوب کھل کر سامنے آ گیا ہے۔کوئی پہلو بھی آپ نے باقی نہیں چھوڑا۔الرجی کی حالت میں غالباً اس سے بہتر نظم کہنا مشکل ہے۔'' (یہ نظم شاملِ اشاعت نہیں ہے)

الفضل میں چھپنے والی ایک نظم پر آپ نے بڑے شگفتہ انداز میں کھل کر تبصرہ فرمایا:

"الفضل کے 2 نومبر 1992ء کے شمارہ میں آپ کی ایک نظم شائع ہوئی جس کا پہلا مصرع ہے:

نام ونشاں پہ طرز وادا پر بھی اعتراض

اعتراض پر اعتراض کرنا تو مناسب نہیں۔ساری نظم ہی اس کے خلاف شکوہ ہے۔لیکن مجبوراً مجھے اس کے ایک دو شعروں پر اعتراض ہے۔مگر یہ محض دل لگی میں لکھ دیا ہے ورنہ اعتراض ہرگز نہیں۔ ہاں بعض جگہ معمولی سی ترامیم تجویز کی ہیں۔آپ کا کلام ماشاءاللہ بلند پایہ ہے تاہم کبھی کبھی معمولی کتر بیونت عادتاً کر دیتا ہوں۔صرف آپ ہی کا کلام اس مشقِ ستم کا نشانہ نہیں بنتا چودھری محمد علی صاحب ،سلیم شاہجہانپوری صاحب ،نسیم سیفی صاحب ،جنرل محمود الحسن صاحب،عبد المنان ناہید صاحب،عبد الکریم قدسی صاحب ،عزیزہ قوسی، حبیب ساحرؔ وغیرہ جو ماشاءاللہ شعروشاعری میں اپنا اپنا مقام بنا چکے ہیں بلکہ بعض تو اساتذۂ فن میں اپنا اپنا مقام بنا چکے ہیں بلکہ بعض تو اساتذۂ فن کے ہم پلہ اور صاحبِ طرز ہیں،ان کے کلام سے بھی جہاں محظوظ ہوتا ہوں وہاں کبھی کسی شعر کو اپنے مزاج اور ذوق میں ڈھالنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتا۔غالباً یہ دست درازی اصلاح کی قبیل میں شمار نہیں ہوتی۔اسے کسی اچھی چیز کو اپنانے کی سعی کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔آپ کی یہ زیرِ نظر نظم الفضل میں دیکھی تو مندرجہ ذیل اشعار میں کہیں کہیں اپنے ذوق کے مطابق تبدیلی کی

ہے جو ضروری نہیں کہ جو کچھ آپ کہنا چاہتی ہیں اس کے مطابق ہو یا اس سے بہتر ہو۔ مثلاً چوتھے شعر کا حلیہ میں نے یہ بنا دیا ہے۔

ہر تازہ واردات کی برداشت پر حرف
ہے احتمالِ جور و جفا پر بھی اعتراض

آپ نے اس شعر میں جو مضمون باندھا ہے وہ بہت اچھا ہے میرا خیال ہے کہ مندرجہ بالا ترمیم میں بھی بعینہٖ وہی بات ہے جو آپ کہنا چاہتی ہیں۔

اس سے اگلے شعر میں 'گر ہو سکے تو جڑ دو' میں لگتا ہے 'جڑ دو' بہت جلدی میں جڑ دیا گیا ہے اور ذرا جلدی میں پڑھنا پڑتا ہے حالانکہ یہ دو لفظ سارے مصرع کی جان ہیں مجھے لگتا ہے کہ اگر انہیں بیچ سے اُٹھا کر شروع میں رکھ دیں تو ادائیگی میں ہلکے مگر وزن میں زیادہ ہو جائیں گے اس صورت میں مصرع یوں بن جائے گا:

جڑ دو گر ہو سکے تو خدا پر بھی اعتراض

اس سے اگلا شعر ہے 'جھلاّ گئے عدو..' بھی مزید توجہ کے لائق ہے۔ پیہم ثبات کی ترکیب غالباً نئی ہے اس لئے ذرا اجنبی دکھائی دیتی ہے غالباً صبر و ثبات میں بدلنے سے پیہم کا مضمون تو قائم رہے گا اجنبیت نہیں رہے گی بہتر ہے اس کو یوں کر دیں۔

جھلاّ کے میرے صبر پر کرنے لگے عدو
خود اب تو اپنی طرزِ جفا پر بھی اعتراض

آٹھویں شعر میں آپ جماعت کی وسعت پزیری پر اُن کے

اعتراض کا مضمون بیان کرنا چاہتی ہیں۔ یہ بہت اچھا مضمون ہے لیکن دونوں مصرعوں کا آپس میں وہ تقابل نہیں بنتا جو اس طرزِ کلام کا تقاضا ہے۔قرآن کریم میں جہاں دوسرے مصرعے کا مضمون ملتا ہے وہاں پہلے مصرع کے لئے بھی متقابل مضمون موجود ہے اس سے استفادہ کریں تو شعر کچھ اس شکل میں ڈھل جائے گا۔

اپنی زمین گھٹنے سے غافل ہے پر مرے
وسعت پذیر ارض و سماء پر بھی اعتراض

اگر اپنے پہلے مصرع کا مضمون قائم رکھتے ہوئے الفاظ میں مناسب ترمیم کرنی ہو تو متبادل تجویز یہ ہے۔

اُس کا مری نگاہِ ظفر موج سے حسد
وسعت پزیر ارض و سماء پر بھی اعتراض

الفضل میں طبع ہونے والے احمدی شعراء کے کلام میں سے وقت ملے تو اپنائیت کے رنگ میں کبھی ایک آدھ شعر پر مشقِ ستم کر لیتا ہوں۔اس طرح ذہن کو چند منٹ ستانے کا موقع مل جاتا ہے۔اُمید ہے بُرا نہیں منائیں گی۔ناصر صاحب کو محبت بھرا اسلام بچوں کو پیار۔۔''

(مکتوب 92-12-3)

نظم میں اصلاح کی گنجائش ہونا کس قدر باعثِ برکت ہو گیا۔جس مقام پر میرے آقا متمکن تھے اُس کی بلندی کو ذہن میں لا کر سوچئے ایک حقیر فقیر سے اس قدر بے تکلفانہ اظہار خیال کتنے بڑے دل والی من موہنی ہستی کا ہوسکتا ہے۔میں نے خوشی خوشی میں جواب دیتے

ہوئے نظم کا وہ شعر بھی لکھ دیا جو سیفیؔ صاحب نے چھوڑ دیا تھا۔ بڑا دلچسپ جواب ملا:

''آپ نے لکھا ہے کہ اعتراض والی نظم کا ایک شعر سیفی صاحب کی سنسر شپ کی زَد میں آ گیا۔ اس شعر کو شائع نہ کرنے کی حکمت تو مکرم سیفی صاحب سمجھتے ہوں گے لیکن ایسا کرنے سے وہ خود بھی آپ کے اعتراض کی زد میں آ گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ مکرم سیفی صاحب ماشاء اللہ بڑی ذہانت سے الفضل کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ ورنہ الفضل کبھی کا بند ہو چکا ہوتا۔ اگر الفضل ماہ بہ ماہ چھپتا تو بلاشبہ سیفی صاحب بھی ماہ لقا کہلوانے کے مستحق ٹھہرتے۔ لیکن الفضل تو روزنامہ ہے اور سورج کی طرح روز اُن کے خوبصورت کلام کے آئینہ میں اُن کی لقاء الفضل کے شائقین سے کرواتا ہے۔ اس پہلو سے اُن کا چیں بہ جبیں ہونا تعجب کی بات نہیں وہ سمجھے ہوں گے کہ شعر کا مصداق وہ خود ہیں لیکن ماہ لقا لکھ کر اُن کو اصل مقام سے گرا دیا گیا ہے جو 'مہر لقا' یا 'خورشید لقا' ہونا چاہیے تھا انہوں نے ویسی ہی بات کی ہے جیسے غالبؔ کے ایک مصرع میں مذکور ہے۔

یوسف اس کو لکھوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی

افسوس کہ آپ کے شعر کی خیر نہ ہوئی۔.'' (مکتوب 93-1-28)

حذف شدہ اشعار میں سے ایک اور شعر بھی نظر کرم کے قابل ٹھہرا۔ 4.3.1993 کے الفضل میں ایک نظم چھپی تھی جس کا پہلا شعر تھا۔

میری راہیں سخت کٹھن ہیں صبر وجنوں کی ہمت لے کر
فیصلہ سوچ سمجھ کے کرنا میرے ساتھ آنے سے پہلے

اسی نظم کا ایک شعر تھا۔

حُسنِ عمل کا اُبٹن لے کر روح و جسم کو مَل مَل دھوئیں
کچھ سنگار تو کرنا ہوگا وصل کی رات آنے سے پہلے

نسیم سیفی صاحب نے نظم میں سے یہ شعر حذف کر دیا۔ جب پیارے آقا سے حذف شدہ اشعار کی بات چلی تو میں نے یہ بھی لکھ دیا۔ پیارے آقا نے بڑے شگفتہ انداز میں تحریر فرمایا:

''مدیر صاحب الفضل کے سنسر کی زَد میں آنے والا شعر بھی آپ نے بھجوا دیا ہے۔ یہ تو بہت اعلیٰ شعر ہے۔ جب حُسنِ عمل کا آپ نے کہہ دیا تو ذہن کے لئے کسی غلط روش پر چلنے کی کوئی وجہ تو نہیں لیکن چونکہ یہ منظر کشی بہت کھلی کھلی سہاگ رات کی تیاری پر صادق آتی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے مدیر صاحب الفضل ڈر گئے۔ اس قسم کا مبنی بر احتیاط فیصلہ مدیر کے حقوق میں داخل ہے۔ لیکن یہ اچھا ہوا کہ آپ نے مجھے یہ شعر لکھ دیا۔ شعر اپنی ذات میں بہت خوبصورت ہے۔ مدیر صاحب خود شاعر ہیں وہ اگر شعر میں معمولی سی تبدیلی کر لیتے تو کسی احتیاط کی ضرورت ہی نہ رہتی مثلاً یوں کہا جا سکتا ہے۔

حُسنِ عمل کا اُبٹن لے کر روح کے جسم کو مل مل دھوئیں
کچھ سنگار تو کرنا ہوگا وصل کی رات آنے سے پہلے''

انہیں دنوں الفضل میں ایک نظم چھپی تھی۔

پہلے اپنا حُسن نکھاروں پھر دوجے سے بات کروں
استغفار میں صبح کروں اور استغفار میں رات کروں

اس نظم میں خاکسار کی کم علمی سے کچھ سُقم تو تھے ہی 'الفضل' والوں نے بھی کچھ 'اصلاح' کر دی تھی۔ اس کے علاوہ جن دو اشعار کا ذکر ہے وہ درجِ ذیل ہیں:

چاند نہ جانے گھومتا گھامتا کب پہنچے کیا بات کہے
میرا تمہارا ملنا ہو تو سامنے بیٹھ کے بات کروں
گود میں بھر کے پیار کروں میں سر دیکھوں اور خار چُنوں
تو مل جائے یا ربّی تو خاطر مدارات کروں

پیارے حضورؒ نے تبصرہ فرمایا: (مکتوب 93-5-6)

''اچھا کیا آپ نے استغفار میں صبح کروں اور استغفار میں رات کروں، کا مصرع لکھ دیا۔ اس تصحیح شدہ مصرع کے ساتھ یہ شعر اور سنور گیا ہے لیکن الفضل نے غالباً ایک اور بھی غلطی کی ہے۔ 'میں' ہونا چاہیے۔ لیکن دونوں جگہ 'مَیں' لکھ کر آپ کے شعر کا ستیا ناس کیا ہوا ہے۔ اس طرح دوسرے شعر کے متعلق بھی الفضل کی غلطی کی نشان دہی کر کے آپ نے اچھا کیا ورنہ 'چاند نہ جانے گھومتا گھامتا کب جانے کیا بات کہے' سے بات نہیں بنتی تھی۔ بہت اعلیٰ پائے کا شعر ہے۔ ماشاء اللہ، چشم بددور۔ اگر الفضل نے غلط چھاپنا ہی تھا تو بہتر تھا کہ کب کے بعد وقفہ ڈالتے اور 'جانے کیا بات کہے' پر بات ختم کرتے تو پھر بھی مضمون بہت سنور جاتا ویسے مجھے ذاتی طور پر یہی 'جائے کیا بات کہے' والی بات زیادہ پسند ہے کیونکہ گھومتے گھامتے چاند کے متعلق 'کب جائے' کا خیال ضرور آتا ہے۔

اس نظم کے دوسرے شعر میں 'تو مِل جائے یا ربّی تو خاطر مدارات

کروں، میں وزن واضح طور پر ٹوٹ جاتا ہے۔مُدْ آرات پڑھنے سے
وزن بنے گا مدارات نہیں پڑھا جا سکتا۔اس سے تو اگر ’خدمت میں دن
رات کروں‘ بنا دیتیں تو بہتر تھا۔’میں‘ پر کوئی حرکت نہ ڈالیں جس کی مرضی
’خدمت میں‘ پڑھے اور چاہے ’خدمت مَیں دن رات کروں‘ پڑھے اسے
دونوں طرح ہی پڑھا جا سکتا ہے۔تاہم مجھے تو مَیں کے مقابل پر مِیں زیادہ
پسند ہے اور مراد یہ ہے کہ اپنے دن رات خدمت میں صرف کروں۔“

اس نظم کے ایک اور شعر پر ایک دوسرے پہلو سے بات نکلی۔کلام میں پڑھنے کی طرز سے بعض دفعہ سقم کا احساس ہوتا ہے آپ نے تحریر فرمایا:

”..اس پہلو سے اگر آپ اپنے کلام پر نظر ڈالیں تو اس میں بھی
آپ کو کئی مثالیں ملیں گی۔صرف کلام کی مجبوریاں سمجھانے کی خاطر ایک
آدھ مثال بیان کر دیتا ہوں کیا خوب مصرع ہے۔

خشک آنکھوں سے نِیر بہاؤں چہرے پر مُسکان سجاؤں

لیکن اس میں صرف سجا پڑھا جا سکتا ہے ’وَں‘ زائد ہے لیکن شعراء عملاً ایسا کرتے ہیں اجازت ہوتی ہے۔ ہرگز معیوب نہیں سمجھا جاتا پھر یہ مصرع ملاحظہ فرمائیں۔

پھر کس گُن پر اِتراؤں اور فخر و مباہات کروں

اب اس میں اگر ’پھر‘ ہلکا پڑھیں تو ’پھر کس گُن پر اتراؤں مَیں‘ ہونا
چاہیے یعنی ایک ’میں‘ ڈالنا پڑے گا۔اور اگر ’پھر‘ زور سے پڑھیں تو آپ
والا مصرع موزوں ہو جائے گا۔پس اس میں پڑھنے کے انداز کے فرق
کی وجہ سے دو صورتیں بنتی ہیں ایک ہے ’پھر کس گُن پر اتراؤں‘ اور

دوسری ہے 'پھر کس گن پر اِتراؤں مَیں' اس میں لفظ مَیں زائد کرنے کے باوجود وزن دونوں کا ایک ہے۔ بہر حال اندازِ قرأت نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اوقات نقص کا گمان ہوتا ہے۔ پڑھنے والے کے انداز پر اس کی درستی یا سُقم کا انحصار ہے۔'' (مکتوب 93-5-15)

4 مارچ 1993 کو 'الفضل' میں خاکسار کی ایک نظم چھپی جس کے دو شعروں پر پیارے آقا نے تبصرہ فرمایا۔ شعر یہ ہیں:

کسی نصیبوں والی گھڑی میں یکدم وہ گھر آ جائیں گے
ہر سُو خوشبو مہک رہی ہے اُن کی ذات آنے سے پہلے
چپ چپ رہ کر بھی دیکھا ہے دنیا کس سے خوش رہتی ہے
آؤ ذرا کُھل کھیل ہی لیں ہم الزامات آنے سے پہلے

حضور پُرنورؒ نے تحریر فرمایا:

''چار مارچ کی الفضل میں بھی آپ کی ایک بہت اچھی غزل شائع ہوئی ہے۔ لیکن اس میں ایک تو لفظ 'مہک' کے اعراب اور دوسرے 'الزامات آنے' کا محاورہ محلِ نظر ہے۔ لفظ مہک... مہَک ہے یا مہِک ہے۔ (ہم تو مہَک ہی پڑھا کرتے تھے) لیکن کوئی بھی ڈکشنری 'ہ' کو سکون کے ساتھ نہیں لیتی سوائے اس کے کہ جب مہکا پڑھا جائے۔ مجھے لگا تھا کہ یہاں کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ اسی لئے میں نے ڈکشنریوں سے چیک کیا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ڈکشنریاں مہِک دے رہی ہیں جو اجنبی لگتا ہے کیونکہ ہم تو مہک ہی پڑھتے آئے ہیں اس بارہ میں تحقیق کر

کے بتائیں کہ اس کا درست تلفظ کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

دوسرے 'الزامات آنے'' کا محاورہ میں نے پہلی دفعہ سنا ہے 'الزام لگنا' ہونا چاہیے سوائے اس کے کہ الزامات لئے ہوئے پیغامات آئیں۔ مَیں یہ مثالیں ہرگز کسی اعتراض کی نیت سے نہیں بلکہ سمجھانے کے لئے لکھ رہا ہوں کہ یہ کلام کی مجبوریاں ہوتی ہیں بعض جگہ مضامین کو زبان پر فوقیت دینی پڑتی ہے اور ضرور کوئی نہ کوئی رخنہ رہ جاتا ہے۔ باقی آپ کو خدا نے اظہار بیان پر خوب مقدرت بخشی ہے اور آپ کو بات کہے بغیر کہہ جانے کا سلیقہ آتا ہے۔ اللّٰھم زد و بارک۔۔''

اس مضمون کی تیاری میں یادِ ماضی کے ایسے ایسے باب کھلے ہیں جن کا ذکر کرنے سے بھی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔

مئی 1993 میں حضرت سیدہ مریم صدیقہ (رحمہا اللہ تعالیٰ) ہماری پیاری 'چھوٹی آپا' نے کراچی میں گھٹنے کا آپریشن کروایا تھا۔ آپ کے وجود کی برکت سے کراچی میں رونق ہو رہی تھی۔ آپ کی صحت کے لئے ہم سب دعا گو تھے لمحے لمحے کی خبر رکھ رہے تھے۔ آپ صحت یاب ہو کر گھر آئیں تو لجنہ نے آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہو کر شگفتہ سا پروگرام رکھا جس میں خاکسار نے قطعات پیش کئے۔ ایک قطعہ تھا:

یہاں سب چاہنے والے مبارک باد دیتے ہیں
بھلا لگتا ہے ہم کو آپ کا آرام سے اُٹھنا
خدا کا شکر ہے اُس نے ہماری ہر دعا سُن لی
مبارک صد مبارک آپ کو دو لاکھ کا گھٹنا

حضرت چھوٹی آپا بے ساختہ مسکرائیں اور پیار بھری نظروں سے داد دی۔ ایسے ہر موقع پر مجھے حضور پرنور یاد آجاتے کہ اگر آپ یہ قطعہ سُنتے تو پسند فرماتے۔ میں نے خط میں لکھ کر بھیج دیا آپ نے بڑا پیارا جواب دیا:

''آپ کا خط محررہ 8.7.93 وصول ہوا جزاکم اللہ احسن الجزاء سارا خط ہی ماشاء اللہ بہت دلچسپ ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

چشم بد دور آپ کے شعر خصوصاً دوسرا شعر بہت مزیدار ہے لیکن آرام سے اُٹھنا تو مجھے بھلا نہیں لگتا۔ چاہے آرام سے اُٹھنا ہو یا مشکل سے۔ اللہ فضل فرمائے اور پوری صحت کے ساتھ رکھے۔ اللہ آپ سب کو جزائے خیر دے جنہوں نے چھوٹی آپا کی خدمت کی لجنہ کراچی ہمیشہ کی طرح اب بھی خدمت کے میدان میں آگے آگے ہے اللہ یہ اعزاز برقرار رکھنے کی توفیق دیتا رہے۔ تمام کارکنات کو محبت بھرا سلام۔''

(مکتوب 93-7-19)

ایم ٹی اے پر نشریات شروع ہوئیں تو گھر گھر میں ڈش انٹینا لگوانے کی باتیں ہونے لگیں۔ ڈش ہر احمدی گھرانے کی پہلی ضرورت بن گیا۔ اِدھر اُدھر سے سُنی ہوئی باتیں ذہن میں جمع ہوئیں اور چند قطعات کا روپ دھار گئیں مثلاً:

ابا مجھے جہیز میں کچھ بھی نہ دیجئے
چاندی نہ دیجئے مجھے سونا نہ دیجئے
بستر نہ دیجئے مجھے صوفہ نہ دیجئے
سب چھوڑ کے بس ایک ڈش انٹینا دیجئے

نظم کی شگفتگی نے یہ شوق اُچھالا کہ حضورؒ کو بھیج دی جواب ملا:

''دوسری نظم جو ڈش انٹینا کے متعلق ہے بہت اچھی ہے ماشاء اللہ جس طرح پہلی نظم نفسِ مضمون کے مطابق شایانِ شان تھی اسی طرح یہ بھی نفسِ مضمون کے عین مطابق ہے۔ بڑی کھلی ہوئی، رنگین اور معطر نظم ہے جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ 'شہد کی مکھیوں' کو محبت بھرا اسلام۔''

پیارے حضور لجنہ کراچی کو 'شہد کی مکھیاں' کہتے تھے۔ جس سے ہم بے حد لطف لیتے۔ حضور کو خطوط لکھنے میں خاکسار بے تکلفی سے سارا احوال لجنہ کے دفتر اور اپنے گھر کا لکھ دیتی۔ آپ کے جوابات سے اندازہ ہوتا کہ آپ محظوظ ہوتے ہیں۔ خوشی کا اظہار بھی دل کھول کر فرماتے دل رکھنے کا فن بھی آپ کو خوب آتا تھا۔ ایک نظم کا ایک شعر داد حاصل کر گیا۔ پہلا شعر تھا:

سامنے ہو نگاہ کے دور بھی ہو نگاہ سے
اس کیفیت کو کیا کہوں ہجر ہے یا وصال ہے؟

آپ نے تحریر فرمایا: ''ایک شعر جو ساری غزلوں کا جان و مال ہے اس کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ واقعی یہ بہت جاندار شعر ہے۔

وقت کا ٹوٹتا بدن شام کی سرمئی تھکن
آنکھوں میں جاگتی لگن دل کا عجیب حال ہے''

(مکتوب 96-10-5)

خاکسار کی ایک غزل بہت خوش قسمت ہے اس کو دو دفعہ حضور پُرنور سے داد ملی۔ پہلی دفعہ تیرہ مارچ 1997ء کے الفضل میں چھپی تو حضور ایدہ الودود نے تحریر فرمایا:

''الفضل کے 13 مارچ 1997 کے شمارہ میں آپ کی جو نظم شائع

ہوئی ہے اسے پڑھ کر بہت لطف آیا۔ ویسے تو ساری نظم ہی بڑی اچھی ہے اور تازہ بتازہ ہے لیکن یہ اشعار بہت بلند پایہ ہیں:

آتا ہے نظر تاروں میں مہتاب علیحدہ
ہر پہلو سے ہے وہ دُرِّ نایاب علیحدہ
ترتیب سے رکھتی نہیں یادیں کبھی لیکن
باندھا ہے ترے نام کا اک باب علیحدہ
حرفوں کے بدن ٹوٹے ہیں اس شب کی دُکھن سے
جو یاد میں گزری شبِ مہتاب علیحدہ
اب چارہ گری کوششِ ناکام رہے گی
اس مرتبہ ہیں درد کے اسباب علیحدہ

اللہ آپ کے علم وعمل میں برکت دے اور عرفان کو مزید بڑھائے۔''

یہی غزل قیام لندن کے دوران مکرم سامی صاحب کی فرمائش پر 'الفضل انٹرنیشنل' کے لئے دی۔ پیارے آقا کی نگاہوں میں آئی۔ از خود آپ نے خط لکھا اور جب میں واپسی سے پہلے ملاقات کی انتظار میں آپ کے آفس کے باہر بیٹھی تھی۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے یہ خط مجھے تھمایا۔ تصور کیجئے کبھی خط کے لئے راہ تکتے تکتے آنکھیں تھک جاتی ہیں اور کبھی آفس کے باہر بیٹھے ہاتھ کے ہاتھ خط مل جاتا ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ۔

آپ نے تحریر فرمایا:

''آپ کی جو نظم 'الفضل انٹرنیشنل' کے شمارہ 17 اپریل تا 23 اپریل 1998 میں شائع ہوئی اس کے یہ دو شعر تو بہت ہی اعلیٰ درجہ کے ہیں ۔

جو کچھ بھی میسر تھا وہ سب بانٹ رہے ہیں
رکھے نہیں اپنے لئے کچھ خواب علیحدہ
حرفوں کے بدن ٹوٹے ہیں اُس شب کی دُکھن سے
جو یاد میں گزری شبِ مہتاب علیحدہ

ویسے تو ساری نظم اچھی ہے مگر ان دو شعروں کا جواب نہیں ہے آپ کی نظم میں یہ علیحدہ ہی نظر آتے ہیں ماشاء اللہ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کے زورِ قلم میں برکت عطا فرمائے۔'' (7-5-98)

15-11-98 کا تحریر کردہ پیارا مکتوب ملا:

''پاکیزہ شجر'' کے نام سے جو 'الفضل' ربوہ میں آپ کی نظم شائع ہوئی ہے مجھے پسند آئی ہے۔ کبھی کبھی آپ لہر میں آکر جو کلام کہتی ہیں تو وہ چمک اُٹھتا ہے ماشاء اللہ۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اللہ آپ کے علم و عرفان کو مزید صیقل فرمائے۔ نیک مرادیں پوری کرے اور بچوں کو دین و دنیا میں ترقی عطا فرمائے۔''

اس نظم کا ایک شعر لکھ دیتی ہوں:

وہ جو اک شخص محبت کا ہنر رکھتا ہے
بڑا پارکھ ہے مرے دل پہ نظر رکھتا ہے

31-1-2001 کے مکتوب میں تحریر فرمایا:

''میں رسالوں میں آپ کی نظمیں دیکھتا رہتا ہوں ماشاء اللہ آپ نے بڑی محنت کی ہے اور اب بھی بڑی محنت سے علمی ادبی کام کرتی رہتی

ہیں ... ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ 25 جنوری کے 'الفضل' میں بھی آپ کی بڑی اچھی نظم چھپی ہے۔''

اس طرح کے دعائیہ خطوط مجھے ایسی خوشی عطا کرتے کہ میں کسی دوسرے کی داد سے بے نیاز ہو جاتی۔ ایک سلسلہ ربط باہم جاری رہتا جس میں سراسر آقا کی شفقت اور احسان تھا۔ دلداری کے کئی پہلو تھے۔ نظم 'بیٹے کی ماں' بہت مقبول ہوئی اپنے آقا کو بھیج دی جواب ملا۔

''بہت بہت شکریہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ بہت مزیدار نظم ہے۔'' (مکتوب 2001-03-22)

نیز آپ کے ارشاد پر یہ نظم الفضل انٹرنیشنل میں شائع ہوئی۔ پیارے حضورؒ کی دلداریوں پر اپنی کیفیات کا اظہار کرنے لگوں تو کئی کتابیں لکھنے سے بھی حق ادا نہ ہوگا۔ حضور کا حُسنِ نظر ہے ورنہ اپنی کم مائیگی کا ادراک ہے۔ اگر کوئی میرا یہ مضمون پڑھے تو خلیفہء وقت کی دعائیں لینے کے لئے ہر صلاحیت دین کے لئے وقف کر دے۔ خدا تعالیٰ کا ہو جائے۔ اُس سے راضی ہو جائے اُس کی رضا کی جنت حاصل کر لے۔ یہی میری مراد ہے یہی میرا صلہ ہے۔

شعر و سخن میں خاکسار کی حوصلہ افزائی کرنے اور کلام کے سقم دور کرنے میں مشوروں کے لئے محترم بھائی نسیم سیفی صاحب مرحوم، محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب مرحوم، محترم شاہد منصور لکھنوی صاحب اور محترمہ برکت ناصر صاحبہ کی شکر گزار ہوں۔ مؤخرالذکر شعر گو نہیں شعر فہم ہیں۔ نظم پڑھ کر بے تکلفی سے کہتیں کہ: ''اے لفظ میرے منہ تے نہیں چڑدا''

پھر میں متبادل لفظ تلاش کر لیتی۔ محترم خالد محمود اعوان صاحب نے غیر معمولی محنت سے لخت لخت کلام کو مربوط کیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا فی الدارین خیرا۔

دیکھ کر تجھ کو چمن بس کہ نمو کرتا ہے

خاکسار کی نثری کاوشوں پر حوصلہ افزائی اور دعائیں

خدائے رحمان کے سائے میں مہر و محبت کی روشنی پھیلانے والے علم و عرفان کے جام لُنڈھانے والے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلفریب یادوں کی پہلو دار داستانیں عنوانات اور ذیلی عنوانات کے تحت پھیلے ہوئے طلسمِ ہوشربا کی طرح ہر لوحِ دل پر لکھی ہیں، دہرانے لگیں تو لذت بھری کسک محسوس ہوتی ہے۔آپ کے لطف و کرم کی تابانی کا ذکر کرنے میں، ایک حسین مجبوری کی طرح ،اُس ذرے کا ذکر بھی رہے گا جس نے وہ روشنی جذب کی۔

ذکر جس کا ہے معتبر تھا وہ
بات ٹھہری ہے معتبر میری

گذشتہ مضمون:

''اک خاک کے ذرّے پہ عنایات کا عالم''

میں اپنی ٹوٹی پھوٹی شاعری پر حضورؒ کی حوصلہ افزائی ، اصلاح ، بے تکلف تبصروں اور دعاؤں کا ذکر تھا۔ یہ مضمون اس کا دوسرا حصہ ہے ۔اس میں اپنی نثری کاوشوں پر حضورؒ کی

مشفقانہ دادو تحسین کا ذکر کروں گی ،جس سے آپ کی وسعتِ قلبی اور ذرہ نوازی کا اندازہ ہوگا۔ آپ کا حُسن نظر، حقیر لکھاریوں کیلئے جینے کا سامان عطا کرتا۔ اپنی حقیقت سے آگاہ ہوں اس تناظر میں آقا کے بڑھاوے اور دعاؤں کے سہارے میں بالکل ماں کا سا انداز ہے۔ خود ہاتھ پکڑ کر چلنا سکھاتے ہیں پھر خوش ہوتے ہیں کہ بچہ کیسا اچھا چلنا سیکھ گیا۔

پہلی بار ایک جملے پر داد ملی۔ گیسٹ ہاؤس کراچی کے سبزہ زار پر محفل سوال جواب کی ہے۔ حضورؒ کے ہاتھ میں سوالات کی پرچیاں تھیں۔ آپ نے پہلی پرچی اُٹھائی سوال پڑھا۔ کیا نظر لگنا برحق ہے؟ مسکرائے اور فرمایا:

''لکھا کسی نے خوب ہے نظر لگنا برحق ہے!''

دل چاہا اُچھل کر کھڑی ہو جاؤں اور بچوں کی طرح چیخ کر کہوں یہ میں نے لکھا ہے۔ بہت خوشی ہوئی اور اِترا اِترا کر سب کو بتاتی رہی۔ پھر حضورؒ ہجرت فرما گئے۔ ایک درد بھرا دورِ مہجوری تھا۔ آپ دیارِ مغرب میں جا بسے۔ ہمارے پاس رابطے کی صورت خطوط رہ گئے۔ لجنہ کراچی کے شعبہ اشاعت سے منسلک ہونے کی وجہ سے بہت سے امور میں رہنمائی کیلئے خط لکھتی۔ آپ کی پارکھ نگاہیں ہماری مبتدیانہ باتوں میں بھی حُسن تلاش کر لیتیں۔ یہ محض فضل و احسان الٰہی ہے کہ میری جھولی لعل و جواہر سے بھر دی۔ اردو ادب میں خطوط غالب کا بڑا مقام ہے۔ اگر ہم خطوط طاہر مرتب کر سکیں تو ادبیت کا کوئی اور ہمالہ تراشا ہوگا۔

پیارے حضورؒ نے کئی مرتبہ خاکسار کی نثر کو سراہا۔ ایک مضمون پہ داد کی کہانی بہت دلچسپ ہے۔ کراچی لجنہ کی طرف سے صد سالہ جشن تشکر پر مجلہ المحراب تیار کر رہی تھی۔ ہمیں یہ سعادت حاصل تھی کہ حضورؒ اپنے دورِ خلافت کے ابتدائی سال جو پاکستان میں رہے کراچی تشریف لاتے رہے اور لجنہ کو خاص طور پر نوازا۔ مجالس عرفان منعقد ہوئیں۔ انفرادی اور

اجتماعی ملاقاتیں ہوئیں۔ لجنہ کی عاملہ کے ساتھ میٹنگ اور دعوت کا انتظام ہوا۔ غرضیکہ بھرپور موسم بہار گزارا تھا جس کی یادیں اکثر نشستوں میں موضوع گفتگو رہتیں۔ خاکسار نے ان یادوں کو سمیٹ کر ایک مضمون ترتیب دیا جس کا عنوان تھا:

''خوشا نصیب کہ ہم میزبان تھے اُن کے''

یہ مضمون پہلے المحراب صد سالہ جشن تشکر نمبر میں شائع ہوا۔ پھر الفضل ربوہ نے مجلّے سے یہ مضمون چھاپا۔(المصلح کراچی کے ماہ مارچ 2004ء میں بھی چھپ چکا ہے) پیارے حضورؒ کی نظروں میں آیا اور آپ نے صدر لجنہ کراچی کے نام ایک تعریفی مکتوب لکھا۔ اس مضمون پر المحراب میں میرا نام تھا نہ الفضل میں، مگر میرے آقا کی فراست دیکھئے کہ پہچان لیا کس نے لکھا ہے۔ دستِ مبارک سے لکھا ہوا طویل مکتوب لجنہ کے دفتر پہنچا تو سب کی خوشی دیدنی تھی اور خاکسار تو حمد وشکر میں ڈُوب گئی۔ آپ ہمیشہ مہربانی کا سلوک فرماتے اور ہر دفعہ توقعات سے اس قدر بڑھ کر کہ کبھی اپنی اوقات دیکھتے اور کبھی بارش کی طرح برستے آپ کے الطاف واکرام پر نازاں ہوتے۔ کوئی مناسبت ہی نہیں تھی اپنی کوشش اور اُن کی داد میں۔ یہ محض فضلِ خداوندی ہے۔ بے اختیار دل چاہا کہ یہ قیمتی مکتوب الفضل میں چھپ جائے۔ اُن دنوں خاکسار کے پھوپھی زاد بھائی نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل تھے۔ ایک مستقل کالم میں لوگوں کے نام حضورؒ کے خطوط چھاپ رہے تھے۔ اس لاجواب خط کا ذکر کیا تو سیفی صاحب نے بتایا کہ اب وہ سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ حضورؒ کی اجازت کے بغیر کوئی خط شائع نہیں ہوگا۔ ٹھیک ہے اطاعت لازمی ہے صبر کر لیا۔ میں حضورؒ کو خط لکھ رہی تھی آخر میں یہ بات بھی لکھ دی اور پنجابی کا ایک محاورہ لکھا: ''غریباں روزے رکھے تے دِن وڈے آئے۔''

یہ خط بھیجنے کے چند دن بعد اپنی صدر صاحبہ محترمہ سلیمہ میر صاحبہ کے ہاں حضورؒ سے فون

پر بات کا موقع مل گیا۔آپ نے فرمایا:

''میں ابھی ابھی آپ کا خط پڑھ رہا تھا۔ بہت دلچسپ ہے بہت لطف آیا ہے۔آپ نے لکھا ہے میرے لفظ اور جملے اچھے لگے مگر مجھے لگ رہا ہے آپ کے زیادہ اچھے ہیں۔میں بھی ایسا ہی لکھتا ہوں۔مجھے تو لگ رہا ہے سارا خط ہی میں نے لکھا ہے۔''

حضورؒ نے بہت پیارے انداز میں تعریف فرمائی۔سب جملے تو مجھے من وعن یاد بھی نہیں رہے۔دراصل میری کیفیت اس وقت عجیب تھی۔یہ تصور کہ حضورؒ سے بات ہو رہی ہے۔ہر احساس پر حاوی تھا۔حضور نے بہت شفقت سے ہنستے ہوئے فرمایا:

''میں آپ کے روزوں والی بات بھی سمجھ گیا ہوں۔میں سیفی صاحب کو لکھوں گا آپ کا خط چھاپ دیں۔آپ بھی اُنہیں میرا یہ پیغام دے دیں۔''

چند منٹ کی گفتگو خوشیوں کے خزانے عنایت کرگئی۔

پیارے حضورؒ نے وعدہ پورا کیا نسیم سیفی صاحب کو خط چھاپنے کی اجازت دیدی۔2 ستمبر 1991ء کا الفضل آیا تو پہلے صفحے پر سیفی صاحب کے نام اجازت والا اور ہمارا خط شان سے چھپا ہوا تھا۔حضورؒ نے سیفی صاحب کو لکھا تھا:

''آپ نے درست فیصلہ کیا کہ میری اجازت کے بغیر الفضل میں میری طرف سے احباب کے نام ذاتی خطوط شائع کرنے بند کر دیئے لیکن دو خطوط ایسے ہیں جن کی اشاعت کی میری طرف سے اجازت ہے۔ان میں سے ایک آپا سلیمہ میر صاحبہ کے نام ہے کیونکہ اس کا لجنہ اماء اللہ اور مختلف جماعتوں سے تعلق ہے۔اسے بے شک چھپوا دیں...''

اس طرح یہ یادگار خط الفضل کی زینت بنا۔ جب بھی یہ خط پڑھتی ہوں، لگتا ہے المحراب کی تیاری میں صرف شدہ ساری محنت کا اجر کئی گنا بڑھا کر اللہ تعالیٰ نے اس خط کی صورت میں عطا کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

AHMADIYYA MUSLIM CENTENARY 1889 – 1989

واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیہ

لندن
یکم مئی 1991

مکرمہ آپا سلیمہ
صدر لجنہ اماء اللہ کراچی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی 'الفضل' مورخہ 29 رمضان المبارک میں شائع شدہ ایک مضمون بعنوان :-
"خوشا نصیب کہ ہم میزبان تھے اُن کے"
پڑھا ہے۔ دل کی عجیب کیفیت ہے۔ لاہور۔ اسلام آباد۔ راولپنڈی۔ شیخوپورہ۔ کراچی۔ حیدرآباد۔ میرپور خاص۔ ناصر آباد وغیرہ میں سفر کے دوران کہیں تھوڑا کہیں زیادہ ٹھہرنے کا موقع ملا کرتا تھا۔ جہاں زیادہ موقع ملتا تھا وہ بھی ہمیشہ تھوڑا ہی معلوم ہوا۔ آن کی آن میں وقت گذر جایا کرتا تھا۔
یہ مضمون پڑھتے ہوئے وہ سب یادیں ہجوم در ہجوم امڈ آئیں۔ جُوں جُوں پڑھتا گیا دل گداز ہوتا چلا گیا اور پانی برستا رہا۔
کس نے اتنا اچھا مضمون لکھا ہے۔ اتنا سلجھا ہوا۔ اتنا متوازن۔ اتنا شستہ۔ مسکراہٹوں کے ریشم میں درد لپٹے ہوئے۔ سنجیدہ باتوں کے ہمراہ اُن کی انگلیاں پکڑے ہوئے ہلکی پھلکی لاابالی باتیں بھی کمسن بچیوں کی طرح ساتھ ساتھ چلتی۔ دوڑتی دکھائی دیتی تھیں۔

6- میں نے اس عنوان میں صرف اتنا تصرف کیا ہے کہ "ہم میزبان" کو "مہمان دل میں" بدل دیا ہے

تحریر تو امۃ الباری ناصر سلمہا اللہ کی دکھائی دیتی ہے
لیکن لگتا یہ ہے کہ آپکی ساری عاملہ نے مل جل کر
لکھوا دیا ہے۔ کچھ مشورے باہم ضرور ہوئے ہونگے
جو اتنے رنگوں میں انتخابِ بہار ہوا ہے۔

بعض دفعہ کاموں میں ایسا انہماک ہوتا
ہے کہ سب یادوں کے رشتے معطل ہوئے ہوتے ہیں۔
اچانک کوئی پُر درد خط۔ کسی خط میں کوئی سادہ سا بے ساختہ
اظہارِ تعلق۔ کوئی پُر تپاک نظم۔ کوئی اچھوتی شائستہ تحریر
چونکا دیتے ہیں اور یادوں میں ایسا تموج پیدا
کر دیتے ہیں کہ اسے دھیما ہوتے ہوتے اور قرار پکڑتے
ہوئے کچھ وقت لگتا ہے۔ پاکستان کے پیارے احمدی
سب یاد آنے لگتے ہیں۔ چند لمحوں کے لئے یادیں کار فرما
اور کام معطل ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی ایک غنیمت ہے۔ کبھی کبھی جستجو چھوڑ کر
موجوں کے ساتھ بہتے چلے جانے میں بھی ایک مزا ہوتا
ہے۔ کچھ عرصہ خیالوں میں غرق ہو کر پھر سلامت ابھر آنے
سے جسم و جان کو ایک نئی توانائی ملتی ہے۔ جو یادیں
ڈبوتی ہیں کئی کلفتیں دھو بھی ڈالتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ لجنہ کراچی کو ہمیشہ دین کی بے لوث اور
ثمردار خدمت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آپکی قیادت میں
جس طرح سب بہنیں خلوص کے ساتھ مل جل کر ایک جان اور
ایک قالب میں ڈھل کر تعاون علی البر کا دلکش نظارہ
کر رہی ہیں خدا کرے یہ ہمیشہ اسی طرح رہے۔ اللہ تعالیٰ حسّد
حسود سے آپکی حفاظت فرمائے اپنی رضا کی دائمی جنت آپکو عطا
فرمائے اور دونوں جہان کی حسنات سے آپ سب کے دامن بھر دے آمین

سب بہنوں اور عزیزوں کو سلام - خدا حافظ
والسلام خاکسار مرزا طاہر احمد

''ابھی ''الفضل'' مورخہ 29 رمضان المبارک میں شائع شدہ ایک مضمون بعنوان ''خوشا نصیب کہ ہم میزبان تھے ان کے'' (حاشیہ: میں نے اس عنوان کو بدل کر صرف اتنا تصرف کیا ہے کہ میزبان کو ''مہمان'' میں بدل دیا ہے) پڑھا ہے۔ دل کی عجیب کیفیت ہے۔ لاہور اسلام آباد، راولپنڈی، شیخوپورہ، کراچی، حیدرآباد، میرپور خاص، ناصر آباد وغیرہ میں سفر کے دوران کہیں تھوڑا کہیں زیادہ موقع ملتا تھا۔ وہ بھی ہمیشہ تھوڑا ہی معلوم ہوا۔ آن کی آن میں وقت گزر جایا کرتا تھا۔ یہ مضمون پڑھتے ہوئے وہ سب یادیں ہجوم در ہجوم اُمڈ آئیں۔ جوں جوں پڑھتا گیا دل گداز ہوتا چلا گیا اور پانی برستا رہا۔

کس نے اتنا اچھا مضمون لکھا ہے۔ اتنا سلجھا ہوا، اتنا متوازن، اتنا شُستہ، مسکراہٹوں کے ریشم میں درد لپیٹے ہوئے۔ سنجیدہ باتوں کے ہمراہ اُن کی انگلیاں پکڑے ہوئے ہلکی پھلکی لااُبالی باتیں بھی کمسن بچیوں کی طرح ساتھ ساتھ چلتی دوڑتی دکھائی دیتی تھیں۔

تحریر تو امۃ الباری ناصر سلمھا اللہ کی دکھائی دیتی ہے لیکن لگتا یہ ہے کہ آپ کی ساری عاملہ نے مل جُل کر لکھوایا ہے۔ کچھ مشورے باہم ضرور ہوئے ہوں گے جو اتنے رنگوں میں اثباتِ بہار ہوا ہے۔

بعض دفعہ کاموں میں ایسا انہماک ہوتا ہے کہ سب یادوں کے رشتے معطل ہوئے ہوتے ہیں۔ اچانک کوئی پُردرد خط، کسی خط میں کوئی سادہ سا بے ساختہ اظہارِ تعلق، کوئی پرتاثیر نظم، کوئی اچھوتی شائستہ

تحریر چونکا دیتے ہیں اور یادوں میں ایسا تموج پیدا کر دیتے ہیں کہ اسے دھیما ہوتے ہوئے اور قرار پکڑتے ہوئے کچھ وقت لگتا ہے۔ پاکستان کے پیارے احمدی سب یاد آنے لگتے ہیں۔ چند لمحوں کیلئے یادیں کارفرما اور کام معطل ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی ایک غنیمت ہے کبھی کبھی چپو چھوڑ کر موجوں کے ساتھ بہتے چلے جانے میں بھی ایک مزا ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ خیالوں میں غرق ہو کر پھر سلامت اُبھر آنے سے جسم و جان کو ایک نئی توانائی ملتی ہے۔ جو یادیں ڈبوتی ہیں۔ کئی کلفتیں دھو بھی ڈالتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ لجنہ کراچی کو ہمیشہ دین کی بے لوث اور ثمردار خدمت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آپ کی قیادت میں جس طرح سب بہنیں خلوص کے ساتھ مل جل کر ایک جان اور ایک قلب میں ڈھل کر تعاون علی البر کا دلکش مظاہرہ کر رہی ہیں۔ خدا کرے یہ ہمیشہ اسی طرح رہے۔ اللہ تعالیٰ چشم حسود سے آپ کی حفاظت فرمائے۔ اپنی رضا کی دائمی جنت آپ کو عطا فرمائے۔ اور دونوں جہان کی حسنات سے آپ سب کے دامن بھر دے۔ آمین۔ سب بہنوں اور عزیزوں کو سلام۔ خدا حافظ۔"

اس نادر مکتوب کا شکریہ میں نے دل سے اُٹھنے والے احسان مندی کے جذبات کو ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ڈھال کر ادا کیا۔ چپو چھوڑ کر لہروں کے سہارے والی منظر کشی مجھے بہت پسند آئی تھی۔ حضورؒ کی خوشنودی حاصل ہونے کی سعادت نے سرشار کر دیا تھا۔ جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے۔ آپ کے احسان کا ہر قدم پہلے سے آگے ہوتا۔ اس خط کے جواب میں حضورؒ کا

فون آیا۔آپ نے از راہ شفقت بہت تعریف فرمائی:

''المحراب'' والا مضمون پڑھ کر ایسا لگا سارے منظر زندہ ہو گئے ہیں بلکہ زندہ ہو کر سامنے بیٹھ گئے ہوں۔واقعی بہت اچھا لکھا ہے آپ نے۔''

قیمتی مضمون بلکہ حرفِ آخر

یادرفتگاں کے باب میں قیمتی مضمون بلکہ حرفِ آخر کی سند خاکسار کو اپنی رفیقہ کار پیاری حور جہاں بشریٰ داؤد کی یاد میں لکھے ہوئے مضمون پر ملی۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کے حق میں حضورؒ کی سب دُعائیں قبول فرمائے۔آمین۔

''عزیزہ حوری کے متعلق آپ کا جو مضمون 26 ستمبر کے الفضل میں شائع ہوا وہ یادِ رفتگان کے باب میں ایک قیمتی مضمون ہے۔یوں لگتا ہے دل کے احساسات از خود فقروں میں ڈھلتے چلے گئے ہیں اور جانے والی ہستی کا ایک پیارا دلکش خاکہ قارئین کی دعائیں جذب کرنے کیلئے صفحات پر اُبھارتے چلے گئے ہیں۔مضمون بہت عمدہ ہے۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔'' (10 نومبر 1993)

پیاری بشریٰ داؤد کی وفات کے صدمے میں حضورؒ کو جو خط لکھا اُس کا جواب کسی اعلیٰ درجے کے ادبی شہ پارے سے بھی بلند ہے اور ذرہ نوازی دیکھئے میرے خط کے مضمون کو اس مضمون پر حرفِ آخر قرار دیتے ہیں۔میں اس پر اپنے اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکر کرسکوں کم ہے۔

خطوط پر حضورؒ کی پسندیدگی بھی کئی دفعہ حاصل ہوئی۔پہلے میں بہت ڈرا کرتی تھی۔بلکہ ہمیشہ ہی اس بات کا ڈر رہتا کہ خلافِ ادب کوئی بات نہ لکھ جاؤں۔پیارے حضورؒ نے کبھی کسی

بات کا برا نہیں مانا تھا، بلکہ حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ میں حضورؒ کی خدمت میں دل کی ہر بات لکھ دیتی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سے ہم سجدے میں دل کی ہر بات سادگی سے کہہ جاتے ہیں۔ حضورؒ کو بھی لکھ سکتے ہیں۔ آپ کی نظر الفاظ کے پیچھے اخلاص تک پہنچ جاتی ہے۔ خطوط پر حوصلہ افزائی کا طریق ملاحظہ فرمائیے۔ اپنی حمد و شکر اور خوشی کا عالم آپ کی چشم تصور پر چھوڑتی ہوں۔ چند اقتباس پیش ہیں:

''آپ کا خط آپ ہی کے مصرع 'صبح کی تازہ دم ہوا کی طرح آیا' ماشاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ نے لجنہ کراچی کو بہت خدمت کی توفیق بخشی ہے۔ خاص طور پر شعبہ اشاعت تو بہت دلجمعی اور مضبوط قدموں سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ماشاءاللہ چشم بد دور۔

...آپ کے چند اور دلچسپ خطوط بھی میرے پاس پڑے ہوئے ہیں۔ شاید ان کا جواب نہیں دیا جاسکا۔ ان پر ایک نظر ڈالوں گا تو پھر جواب دوں گا۔ آپ کے خط کے ساتھ منسلک وہ تمام پیار بھرے الفاظ پڑھنے کا موقع ملا جو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں استعمال کئے ہیں۔ بہت لطیف اور گہرے مضامین کا ایک سمندر ہے۔ آپ کو خوب خیال آیا۔ ماشاءاللہ آپ کی ذہنی اور قلبی صلاحیتوں کو اور بھی زیادہ روشن فرمائے۔ خدا حافظ۔'' (21 جنوری 1991)

''آپ نے المحراب کی اشاعت کے سلسلہ میں سب خدمت کرنے والی ساتھنوں اور ساتھیوں کا بہت اچھے انداز میں نہ صرف انفرادی تعارف کروایا ہے بلکہ حسن کارکردگی کی حقیقت کے دائرے

میں رہتے ہوئے بہت عمدہ تعریف کی۔ خوب احسان کی احسان سے جزا دی۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔ وجزاھم اللہ احسن الجزاء۔"

(12 دسمبر 1991)

"آپ نے بڑی انکساری سے کام لیا یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انکساری کی بجائے حق گوئی سے کام لیا ہے۔ جب آپ نے یہ لکھا کہ ایسی نثر لکھ گئے ہیں جس کی تعریف اور توصیف کیلئے آپ سے بڑھ کر علم چاہیئے۔" اور پھر یہ لکھنے کے بعد جب آپ نے تعریف اور توصیف کا خوب خوب حق ادا کیا ہے تو پڑھ کر معلوم ہوا کہ آپ کا یہ بہتر علم والا تبصرہ تو خود آپ پر صادق آ رہا ہے۔ پس اگرچہ تمام خط خلوص انکسار لئے ہوئے ہے اور اس فقرے کا مقصد بھی اپنی عاجزی کا اظہار ہی ہے لیکن میں اسے اس نظر سے دیکھتا ہوں کہ گویا یہ اظہار حق ہے۔ اور آپ کو پتہ ہی نہیں لگا کہ خود آپ کی ذات پر صادق آ رہا ہے۔" (6 مئی 1993ء)

"آپ کا پرخلوص اور آپ کی چاشنی سے بھرپور خط موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام خدمات اور پُرخلوص جذبات کو قبول فرمائے اور ذہنی و قلبی صلاحیتوں کو مزید صیقل فرمائے، اور ان سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ خدمات دینیہ کے مقامِ محمود عطا فرمائے۔ اپنی برکتوں نعمتوں اور رحمتوں سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ خدا حافظ و ناصر۔" (6 مئی 1993ء)

ایم ٹی اے شروع ہوا تو ہر احمدی کی طرح خاکسار کی بھی خواہش تھی کہ جلدی سے جلدی

ڈش لگ جائے۔ چنانچہ ۲ فروری ۱۹۹۴ء کو ہمارے گھر کی چھت پر ڈش لگ گئی۔ جب سیٹنگ مکمل ہو کر ٹی وی لگایا تو پیارے حضورؒ کا پروگرام آرہا تھا اس خوشی کے وقت آپ کو خط لکھنے بیٹھی تو فروری کے پُر بہار موسم کی بھی لفظوں سے کچھ تصویر بنادی۔ پیارے آقا نے خوب داد دی، مزا ہی آگیا۔ تحریر فرمایا:

''آپ کے خطوط ملے۔ الحمدللہ کہ بالآخر آپ کے گھر کی چھت بھی ڈش سے مزین ہوگئی ہے۔ اللہ آپ کو اور آپ کے سب ملنے والوں کو اس سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے صحن میں لگے پودوں اور درختوں کے ذکر کے ساتھ اپنے گھر کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں تو کمال ہی کر دیا ہے۔ آپ کی نثر بعض دفعہ آپ کے شعروں پر غالب آجاتی ہے۔ کیونکہ شعر کی پابندیاں بعض اوقات آپ کے دل کے ہر ولولے اور ہر مقصد کو اصل شان سے بیان کرنے میں روک ہو جاتی ہیں۔ جبکہ نثر میں خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا ملکہ اور عبور بخشا ہے کہ آپ فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتی چلی جاتی ہیں چنانچہ آپ کے صحن اور باغ کا نقشہ پڑھ کر تو یوں لگتا ہے جیسے میں نے آپ کا گھر صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ اس کے صحن میں بیٹھ کر کچھ وقت گزار آیا ہوں۔ اللہ آپ کے قلم میں مزید روانی اور جاذبیت پیدا فرمائے۔''

اردو کلاس کی افادیت پر کچھ ٹوٹا پھوٹا لکھا ہوگا۔ آپ نے بہت سراہا:

''اردو کلاس کے حوالے سے آپ کا تبصرہ پڑھ کر بہت محظوظ ہوا ہوں کہ زبان رکھتی تو کتنی نازاں ہوتی۔ بہت عمدہ فقرہ لکھا ہے اس سے تو لگتا ہے

کہ ماشاء اللہ اردو زبان سے آپ خوب واقف ہیں۔ اور نہ صرف اس کا استعمال جانتی ہیں بلکہ زبان بھی رکھتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔''

(12 نومبر 1998ء)

پیارے حضور کی نگاہ کرم کے دائروں کی وسعت دیکھئے۔ کراچی سے پندرہ روزہ المصلح نکلتا ہے۔ کبھی کبھی خاکسار کی تحریر کو بھی جگہ مل جاتی ہے۔ نوک جھونک کے نام سے ایک کالم شروع کیا جس پر نام کی بجائے صرف اب ن لکھا۔ حضور نے پہچان لیا اور بہت پیار سے داد دی۔ تحریر فرمایا:

''پندرہ روزہ ''المصلح'' کراچی کا جو رسالہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ یکم تا 15 اپریل 2001ء کا شمارہ ہے اور اس میں اچھے اچھے مضامین ہیں لیکن اس رسالے کی جان آپ کے مضامین میں ہے۔ ماشاء اللہ چشم بددور... جہاں 'ا۔ب۔ن' آجائے وہاں فصاحت و بلاغت کے در کھل جاتے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدینا والاخرۃ۔''

پیارے حضور کی طرف سے نہ صرف آپ کی زندگی میں داد ملتی رہی بلکہ آپ کے دوسری دنیا میں جانے کے بعد آپ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک پیغام ملا جو خاکسار کے لئے ایک نعمت ہے ایک اعزاز ہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات کو چند دن ہی گزرے تھے تازہ تازہ صدمہ، بے انتہا کرب انگیز دن تھے۔ ایسے میں لندن سے ایک فون ملا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک پیغام دینا ہے۔ حضور کے لفظ اور پھر ان کی طرف سے پیغام کا سن کر پورا وجود رو دیا۔ میرے حضورؒ نے یہ پیغام دیا تھا کہ انہیں مضمون 'الہام کلام اس کا' بہت پسند آیا ہے اور وہ ہدایت کرتے ہیں کہ جب بھی 'کلام طاہر' شائع ہو تو یہ مضمون اس میں شامل ہو۔ یہی

پیغام محترمہ بی بی فائزہ صاحبہ نے کئی دفعہ اور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے بھی پہنچایا۔ بی بی فائزہ صاحبہ نے تو یہ بھی بتایا کہ سارا مضمون حضورؒ نے آخری بیماری میں بی بی فائزہ صاحبہ سے سنا اور بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ مجھے تو یاد بھی نہیں تھا کہ میں باری کو کیا کیا لکھتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کلام طاہر کے ساتھ خاکسار کا نام ہمیشہ کے لئے جڑ گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

الحمدللہ.. ثم الحمدللہ۔

ایک حقیر معمولی، عاصی محض پر الطاف واکرام کی یہ بارشیں برسانے والا وجود کتنا عظیم کتنا کریم تھا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں ان کی سب دعائیں قبول فرمائے اور تادم آخر مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نور کی شاہراہوں پہ آگے بڑھو، سال کے فاصلے لمحوں میں طے کرو
خوں بڑھے میرا تم جو ترقی کرو، قرۃ العین ہو سارباں کے لئے

(کلام طاہر)

تعمیلِ ارشاد

پیارے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقتوں اور احسانات کا ایک دلنشین رنگ یہ بھی تھا کہ کبھی کبھی کسی کام کے لئے ارشاد فرماتے۔ اوّل تو آپ کا اعتماد کہ کسی کام کے قابل سمجھنا ہی بہت بڑا احسان ہوتا اس پر آپ کی رہنمائی، تفصیلی ہدایات، ہر اُونچ نیچ سمجھانا نعمت سے کم نہیں تھا۔ پھر آپ دُعاؤں سے مدد فرماتے اور کام مکمل ہونے پر اس طرح شکر گزار ہوتے جیسے ہم حقیر فقیر بہت بڑی خدمت کر رہے ہوں۔

چند کاموں کا مختصر ذکر جو آپؒ کے ارشاد پر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم۔

حضرت اقدس علیہ السلام کی تحریروں میں الفاظ کی تذکیر و تانیث

خاکسار کو 12.11.91 کا تحریر کردہ حضورؒ کا ایک مکتوب ملا:

”....آپ کے سپرد ایک کام بھی کرنا ہے۔ کئی دفعہ پہلے بھی خیال آیا لیکن کسی کے سپرد نہیں کر سکا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں کئی الفاظ تذکیر و تانیث دونوں طرح استعمال ہوئے ہیں جبکہ

بعض کے متعلق عمومی طور پر ایک ہی استعمال معروف ہے۔ مجھے چونکہ وقت نہیں مل سکا تحقیق کرنے کا اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو خدا کے فضل سے اردو گرائمر پر اتنا عبور ہے کہ آپ انشاء اللہ اس کام کو آسانی سے کر سکیں گی...''

یہ ایک طویل محنت طلب کام تھا۔ ایک ٹیم بنائی اور اللہ تبارک تعالیٰ کی مدد سے روحانی خزائن کی سب جلدوں کے لفظ لفظ کے مطالعہ سے ایسے الفاظ کی مکمل فہرست بنا کر لُغت میں اُس کا استعمال وضاحت سے لکھ کر حضورؒ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے ساری ٹیم سے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ

دوسرا کام حضورؒ کی اپنی کتاب تھی جسے چھاپنے کی سعادت ہمیں عطا فرمائی۔ یہ کتاب ''حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ'' کے نام سے طبع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کی خوشی کا یہ سامان بھی فرمایا کہ ایک دن پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا فون آیا کہ حضورؒ پیش لفظ میں یہ آئیڈیا چاہتے ہیں کہ اماں حواّ پر یہ الزام تھا کہ آدمؑ کو جنت سے نکلوایا ہے۔ اب احمدی خواتین اللہ تعالیٰ کے فضل سے اماں حواّ پر الزام سے بریت کا سامان بنی ہیں اور نیک تربیت سے دوبارہ جنت حاصل کر لی۔ مضمون اتنا خوبصورت تھا کہ خود شعر میں ڈھل گیا۔

آج حواّ کی بریت کے ہوئے ہیں ساماں
بیٹیاں جنت گم گشتہ کو لے آئی ہیں

حضورؒ نے پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کتاب کے شروع میں پورے صفحہ پر دیا جائے۔

ان خطابات میں مشی گن امریکہ میں خواتین سے انگریزی میں خطاب بھی تھا۔آپ نے ارشادفرمایا کہ اس کا ترجمہ بھی خود کرلیں۔ترجمہ کرنے میں کچھ مقامات پر وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی۔حضورانورؒ کی خدمت میں بصد ادب عرض کیا کہ نظرثانی فرما دیجئے۔ پیارے حضورؒ نے سارا خطاب اسقدر بدل دیا کہ پھر سے ترجمہ کیا۔اس ترجمے کے دوران پیارے حضورؒ کے بہت اچھے خطوط ملے۔

ہم لجنہ کراچی والے کئی لحاظ سے خوش نصیب ہیں۔ایک خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ سب ایک دوسرے کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتے ہیں۔حضورؒ کی طرف سے مکتوب آنے پر سب خوش ہوتے اور اگر کوئی کام ہوتا عین سعادت سمجھ کر تعاون کرتے۔

بچوں کے لئے سوال جواب کی کیسٹوں سے کتاب مرتب کرنا

20.01.93 کے مکتوب میں ہمیں ایک اور کام کیلئے ارشاد ہوا،تحریر فرمایا:

''جرمنی اور یہاں بعض مواقع پر بچوں اور بچیوں کے ساتھ سوال جواب کی بڑی مفید مجلسیں لگتی رہتی ہیں۔جرمنی میں ان کے علاوہ بعض اردو میں بھی مجالس سوال و جواب منعقد ہوئی ہیں۔اگر آپ ان کو یکجا کرکے شائع کرسکیں تو بڑی دلچسپ اور مفید چیزیں بن جائیں گی۔ بچوں اور بچیوں والی مجالس تو اکثر انگریزی میں ہوں گی وہ الگ اور اردو والی الگ شائع کرنی پڑیں گی۔خاصا محنت طلب کام ہے۔اگرارادہ ہو تو مشورہ کرکے بتائیں پھر آپ کو یہاں سے ایسی سب کیسٹس بھجوا دی جائیں گی۔بچوں والی مجالس کا یکجا ہوکر شائع ہونا تو بچوں کی تربیت کے

سلسلہ میں بہت ہی مفید ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔''

ہماری خوشی سے رضامندی پر کیسٹیں ملنا شروع ہوگئیں اور ہم نے ٹیم ورک کے ساتھ کام مکمل کر کے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

کلاسیکل شعرا کے مجموعہ ہائے کلام

17.1.93 کو پیارے حضورؒ کا مکتوب موصول ہوا:

''میر تقی میرؔ اور دوسرے بڑے بڑے شعرائے کرام جو کلاسیکل شاعری میں ایک نام رکھتے ہیں، کے مجموعہ ہائے کلام اکٹھے کر کے یہاں بھجوا دیں۔ ان کا سائز بڑا نہ ہو بلکہ جیبی سائز میں ملیں تو بہتر ہوگا۔ مارکیٹ میں عموماً اسی سائز کے مجموعہ کلام مل جاتے ہیں۔ اُمید ہے جلد یہ کام کردیں گی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔''

میں یہاں قدرے تفصیل میں جاؤں گی۔ صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ حضور انورؒ کی اس خواہش پر 'امید ہے جلد یہ کام کردیں گی' ،قدرت نے کس طرح مدد کی۔ مختلف نوعیت کا کام تھا۔ بڑے بڑے اشاعتی اداروں کو فون کئے کئی قسم کے دیوان دستیاب تھے ان میں سے کون سے معیاری ہوں گے۔ کیسے انتخاب کروں۔ بشریٰ داؤد صاحبہ سے مشورہ کیا۔ اُس نے داؤد صاحب کو اردو بازار بھیجا۔ وہاں محترم خالد لطیف صاحب کتب فروش کی مدد سے کئی کئی قسم کے دیوان گھر اُٹھا لائے کہ اب ان میں سے انتخاب کرلیں باقی واپس ہوجائیں گے۔ حسن اتفاق سے اُسی وقت محترم عبداللہ علیم صاحب گھر آ گئے جو اس کام میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ منٹوں میں اچھے دیوان چھانٹ کر الگ رکھ دئے۔ محترمہ بیگم صاحبہ عبدالرحیم بیگ صاحب نے اپنے

بہنوئی کو کتب لندن لے جانے پر آمادہ کرلیا۔تیسرے دن کتب لندن بھیجی جا چکی تھیں۔ یہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ پر غیبی مدد کا سامان۔ پیارے حضورؒ کا مکتوب محررہ (93-2-9) موصول ہوا:

''آپ کے خط کے ساتھ میرے کئی دل پسند شعراء کے انتخاب یا دیوان ملے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔سب میری پسند کے مطابق ہیں، یہ کتابیں دفتر میں سجادی ہیں۔اب ان سے طاقِ نسیاں کے بجھے بجھے نقوش اُجاگر کروں گا،اللہ آپ کو دین و دنیا کی حسنات سے نوازے... آپ نے جس خلوص اور برق کی سی تیزی سے بھجوائی ہیں میرے لئے وہی تحفہ بہت ہے۔اللہ آپ کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔''

حضورؒ کی خوشنودی سے دل حمد وشکر سے بھر گیا۔

ترے در کی گدائی سے بڑا ہے کون سا درجہ
مجھے تو بادشاہت بھی ملے تو میں نہ لوں ساقی

علیم صاحب کے مجموعۂ کلام کا دیباچہ

ہر کام جو حضور انورؒ نے ارشاد فرمایا اپنی استطاعت سے بڑا لگا۔الحمدللہ کہ مولا کریم نے کروا بھی دیا۔مگر درج ذیل مکتوب (99-12-8) میں جس کام کیلئے ارشاد تھا بہت ہی مشکل تھا۔تحریر تھا:

''ایک اہم کام جو شاید آپ کے سوا کوئی دوسرا نہ کرسکے آپ کے سپرد کررہا ہوں۔کام یہ ہے کہ ہم عبیداللہ علیم کے کلام پر مشتمل کتاب

شائع کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں محترم علیم صاحب کی یاد میں جو مشاعرہ کراچی میں ہوا تھا اس کی Tapes وہاں ہوں گی۔ انہیں دیکھ کر اس میں شامل شعراء نے علیم صاحب کے مشاعرہ کے متعلق کوئی تبصرہ کیا ہو یا ان کی ذات کے متعلق اچھے فقرے کہے ہوں، یا علیم صاحب کی یاد میں اچھے شعر کہے ہوں تو وہ اکٹھے کر کے کتاب کے پیش لفظ یا دیباچہ کیلئے ان کی روشنی میں پانچ چھ صفحات پر مشتمل ایک مضمون تیار کر دیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔‘‘

نگار علیم، تحسین علیم، احمد مبارک صاحب، پی ٹی وی اور ایم ٹی اے والوں سے معلومات لیں اور دن رات محنت کر کے 28.12.99 کو احباب کے تاثرات نثر نظم میں جمع کر کے پہلی قسط کام کی بھیج دی۔ پیارے آقا ؒ نے ارشاد فرمایا:

’’علیم صاحب کی کتاب کے دیباچے کیلئے خوب محنت کی ہے۔ ٹھیک ہے، کام تسلی سے کریں۔ اللہ اس کام کا بھی حق ادا کرنے کی توفیق دے۔‘‘

میں اپنے مولا کریم کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ خلیفہ وقت کی نگاہ کسی خدمت کے لئے مجھ پر پڑے اس سے بڑی سعادت کیا ہوگی۔

زمانی ترتیب سے ہم زمین غزلیں

حضور پر نور رحمہ اللہ کے ارشاد پر مکرم منیر جاوید صاحب کا تحریر کردہ خط 07-5-99 ملا۔ اس میں آپ نے جس کام کا ارشاد فرمایا اس کی طوالت اور کٹھنائیوں کا کوئی بھی اندازہ

نہیں لگا سکتا۔تحریر فرمایا:

’’مختلف نئے اور پرانے شعراء کے کلام میں جو یکسانیت یا مطابقت پائی جاتی ہے اور ایک شاعر کی زمین پر دوسروں نے بھی کلام کہا ہوا ہے۔اسے زمانی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کر کے بھجوائیں۔مثلاً میر تقی میر کی نظم ’فقیرانہ آئے صدا کر چلے‘ کی طرز پر صدا کر چلے، دعا کر چلے، چلے، چلے کی ردیف کے ساتھ ان سے پہلے اور بعد کے شعرا نے غزلیں کہی ہوں تو وہ سب زمانی لحاظ سے اکٹھی ہو جائیں کہ سب سے پہلے کس نے اس طرز پر نظم یا غزل کہی پھر کس نے اور پھر کس نے وغیرہ وغیرہ۔

اس سلسلے میں نقوش کے غزل نمبر میں ولی دکنیؔ ، غالب میر، خواجہ میر درد، ذوق وغیرہ کے کلام دیکھ لیں، ان سے کافی مدد مل سکتی ہے۔اسی طرح ولی دکنی کی ایک غزل ’’خطاب آہستہ آہستہ۔گلاب آہستہ آہستہ‘‘ کے الفاظ پر مشتمل ہے اس میں دیکھیں کہ کن کن دوسرے شعرا نے کوشش کی ہوئی ہے۔تاریخ وار شاعروں کے نام اور ان کا کلام اکٹھا ہو جائے۔

دلی دکنی کی غزل ’’...کرتے ہیں، غلام کرتے ہیں، سلام کرتے ہیں، تمام کرتے ہیں‘‘ اس پر بھی دیکھیں کہ اور کس کس شاعر نے غزلیں کہی ہوئی ہیں

اسی طرح میر تقی میر کی غزلیں نوحہ گری کا، آشفتہ سری کا، شیشہ گری کا وغیرہ الفاظ میں ہے۔میر ہی کی آخر کام تمام کیا..عبث بدنام کیا، آرام کیا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر بھی کام کریں۔

غالب کی غزلیں دوانہ ہوا، برانہ ہوا، خنجر آزمانہ ہوا، غزل سرانہ ہوا۔پھر

زلف کے سر ہونے تک، خبر ہونے تک، سحر ہونے تک..

اسی طرح دوسرے بڑے بڑے شعرا کی مشہور غزلیں چن لیں۔ان پر یہ کام کریں کہ کس نے سب سے پہلے اس پر کہا اور کب کہا اور کیا ہوا۔پھر دوسرے نمبر پر کون آیا اور تیسرے پر کون اور اسی طرح بعد میں کون کون آئے۔

پھر عبیداللہ علیم صاحب بھی صاحبِ طرز شاعر ہیں۔ان کی طرزیں اگر پہلے موجود تھیں تو کن کن شعراء نے ان پر کہا ہوا تھا۔یہ مواد بھی اکٹھا ہو جائے۔''

اس ارشاد کے مطابق شعراء کی فہرست زمانی ترتیب سے بنانا ہی مہینوں کا کام تھا۔پھر ہم زمین غزلوں کی تلاش.. کئی لائبریریاں کئی ادارے مل کر بھی یہ کام مشکل سے کر سکتے تھے۔ پہلے کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ردیف قافیہ ایک ہونے پر بھی بحر مختلف ہوتی۔مشکلات اور ان کے حل کی ایک طویل داستان ہے کہ کس طرح مولا کریم نے قدم قدم پر غیر معمولی مدد فرمائی اور کس قدر محنت کی توفیق عطا فرمائی۔کام بہت دقیق تھا جب کوئی سرا نہ ملتا، حضور پرنور کا دعاؤں سے معطر خط مل جاتا۔آپ مسلسل حوصلہ افزائی فرما رہے تھے:

''اردو شعرا کا 'ہم زمین' کلام اکٹھا کرنے کا کام آپ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا تھا۔اس لئے آپ کے سپرد کیا ہے۔باقی آپ کی بات درست ہے کہ کام بہت پھیلا ہوا ہے میں نے بھی جو مطالعہ کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بہت پیچیدہ اور پھیلا ہوا کام ہے۔کوئی آسان کام نہیں...اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق کو بڑھائے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔آمین۔''

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا:

''ہم زمین غزلوں'' کے کام کو آپ بڑی محنت، سلیقہ اور قرینہ سے سرانجام دے رہی ہیں۔ بڑی بات ہے۔آپ کو محنت کی داد دینی پڑتی ہے جزاکم للہ احسن الجزا۔اللہ قبول فرمائے اور آپ کی معاونت کو بھی اجر عظیم عطا فرمائے اور سب کام وقت پر پورے ہوں...میں رمضان میں آپ اور آپ کے بزرگوں کو دعاؤں میں یاد رکھوں گا۔''

جس خوش نصیب کو ایسی دعائیں مل جائیں اُسے دو جہاں کی دولت مل گئی۔ یہ مضامین تحریر کرنے کا مقصد بھی پیارے حضور کی شفقتوں کا جلوہ دکھانا ہے۔کام مکمل ہوا طوالت کا اندازہ لگانے کے لیے ایک جھلک دیکھیے:

سن عیسوی کے لحاظ سے شعراء کی زمانی ترتیب	--	19 صفحات
انڈیکس	--	45 صفحات
ہم زمین غزلیں	--	2467 صفحات

پیارے حضور رحمہ اللہ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں:

''آپ کا خط اور ہم زمین غزلوں کی ترتیب کا کام موصول ہوا جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

آپ نے تو حیرت انگیز کام کیا ہے۔ ماشاء اللہ بہت زبردست محنت کی ہے۔میں تو حیران ہوں کہ آپ نے اتنے بڑے کام کو کیسے اتنی تیزی سے نپٹا لیا۔جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والاخرۃ۔ اب یہ ساری جلدیں آپ کو اپنے نام سے چھپوانی ہوں گی...اللہ تعالیٰ آپ کی سب خدمتوں کو قبول فرمائے۔ اس کی

رحمتیں بارش بن کر نازل ہوں۔ ہمیشہ اس کے پیار کی نظریں آپ پر پڑتی رہیں اور اس کی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق پاتی رہیں۔ سب اخلاص سے خدمت کرنے والیوں کو اور بچوں کو بہت بہت سلام۔ خدا حافظ و ناصر۔" (مکتوب 24.3.2000)

کلامِ طاہر کا دوسرا ایڈیشن

کلام طاہر کے دوسرے ایڈیشن میں حضور پرنور رحمہ اللہ تعالیٰ نے 18 نظموں کا اضافہ فرمایا۔ محترم منیر جاوید صاحب نے 50 صفحات پر مشتمل نظمیں فیکس کیں اور حضورؒ کا ارشاد کہ ان میں کمپوزنگ کی کوئی غلطی ہو تو بتا دیں اور گلوسری تیار کر دیں۔ الحمد للہ گلوسری تیار کرنے کی توفیق ملی اور نظموں میں خاکسار کی بہت سی گزارشات کو حضورؒ نے از راہ شفقت قبول فرمایا۔ کلام طاہر شائع ہوئی تو آپ نے ایک نسخہ خاکسار کو بطور خاص اپنے دستخط کے ساتھ بھجوایا۔

یہ وہ سعادتیں ہیں جن کو قیمت دے کر خریدا نہیں جا سکتا۔ فرمائش اور مطالبے پر بھی نہیں ملتیں۔ محض فضلِ خداوندی ہے۔

اگر ہر بال ہو جائے سخنور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

قلب طاہر کا درد اور دردمندی ۔ کلام طاہر کی روشنی میں

اس نظر سے جس نے بند کواڑ کھول کر اندر سے جائزہ بھی لیا ہے

ہر روز نئے فکر ہیں ہر شب ہیں نئے غم
یارب یہ مرا دل ہے کہ مہمان سرا ہے

کلام طاہر میں کئی سال ہمہ وقت ڈوبے رہنے سے کلام اور صاحب کلام سے کسی حد تک شناسائی ہوئی۔ شعر و سخن میں شاعر کے اندر کا وجود سانس لیتا ہے۔ ایک ایسی توانائی جو پہاڑی چشموں کی طرح ذات کے اندر سے اپنی اصل اور مصفا صورت میں بے اختیار پھوٹتی ہے۔ مجھے یہاں درد اور دردمندی کا بیکراں سمندر ملا۔

آنکھ ہے میری کہ اشکوں کی ہے اِک راہ گزار
دل ہے یا ہے کوئی مہمان سرائے غم و حزن
ہے یہ سینہ کہ جواں مرگ امنگوں کا مزار
اِک زیارت گہ صد قافلہ ہائے غم و حزن

ایک ایسا شخص جو یادوں کی محفل میں مہمانوں کے ہاتھ تاپنے کیلئے اپنا کوئلہ کوئلہ دل

دہکا تا رہا۔ یہ دل کوئلہ کوئلہ کیسے ہوا کچھ ذات کی محرومیاں کچھ بے قرار تمنائیں، کچھ اپنوں اور غیروں کے دیے ہوئے درد، کچھ بارِ امانت کو سرخروئی سے اٹھانے کا خوفِ الٰہی۔

جب سے خدا نے ان عاجز کندھوں پر بارِ امانت ڈالا
راہ میں دیکھو کتنے کٹھن اور کتنے مہیب مراحل آئے

اپنی ذات کے دکھ تو پھر بھی کوئی سہار لے، یہاں تو جماعت کا ہر فرد اپنی پریشانیوں کا سارا بوجھ خلافت کی جھولی میں ڈال کر دعا کا طلبگار رہوتا۔ یہ غم آپ کے دل میں اترتے آپ کی راتیں سب کے دکھوں میں دعائیں بن جاتیں۔ آنکھیں لہو برساتیں۔ نالے عرش کو ہلا دیتے اور رحمت کے وعدے لے کر لوٹتے۔ غموں کی میزبانی نے آپ کو یہ بتایا کہ سسکتی روحوں کا کوئی وطن مذہب رنگ نسل اور جنس نہیں ہوتی۔ سب انسان ہوتے ہیں۔ آپ کی کوشش تھی کہ ہر انسان کو رسول اللہؐ کے دامن سے وابستہ کر دیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔

اس کے دامن سے ہے وابستہ کل عالم کی نجات
بے سہاروں کا ہے اب ملجا و ماویٰ وہی ایک

والدہ ماجدہ سے محبت

مے خانۂ غم میں احساسِ درد والم کا اولیں جام آپؒ کو والدہ مرحومہ کی رحلت پر پینا پڑا۔ نو عمر بچے کیلئے یہ اتنا بڑا حادثہ تھا جیسے پہاڑ آ گرے ہوں۔ میٹرک کا امتحان دیتے ہوئے بچے کو ایک کڑے امتحان سے گزرنا پڑا۔ آپ کے اور پیاری ماں کے درمیان موت کا سنگین پردہ حائل ہو گیا۔ کمرے میں ایک تصویر ہے، اسی سے مخاطب ہیں:

تیرے لئے ہے آنکھ کوئی اشکبار دیکھ
نظریں اٹھا خدا کے لیے ایک بار دیکھ

وعدۂ ضبط الم نبھانا مشکل ہے بند شکیب ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں۔ کتنا عجیب تجربہ ہے آنسو اپنے ہیں مگر اپنوں پر بھی اختیار نہیں۔ ماں کی تصویر سینے سے لگائی جا سکتی ہے مگر وہ آنسو نہیں پونچھ سکتی۔ ہم نے بارہا دیکھا آپ اُمی کے ذکر پر آبدیدہ ہو جاتے۔ اگر کوئی اپنی امی کی بیماری یا وفات کا ذکر کرتا تو آپ کا درد جاگ اُٹھتا۔ اپنی زندگی کی شام گہری ہو چکی تھی مگر والدہ مرحومہ سے محبت اور وفا کا خراج ''مریم شادی فنڈ'' کی صورت میں دے رہے تھے۔ اب 1944ء کی ایک آرزو پوری ہو چکی ہے۔

گو جدائی ہے کٹھن دور بہت ہے منزل
پر مرا آقا بلالے گا مجھے بھی اے ماں
اور پھر تم سے میں مل جاؤں گا جلدی یا بدیر
اس جگہ مل کے جدا پھر نہیں ہوتے ہیں جہاں

کتنا اچھا لگا ہوگا جب عالم بالا میں استقبال کیلئے ہاتھ پھیلائے کھڑے ہونے والوں میں ماں کو دیکھا ہوگا۔ اب کبھی مل کر جدا نہیں ہوں گے۔

قادیان سے محبت

ماں کے بعد مادر وطن سے جدائی کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ اپنے والد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تڑپ بھی دیکھ رہے تھے قادیان کی مقدس بستی جہاں پیدا ہوئے گلیوں میں کھیلے کودے۔ یکدم چھٹ گئی۔ اب ہاتھ دعا کیلئے اٹھتے تو زمین، مکان، دولتِ جہان کیلئے نہیں قادیان کے لیے دُعا ہوتی۔

پر احمدی وہ ہیں کہ جن کے جب دعا کو ہاتھ اٹھیں
تڑپ تڑپ کے یوں کہیں کہ ہم کو قادیاں ملے

قادیان اپنے روحانی مرکز ہونے کی وجہ سے محبت اور تکریم کا مرکز بھی رہا۔ ربوہ کی بستی آباد ہوگئی مگر قادیان کا مقام اپنی جگہ ہے۔

ربوہ میں آج کل ہے جاری نظام اپنا
پر قادیاں رہے گا مرکز مدام اپنا

1947ء سے 1991ء تک چوالیس سال قادیان سے دور رہنے کے بعد جب قادیان کیلئے رختِ سفر باندھا تو جذبات نظم میں ڈھل گئے۔

''اپنے دیس میں اپنی ایک سندر سی بستی تھی، اس میں اپنا ایک سندر سا گھر تھا۔ میں ملکوں ملکوں پھرا مگر اس کی یادیں ساتھ لئے پھرا کبھی میرا تن من دھن اس کے اندر تھا اب وہ میرے من میں بستی ہے۔ اس کے رہنے والے سادہ اور غریب تو تھے لیکن نیک نصیب تھے۔ ہر بندہ دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا وہ بڑے سچے لوگ تھے وہ بڑی سچی بستی تھی۔ وہاں جو جتنا بڑا تھا اتنا ہی خاکسار تھا۔ اس دھرتی میں وہ موعود مسیحا پیدا ہوا جس کا صدیوں سے انتظار تھا۔ اس نے آکر دینِ حق کا احیاء کیا پوری دنیا سے حق آشنا یہاں جمع ہوتے۔ اس قدر پھل پڑا کہ زندہ درخت میووں سے لد گئے۔ اس مسیح موعودؑ کی صورت میں جو نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عاشق تھا۔ میں نے بھی اس سے فیض پایا ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی محبت ملی گویا خود خدا تعالیٰ مل گیا۔ کیڑی سے کم تر کے گھر نارائن آگیا۔ اس کے سارے کام

سنوار دیئے ۔ برہا کے مارے اپنے گھر آئے ۔ اپنے مینارے دیکھے ساری بستی پر انوار الٰہی کی بارش برستی دیکھی ۔ آنے والوں کے ساتھ فرشتے پر پھیلائے آئے ۔ سب کے سروں پر رحمت کا سایہ ہے ۔ سب کے چہروں پر نور الٰہی ہے ۔ سب کی آنکھوں میں پیار دیکھا اس منظر میں ایک کمی رہی ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور دوسرے عشاق جواب اس دنیا میں نہیں رہے ۔ زندگی کی آخری سانس تک صبر و رضا سے اس آس میں رہے کہ کاش خدا قادیان لے جائے یہ بستی سدا سہاگن ہے ۔ اس میں وہ ہستی پیدا ہوئی جو نوروں کا ایک سمندر تھی ۔ جس سے نوروں کے سوتے پھوٹے ۔ ایک اللہ کا نام باقی رہے گا ۔ اسے جس بھی نام سے پکارلو ۔ واہے گرو، ایشور، اللہ اکبر ۔''

جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر جس والہانہ انداز میں آپ گلی کوچوں میں گھومے پھرے جس گداز سے آپ نے عبادت کی ۔ جس وسعت سے اس کے مقام پر وقار کو سجانے سنوارنے کے منصوبے بنائے ۔ جس طرح آپ نے سلامتی کے تحفے فضا میں بکھیر دیے ۔ طویل دلفریب ایمان افروز داستانیں ہیں، جو ہم نے ظاہری اور باطنی آنکھوں سے دیکھیں ۔

بنا ہے مہبطِ انوار قادیاں دیکھو
وہی صدا ہے سنو جو صدا سے اٹھی ہے
کنارے گونج اُٹھے ہیں زمیں کے جاگ اٹھو
کہ ایک کروڑ صدا اِک صدا سے اٹھی ہے

ہومیوپیتھی

آپ کے درد آشنا دل میں درد کے کچھ دروازے ہومیوپیتھی کی پریکٹس سے بھی کھلے ایک برآمدہ تھا۔ دیواروں سے لگی الماریوں میں چھوٹی چھوٹی شیشیاں تھیں۔ میاں طاری تھے اور سینکڑوں مجبور، بیمار، لاچار بے بس، غریب دکھی بوڑھے خواتین بچے اپنے اپنے دکھ کی داستانیں لے لے کر آتے اور میاں طاری کے آگے ڈھیر کر دیتے۔ ان کو تو وہ میٹھی میٹھی سفید گولیوں میں دوا کے چند قطرے ڈال کر دے دیتے مگر اپنا دل درد سے بھر جاتا۔ بے چارگی کی ساری تصویریں آپ نے دیکھیں درد کے سارے رخ آپ کی نظر سے گزرے اور اس قدر قریب سے کہ شاید ہی کوئی دوسری مثال ہو۔ یہ برآمدہ ایک درسگاہ تھی۔ ایک میخانۂ غم تھا جو آپ کے دم سے آباد تھا۔ ہومیوپیتھی کی کلاس میں سنے ہوئے بعض جملے یاد آرہے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کسی غریب بچے کو دوا دیتے وقت سوچیں کہ شاید یہی مٹھاس ہے جو اس کو کبھی میسر آئی ہے غربت کے ذکر میں فرمایا بعض خواتین کے پاس تقریبات کیلئے بھی لباس نہیں ہوتا اگر کوئی ایک کپڑا اچھا ہو، اسی کو نمایاں کر کے پہن لیتی ہیں۔ عید پر تحائف، غرباء کے لئے مکان، جہیز فنڈ اسی احساس محرومی سے آگہی کا نتیجہ ہیں۔

کوئی مذہب ہے سسکتی ہوئی روحوں کا نہ رنگ
ہر ستم دیدہ کو انسان ہی پایا ہم نے
بن کے اپنا ہی لپٹ جاتا ہے روتے روتے
غیر کا دکھ بھی جو سینے سے لگایا ہم نے

ربوہ سے والہانہ پیار

ہجرت اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتی ہے۔ دین و دنیا میں ترقیات اور اجر و ثواب کا باعث ہوتی ہے۔ مگر اپنے ساتھ جو کسک اور دُکھن لے کے آتی ہے اس کے دائرے بہت وسیع اور طویل ہوتے ہیں۔ دریائے چناب کے کنارے بسنے والی پریم نگری ربوہ مٹی دھول اور موسم کی شدتوں کے باوجود اپنے مکینوں کے جذبۂ ایمانی سے کوئی آسمانی بستی لگتی ہے۔ حضور جب ربوہ آئے تو قریباً 20 سال کے ہوں گے۔ جوانی کا بھرپور زمانہ اس روح پرور ایمان آفریں ماحول میں گزارا، یہیں شادی ہوئی اولاد کی نعمت نصیب ہوئی، ردائے خلافت پہنائی گئی اور اچانک ایک دن یہ بستی، بہشتی مقبرے اور مقدس مزاروں کی یہ بستی، چھٹ گئی۔ بھرے گھر سے اٹھے۔ مڑ کر بھی نہ دیکھا، دروازے پر تالے پڑے رہ گئے۔ ربوہ کے درویشوں سے پھر ملاقات نہ ہو سکی۔ ربوہ اور اہل ربوہ کے ذکر پر آپ کا گلا رندھ جاتا آواز بھرا جاتی۔ کبھی کبھی امید کی کرن جاگتی تو ربوہ آنے کی خواہش مچل کر لبوں تک آجاتی۔

ربوہ کے رمضان المبارک کا نقشہ بڑے پیارے الفاظ میں بناتے ہیں:

آج کی رات ربوہ کی زمین ذکر الٰہی سے اس طرح بھر گئی ہے گویا کہ خدا خود یہیں اتر آیا ہے۔ لوگ تو طعن سے اسے جنت کہتے تھے جنت ہی نہیں یہ تو خلد بریں ہے۔ یہاں کے خاک نشیں اپنی مرضی سے دل کھول کے خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ کوئی انہیں کافر قرار دینے والا ادھر آنکلے تو ربوہ کے ہر مکین کی جبین پر سجدوں کے نشان اسے اپنے عقیدے کا مفہوم سمجھا دیں۔ ہمیں اس کی پرواہ ہی نہیں کہ ''کافر ملحد

دجال' کیوں کہا جاتا ہے ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ اللہ اور رسول اللہؐ کے عاشق اگر کہیں ہیں تو بس ربوہ میں ہیں۔ جو راتوں کو اُٹھ کر خدا کے حضور اس قدر روتے ہیں کہ لگتا ہے کہ جان ہی دے دیں گے۔ اس ماحول کا تصور اس نور بار کیفیت کو محسوس کرنے والا ہی کر سکتا ہے۔ دل کرتا ہے یہ سیمیں لمحات اسی طرح ہولے ہولے ربوہ پر نور کے گالوں کی طرح اُترتے رہیں۔

اس پر بہار باغ سے جدا ہو کر نہ مالی کو چین آیا نہ باغ کو قرار نصیب ہوا۔ طائر اڑ گیا، نشیمن اداس رہ گیا۔ نشیمن سے اداسی کے پیغام جاتے تو آپ بے چین ہو جاتے:

بس نامہ بر اب اتنا تو جی نہ دُکھا کہ آج
پہلے ہی دل کی ایک اِک دھڑکن اُداس ہے

آپ کیا سمجھتے ہیں کہ بن باسیوں کی یاد میں صرف گھر اُداس ہیں۔ بن باسیوں کے من کی اداسی مجھ سے زیادہ تو نہیں میری غم نصیب آنکھوں میں بسنے والو! دردِ مہجوری سے تڑپنے والو!! ادھر بھی یہی حال ہے۔

آنکھوں سے جو لگی ہے جھڑی، تھم نہیں رہی
آ کر ٹھہر گیا ہے جو ساون، اُداس ہے
بس یادِ دوست اور نہ کر فرش دل پہ رقص
سن! کتنی تیرے پاؤں کی جھانجن اُداس ہے

پیارے حضورؒ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا کو نظم فرمایا، آخری بند پڑھتے اور کئی بار پڑھتے۔

بے ٹھکانہ ہوں گھر نہیں اپنا
سر پہ چھت ہے نہ بام و در اپنا
گاؤں کی چمنیوں سے اٹھتا ہے
گو دھواں، وہ مگر نہیں اپنا
دل سے یہ شعلہ سا نوا اٹھی
مصر جانے کو جی مچلتا ہے
پر اکیلا ہوں خوف کھاؤں گا
دست و بازو کوئی عطا کردے
لوٹ کر تب وطن کو جاؤں گا
دل سے یہ مضطرب دعا اٹھی

مشرق کے باسیوں سے پیار

پاکستان کے احمدیوں پر ہونے والے مظالم آپ کے آبگینۂ دل پر ہتھوڑے برساتے۔ 1983ء کے جلسہ سالانہ میں آپ نے پیاری جماعت کو دو گھڑی صبر سے کام لے کر دعائیں کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ آپ کو یقین تھا کہ نمرودیت کو اپنی آگ میں جل جانا ہے۔ عصائے موسیٰؑ باطل کی قوتوں کو ڈس لے گا۔ شہیدانِ احمدیت کا خون رنگ لائے گا۔ وہی تیغ دعا جو پہلے لیکھو پر چلی تھی آج کے لیکھو پر بھی چل جائے گی۔ دیر ہوسکتی ہے اندھیر نہیں۔ یہ فقیرانہ صدائیں شش جہت میں پھیلیں گی۔ دعائے غلام مسیح الزماںؑ سے عصرِ بیمار کو شفا ہوگی۔

آپ نے جو نوید فتح عطا فرمائی اس میں آزمائش صبر کی دو گھڑیاں بہت طویل ہو گئیں... جسمانی بُعد نے مہجوری کے بہت دکھ دئے۔ خلیفہ اور جماعت یک جان و یک قالب ہوتے ہیں۔ پاکستان کے ایک ایک احمدی کا دکھ آپ کے درد میں اضافہ کر جاتا۔ حضورِ حق میں فریادیں عرش کے پائے ہلانے لگیں۔ مولیٰ! صبر و رضا کے اسلوب بہت سکھا دئے۔ اب کرب و بلا کے دن لمبے نہ کر۔ پیمان وفا نبھانے والے اپنی جان مال سب قربان کر رہے ہیں۔ پاکستان میں پابند سلاسل محبوس صرف تیرا نام سینے پر سجانے کے گنہگار ہیں۔

میں ان سے جدا ہوں مجھے کیوں آئے کہیں چین
دل منتظر اس دن کا کہ ناچے انہیں پا کے

کبھی دیارِ مشرق کے باسیوں کو غریب الوطن کی چاہتوں کے سلام کے ساتھ یہ پیغام آتا کہ:

میرے شام و سحر کی کیفیت آپ کے صبح و شام پر منحصر ہے۔ میرے مقدر کے زائچے میں تمہاری خوشیاں جھلک رہی ہیں۔ میرے جام میں جو مے ہے دراصل تمہارا خونِ جگر ہے۔ میری ذات تم سے کوئی الگ نہیں ہے۔ تم ہی میری کائنات ہو۔ میری زیست پر تمہاری یادوں کا عنوان لگ چکا ہے۔ اے میرے سانسوں میں بسنے والو! تم کبھی بھی مجھ سے جدا نہیں ہوئے۔ یہ تعلق جو خدا نے باندھا ہے ہمیشہ قائم رہے گا میرے نغمے، میری دعائیں، سب تمہارے لئے ہیں تمہارے درد و الم سے ہی میری عبادت میں سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں مٹانے کے عزم لے کے اٹھنے والے خاک کے

بگولوں کی خدا خاک اُڑا دے گا۔انہیں رسوائے عام کردے گا۔تم خدا
کے شیر ہو۔تمہارے سامنے ان جنگلی جانوروں کی حیثیت ہی کیا ہے۔
بساط دنیا جہان نو کے حسین اور پائیدار نقشے ابھار رہی ہے۔سارا نظام
بدل رہا ہے فتح وظفر کی چابیاں مقدر نے تمہیں تھما دی ہیں۔تمہارے سر
پر خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت اور رحمت کا سائبان ہے۔دین حق کی
شاہراہوں پر جرأت وشجاعت سے آگے بڑھتے رہو۔

جلسہ سالانہ یوکے 1987ء میں پڑھی جانے والی نظم کا آغاز دور دیسوں سے آنے والے قافلوں کی آمد پر خوشی کا اظہار تھا۔جو ایک غریب الوطن کیلئے پیار کے پھول اور اخلاص و وفا کی مشعلیں لے کر آئے تھے۔آپ سب کو دعائیں دیتے ہیں۔تم نے میری ترسی نگاہوں کی سیرابی کا سامان کیا۔تم پر فرشتے پھول نچھاور کریں۔ترقی کی راہیں کشادہ ہوں میری آرزوئیں دعائیں بن کر رنگ لائیں تم سے زندگی کا ہر غم دور ہو جائے۔تم نور کی شاہراہوں پر آگے بڑھو اور اس تیز رفتاری سے کہ سال کے فاصلے لمحوں میں طے ہوں۔تمہاری ترقی میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی۔

اس خوشگوار استقبال کے ساتھ ان پر شکستگان کا بھی خیال آتا ہے جو پرواز نہ کر سکے اور دشمنوں کے طعن کا نشانہ بنے۔یہ روداد غم ایسی ہے جو دل کے پردے پر خون سے لکھی ہے۔دل میں ایک ایسا بھی قابل احترام گوشہ ہے جو اپنے ان دوستوں کے لئے وقف ہے۔ان کی یادیں ایک گھٹا کی طرح آتی ہیں۔ان کا ذکر آنسوؤں سے بھیگا ہوا ہوتا ہے۔خوب آہ و فغاں کا موسم بنتا ہے۔تصور کی آنکھ سے ان سب کو دیکھتا اور ان کیلئے دعائیں کرتا ہوں۔

نظم کے آخر میں وطن میں پابہ زنجیر آزادیوں کا خیال آتا ہے۔آزادی ہے تو فقط خدا

تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کی۔ وطن میں عائد پابندیوں یا ذاتی مجبوریوں میں جکڑے بے بسوں کیلئے دعا ہے کہ خدایا تو خود تسکین بن کر ان کے پہلو میں آ جا۔ ان سے لاڈ کر۔ انہیں لوریاں دے۔ ان کا دل بڑھا۔ ان کی بلائیں دور کر۔ انہیں بتا کہ ابھی صبر کے امتحان کے کتنے دن باقی ہیں۔

وطن اور اہل وطن سے للّٰہی محبت کے ساتھ واپسی کی راہوں کے مہیب مراحل کا شعور ہو تو بے بس آرزوئیں اندر ہی اندر درد کی لہریں پیدا کرتی ہیں۔ یہ درد بڑا کھا جانے والا ہوتا ہے۔ ایسے میں مشرق کی طرف سے آنے والی ہواؤں کے سندیسے ہی زندگی کا سامان بنتے ہیں۔ وطن سے آنے والے کسی بھی مسافر کا ہاتھ پکڑ کسی سایہ دیوار میں بیٹھ کر فرمائش ہوتی ہے۔

آ بیٹھ مسافر پاس ذرا، مجھے قصۂ اہل درد سُنا

مجھے ان کا حال سناؤ جو پیار کی پیاس بجھانے سمندر پار نہیں آ سکتے۔ مجھے اس بے بسی سے اندازہ ہوا ہے کہ کس طرح ہر دور افتادہ اویس پر لخت جگر سے بڑھ کر پیار آتا ہے۔ اے مسافر! تو جور و جفا کی نگری، صبر و رضا کے دیس سے آیا ہے۔ تجھے تو سب علم ہو گا کہ غیروں نے میرے پیاروں پر کیا کیا ستم ڈھایا ہے۔ تو آنکھوں میں لکھی شکووں کی کہانی جانتا ہے۔ تو میرے محبوبوں پر نازل ہونے والی بلاؤں سے واقف ہے۔ مجھے تو کئی برس ہو گئے یہ حالات دیکھتے دیکھتے اندیشہ یہ ہے کہ کیا یہ ظلم و ستم ہی میرے وطن کی پہچان ہوں گے؟

مجھے ان مظلوموں، مجبوروں، محروموں کا حال سناؤ۔ جو راہ مولیٰ اسیر ہیں۔ جن کی پیشانیوں کی روشنی سے وطن کی جیلوں میں اُجالے

ہیں۔ میرے ہم وطنوں کی باتیں بھی عجیب ہیں خدا کو اس وقت پکارتے
ہیں۔ جب کوئی مشکل در پیش ہو ورنہ مساجد کے میناروں سے نفرت کی
منادی ہوتی ہے۔ بلبل کو وطن سے نکال دیا ہے۔ کوّے اور ناگ بے
روح بے جان صدائیں دیتے ہیں۔ صرف احمدی ہی نہیں وطن میں سب
اہل وطن آزادی سے محروم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جماعت کو ہمیشہ ہی وفا کے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اُحد، مکہ، طائف، شعب ابو طالب، میدان کربلا میں خدا کی راہ میں قربانیاں دی گئیں۔ اللہ والوں پر شیطان پتھر برساتے ہیں۔ کہیں دار پر لٹکاتے ہیں۔ احمدیوں کو بھی آزمائشوں سے گزر کر وفا کے امتحان دینے پڑے جو واقعہ کابل میں حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کے ساتھ پیش آیا۔ ہاں پے در پے جیسے تسبیح کے دانے گرتے ہیں۔ قربانیاں دی گئیں۔ مردان، سکھر، سکرنڈ، پنوں عاقل، وارہ، لاڑکانہ، حیدر آباد، نواب شاہ، کوئٹہ، اوکاڑہ، لاہور، گوجرانوالہ، ٹوپی، خوشاب، ساہیوال، فیصل آباد، سرگودھا میں جان کے نذرانے پیش کئے گئے۔ معابد سے کلمۂ توحید مٹائے گئے۔ ہر طرح کے ظلم آزمائے گئے۔ مگر نصرت الٰہی سے ہر گام ترقی کی طرف اٹھا۔ ہر واقعہ جو پاکستان کے احمدیوں کے ساتھ پیش آیا آپ کا دل بڑھاتا رہا۔ یادوں کی یہ بارات آپؒ کے دردمند دل کو بے چین رکھتی۔

عجب مستی ہے یاد یار مے بن کر برستی ہے
سرائے دل میں ہر محبوب دل رندانہ آتا ہے
وہی رونا ہے ہجر یار میں بس فرق اتنا ہے
کبھی چھپ چھپ کے آتا تھا اب آزادانہ آتا ہے

پھر آپؒ فرماتے ہیں:

ہر طرف آپ کی یادوں پہ لگا کر پہرے
جی کڑا کر کے میں بیٹھا تھا کہ مت یاد آئے
ناگہاں اور کسی بات پہ جی ایسا دکھا
میں بہت رویا مجھے آپ بہت یاد آئے

اس غم والم کے موسم میں جو تسلیاں دیتے وہ بھی اتنی دکھ بھری کہ دونوں طرف کی تڑپ میں اضافہ ہو جاتا۔

ہم آن ملیں گے متوالو۔ بس کل پرسوں کی بات ہے۔ دید کے ترسوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ ہم آمنے سامنے بیٹھیں گے تو فرط طرب سے آنکھیں ساون برسائیں گی اور برسوں کی پیاس بجھے گی۔ تم دور دور کے دیسوں سے قافلہ قافلہ آؤ گے، تو خوشی سے میرے دل کے کھیتوں میں سرسوں کی فصلیں پھولیں گی۔ عشق و وفا کے کھیت رضا کے خوشوں سے لد جائیں گے۔ ہجر کا موسم بدل جائے گا پیار کی رُت آئے گی۔

میرے بھولے بھالے حبیب مجھے لکھ لکھ کر کیا سمجھاتے ہیں۔ کیا ایک انہی کو دکھ دیتی ہے، جدائی لمبے عرصوں کی۔ اب بہت عرصہ نہیں لگے گا۔ ظالموں کے دعوے جھوٹے ثابت ہوں گے۔ عرصوں کی کلفت دور ہو گی برسوں کی پیاس بجھے گی، ہم ملن کے گیت گائیں گے۔

عجیب اعجاز خداوندی ہے کہ مولا کریم نے ہر دعا بہتر رنگ میں سنی۔ وطن تو آپ کے قدموں سے محروم رہا اور یہ ملن کے موسم سرسوں پھولنے کے دنوں میں قادیان میں آئے اور پوری دنیا سے احمدیوں نے مل کر ملن کے گیت گائے۔ الحمدللہ۔ (روزنامہ الفضل 30 جولائی 2003ء)

اِک عنبر بار تصور نے یادوں کا چمن مہکایا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلنواز شخصیت کے فیضان کا ذکر کرتے ہوئے ایک جھجک مانع ہوتی ہے کہ کہاں ایک خلیفۃ المسیح کا مقام ومرتبہ اور کہاں ایک ذرّۂ ناچیز۔کوئی خاندانی، ذاتی، دینی، دنیاوی وجاہت نہیں کوئی استحقاق نہیں۔ایک عاجز خاک نشین، جاہل مطلق بندی اور بیان ایک ہمالہ سے بھی بالا ہستی کا۔کم مائیگی راستہ روکتی ہے پیچھے ہٹنے لگوں تو ضمیر کی آواز ہاتھ تھام لیتی ہے۔ہولے سے کہتی ہے اپنی نیت ٹٹولو اگر مقصد اپنی ذات کو اُجاگر کرنا ہے تو قلم توڑ دو اور استغفار کرو اور اگر ایک خلیفۃ المسیح کی غیر معمولی عنایات کا ذکر کرنا مقصود ہے تو لکھتی رہو۔تمہاری یادیں جماعت کی امانت ہیں۔

آج ایسے ہی اندازِ فکر سے حوصلہ پا کر تحریر کی جسارت کر رہی ہوں۔خاکسار پر آپ کے احسانات کو ایک پیمانہ سمجھ لیجئے اور اس کے تناسب سے ساری جماعت سے آپ کے حسنِ سلوک کا اندازہ لگائیے۔یہ اللہ تبارک تعالیٰ کے نورانی سلسلے ہیں جن سے وابستگی ذرّوں کو چمکا دیتی ہے۔اپنی یادوں کے مہکتے ہوئے چمن سے کچھ پھول آپؒ کے خطوط کے حوالوں سے سجا کے پیش کرتی ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرفِ ملاقات

خلافت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد 29 جولائی 1982ء کو آپ نے کراچی کی بیت الحمد مارٹن روڈ میں خواتین سے خطاب فرمایا اور اجتماعی بیعت لی۔خاکسار اس بیعت میں

شامل تھی۔ پھر آپ نے 1983ء میں کراچی آمد کے موقع پر 14 اور 19 فروری کو لجنہ کو اجتماعی ملاقات کا موقع دیا۔ حضور نے فرمایا کہ ایک ایک خاتون یا خاندان کی انفرادی ملاقات کی بجائے سب کو ایک ساتھ بلا لیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ خواتین اور بچوں کو فائدہ ہو۔ یہ پروگرام بہت اچھا رہا۔ گیسٹ ہاؤس کے لان میں انتظام تھا۔ جو کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ پیارے آقا اور بیگم صاحبہ تشریف فرما تھے۔ خاکسار کو آپ کے قدموں میں جگہ ملی۔ نماز ظہر تک علم و عرفان کا یہ لنگر جاری رہا۔ لگتا تھا ہم کسی آسمان پر بیٹھے ہیں۔ یہ اجتماعی طویل ملاقاتیں بہت ایمان افروز تھیں۔ پھر ایک شام انفرادی تعارف کا بھی موقع ملا۔ اس میں حضورؒ نہ صرف نام سے پہچان گئے بلکہ میرے دعا کے لئے لکھے ہوئے خط کا حوالہ بھی دیا۔

1984ء میں بھی حضورِ انور کی کراچی آمد پر اجتماعی ملاقات میں شریک تھی اس کے بعد حضور لندن تشریف لے گئے۔ وہاں تک رسائی ہر ایک کے بس میں نہیں تھی۔ خطوط رابطے کی صورت تھے۔ شدید خواہش تھی اور دعائیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے تو میں بھی جاسکوں۔ بالآخر حضور کے تشریف لے جانے کے چودہ سال بعد توفیق پرواز ملی اور میں 1998ء میں لندن جاسکی۔ جاتے ہی ملاقات کا وقت لیا۔ یہ کئی رنگ میں یادگار ملاقات تھی۔ جس کی تفصیل اس کتاب میں شامل ایک مضمون 'وہ خواب جو بیداری میں دیکھا تھا' میں پیش کی ہے۔ دراصل دیکھا جائے تو یہی ایک ملاقات تھی جس میں تفصیل سے کئی موضوعات پر آپؒ کے ارشادات سننے کا موقع ملا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس کے بعد 2002ء میں لندن جانا ہوا۔ حضور انور کی صحت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ ہم ہر وقت آپ کی صحت و عافیت اور طویل بامراد فعال زندگی کی دعائیں مانگتے تھے۔ ملاقات کے منتظر بیٹھے تھے۔ جب ہماری باری آئی تو مکرم منیر جاوید صاحب نے انتہائی افسردہ لہجے میں کہا:

"جائیں..! مل لیں۔" ناصر صاحب اور خاکسار اندر گئے تو دل کو بہت دھکا لگا۔ آپ کے انداز میں شناسائی نہیں تھی۔ مجھے لگا آپؒ نے پہچانا بھی نہیں۔ بس خیر خیریت پوچھی۔ میکانکی انداز میں تصویر ہوئی۔ بمشکل خود کو سنبھال کر باہر آئے۔ یہی کیفیت نظم ہوگئی۔

یہ سوچ میں ڈوبا ہوا ٹھہرا ہوا انداز
جیسے کبھی آپس میں تعلق نہ رہا ہو
مجھ سے تو نہیں رُکتے یہ بہتے ہوئے آنسو
کیا بات ہے کیا ہو گیا کیوں مجھ سے خفا ہو
تم نے تو کبھی درد کو یوں راہ نہ دی تھی
گویا کہ درِ دل پہ کڑا پہرا رہا ہو

یہ آپؒ سے آخری ملاقات تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے ملنے والے تحائف

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور انور نے خاکسار کو تین کتابیں اور ایک پین بطور تحفہ عنایت فرمائے۔

گیسٹ ہاؤس سے نائب امیر ضلع کراچی محترم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کا فون آنا بجائے خود بہت اہمیت کا حامل تھا اس پر اُن کی آواز میں بے انتہا خوشی نے اشتیاق کو مزید ہوا دی۔ میں ہمہ تن گوش تھی بیگ صاحب فرما رہے تھے۔ آپ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تحفہ بھیجا ہے۔ یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔ آپ کو اندازہ نہیں یہ کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔ حضورؒ نے آپ کو اپنی کتاب دستخط کر کے بھیجی ہے۔ کراچی میں صرف چار کتب آئی

ہیں۔جن میں سے ایک آپ کی ہے۔آپ منگوالیں نہیں، میں آپ کو خود بھجواؤں گا۔آپ کا تحفہ ہے، تحفے کی طرح ملنا چاہیے۔

دل حمد و شکر سے بھر گیا۔ پیارے آقا کی ہر کرم فرمائی مجھ غریب کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔اُن کو دلداری کا ہنر آتا تھا۔ یہ سوچ سوچ کر میں نہال ہو جاتی کہ آقا نے اپنی نئی کتاب A Journey From Facts to Fiction بھجوانے کا اہل سمجھا۔کتاب ملی تو اس پر دستِ مبارک سے تحریر تھا:

Amatul Bari and Nasir Sahib
with best regards! and good wishes.
(M Tahir Ahmed)
Frankfurt - 29-8-94

خاکسار کے ساتھ ناصر صاحب بھی بے حد خوش تھے۔حضورؒ نے ایک and کے اضافے کے ساتھ ہم دونوں کی مسرت کا سامان فرما دیا۔

دوسرا تحفہ مبارک دستخط کے ساتھ کلام طاہر تھا۔کلام طاہر پر کام کا عرصہ چار پانچ سال بنتا ہے ہر دن نئی اور انوکھی برکتیں لے کر طلوع ہوتا۔ جولائی 1995ء میں کتاب طبع ہوئی تو حضور کی خدمت میں ابتدائی طور پر پچاس نسخے بھجوائے۔حضور کی ذرہ نوازی کا اندازہ لگائیے اگرچہ جانتے تھے کہ میرے پاس طبع شدہ کلام طاہر کے ایک ہزار نسخے موجود ہیں۔اپنی کتب میں سے پہلی کتاب خاکسار کو دستِ مبارک سے تحریر کر کے ارسال فرمائی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والاخرہ۔

اس کے بعد کلام طاہر لندن سے چھپی اس میں کچھ نظموں کا اضافہ ہوا اور ان کی گلوسری بھی بنائی۔اس میں بھی تھوڑی سی خدمت کا موقع ملا۔ پیارے آقا نے ازراہ شفقت اس کا بھی

ایک نسخہ خاکسار کو اپنی تحریر کے ساتھ بھجوایا۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

چوتھا تحفہ ایک پین تھا۔ یہ حضور رحمہ اللہ کی نگاہ دلنواز تھی کہ آپ نے خاکسار کو صاحبِ قلم بھی بنا دیا۔ حضورؒ کی طرف سے پین کا تحفہ ملنے کا طریق بڑا دلچسپ تھا۔ محترمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ حضورؒ سے ملنے لندن گئیں تو آپ نے لجنہ کراچی کی عاملہ کے لئے کچھ پین عنایت فرمائے۔ آپا نے اُن میں سے ایک خاکسار کو دیا۔ جس پر بہت خوشی ہوئی میں نے حضورؒ کو شکریہ کا خط لکھا۔ پیارے حضورؒ نے جواب میں تحریر فرمایا:

''صدر صاحبہ لجنہ نے آپ کو جو پین کا تحفہ دیا تھا وہ انہیں واپس کر دیں۔ اب میں آپ کو ایک خوبصورت قلم بھجوا رہا ہوں جو کہ اُمید ہے آپ کے شاعرانہ ذوق کے مطابق ہوگا۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والاخرہ

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ٹیلی فون پر بات کی سعادت

فرض کیجئے کہ آپ ٹیلی فون اُٹھائیں اور دوسری طرف سے آواز آئے:

''میں مرزا مسرور احمد بول رہا ہوں۔''

تو آپ کی کیا کیفیت ہوگی۔ اسی سے اندازہ لگا لیجئے۔ کہ خاکسار حضور کا فون آنے پر اپنی کم مائیگی اور خلیفۂ وقت کے مقام و مرتبہ کا سوچ کر کس طرح کپکپا گئی ہوگی۔ پھر اُس

زمانے میں جب ہجر و فراق کا دردناک موسم تھا۔ تسکینِ نظر کے لئے ایم ٹی اے بھی نہیں تھا، صرف خطوط رابطہ کا ذریعہ تھے۔ ایسے میں فون پر بات نصیبوں کی بات تھی۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی اس نعمت کے تذکرے سے جہاں شکر و حمد مقصود ہے وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی شفقت بے پایاں کے ذکر سے خلافت کے احسانات کی تصویر کشی بھی مدعا ہے۔

کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

20 جولائی 1991ء کی بات ہے ہماری صدر صاحبہ آپا سلیمہ میر کی طبیعت خراب تھی۔ خاکسار محترمہ محمودہ امۃ السمیع (پمی) کے ساتھ اُن کی مزاج پُرسی کے لئے گئی۔ ہماری وہاں موجودگی میں اُن کی بیٹی طیبہ کی حضور انور سے دوا پوچھنے کے لئے کال ملانے کی کوشش کامیاب ہوگئی۔ ہم نے بھی سلام کہلایا۔ فرمایا: ''بات کروا دیں۔'' اُس نے پہلے مجھے فون دیا میں نے عرض کیا: ''السلام علیکم۔''

آپ نے فرمایا:

''وعلیکم السلام .. آپ امۃ الباری ہیں۔ امۃ الباری ناصر، آپ کا بڑا دلچسپ خط ملا ہے۔ میں ابھی آپ کا ہی خط پڑھ رہا تھا۔ بہت لطف آیا ہے آپ نے مجھے لکھا ہے کہ میرے لفظ اور جملے اچھے ہوتے ہیں مجھے لگتا ہے آپ کے زیادہ اچھے ہیں۔ بہت دلچسپ خط ہے۔''

(بہت سے تعریفی جملے ارشاد فرمائے) پھر فرمایا:

''آپ نے لکھا ہے جادوگر ہو، میں بھی کبھی کبھی ایسے ہی لکھتا ہوں۔ بلکہ مجھے لگتا ہے سارا خط ہی میں نے لکھا ہے۔ اب آپ آپا سلیمہ سے ملنے آئی ہیں۔ ٹھیک ہے اچھا ہے آپ ان کا دل بہلائیں۔ ان سے باتیں کریں۔ ہاں وہ میں

آپ کی روزوں والی بات سمجھ گیا ہوں (لہجے میں بے حد شگفتگی تھی) میں نسیم سیفی صاحب کو لکھ دوں گا کہ آپ کا خط چھاپ دیں۔ آپ بھی انہیں لکھ دیں کہ میں نے اجازت دی ہے۔''

میرے بعد پمی کی بات ہوئی پھر آپا سلیمہ صاحبہ نے فون لیا تو آپ نے فرمایا:

''آج آپ نے میری اُن سے بات کرا دی جن سے میں خود بات کرنا چاہتا تھا۔''

روزوں والی بات کی کچھ وضاحت کر دوں۔ ہوا یہ تھا کہ حضور پُرنور نے ایک خط میں کراچی میں خواتین کے ساتھ محافل سوال جواب کا بڑے پیارے الفاظ میں ذکر فرمایا تھا۔ چونکہ اس خط کا موضوع بالعموم ساری ممبرات لجنہ کے لئے خوش کُن تھا۔ اس لئے میں چاہتی تھی کہ یہ خط ''الفضل'' میں چھپوا دوں کیونکہ اُن دنوں حضور انورؒ کے خطوط چھپ جایا کرتے تھے۔ میں نے سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل سے ذکر کیا تو آپ نے جواب دیا حضور نے اپنے خطوط چھاپنے منع فرما دئے ہیں۔ میں نے حضور کو خط میں لکھا تھا کہ جب ہمیں اتنا اچھا خط آیا تو آپ نے خطوط چھاپنا منع فرما دیا ہے۔ ٹھیک ہے ''غریباں روزے رکھے تے دن وڈّے آئے۔'' حضور پُرنور نے اس محاورے کا بہت لطف لیا۔ نہ صرف داد دی بلکہ از خود نسیم سیفی صاحب کو ہمارا خط چھاپنے کا لکھ دیا جو صفحہ اوّل پر شائع ہوا۔

ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ فون پر کی ہوئی بات من وعن یاد نہیں رہتی۔ میری عادت ہے کہ اہم باتیں فوراً لکھ لیتی ہوں ورنہ بعد میں بھول جاتی ہیں یا پیغام رسانی کے پیغام کی طرح کچھ کا کچھ بن جاتی ہیں۔ تاہم بات کرنے کے فوراً بعد لکھنے سے بھی لفظ اپنے ہی ہوتے ہیں جو یادداشت کا سہارا لے کر زیادہ سے زیادہ ٹھیک لکھنے کی سچی کوشش ہوتی ہے۔ اور پیارے حضور

کی باتیں تو لوحِ دل پر نقش کالحجر ہیں۔اس قدر خوشی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔میں نے حضور کو خط لکھا کہ فون پر مختصر بات ہوئی دل نہیں بھرا تھا زیادہ بات کرنا چاہتی تھی مگر جھجک تھی۔خط لکھا تھا مگر یہ وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ اس کے جواب میں حضور خود فون کر لیں گے۔اللہ تبارک تعالیٰ کی مہربانی سے 25 ستمبر 1991ء کا دن ایک یادگار دن بن گیا۔

یہ بہت خوبصورت دن تھا۔بڑی بیٹی مصور شادی کے بعد پہلی دفعہ کینیڈا سے آئی تھی۔ہم اُس سے باتیں کئے جا رہے تھے۔تصویریں دیکھ رہے تھے کسی کا بھی اُٹھنے کا دل نہیں کر رہا تھا۔ناصر صاحب پہلی دفعہ Cordless فون لائے تھے۔میں نے پوچھا کب سیٹ کریں گے تو جواب دیا جب حضور کراچی تشریف لائیں گے تو گھر پر بلائیں گے۔پھر یہ فون لگاؤں گا۔یہ گھر کے بے تکلف ماحول کی عام سی بات تھی جو ایک رنگ میں پوری ہوگئی۔بچوں کے اصرار پر فون سیٹ کیا تو پہلا فون حضور کا آیا۔فون کی گھنٹی بجی چھوٹی بیٹی شافی نے فون لیا۔پھر مجھے بلایا کہ امی آپ کا فون ہے۔

میں نے فون لیا تو ایک مانوس سی رس گھولتی آواز سنائی دی:

''الفضل' میں آپ کی نظمیں پڑھتا ہوں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ بہت لطف لیتا ہوں۔اچھا کہتی ہیں۔کہاں سے سوجھتی ہیں آپ کو اتنی اچھی باتیں۔کمال کر دیتی ہیں ایک مصرع کے بعد دوسرے مصرع میں مضمون اتنا اُٹھا دیتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔''

''جی آپ..آپ..آپ...''

فرمایا:

''آپ لکھتی ہیں کہ جی بھر کے بات نہیں ہوسکی، دیر تک بات

کرنے کی خواہش ہے اور اب میں نے فون کیا ہے تو پہچانتی نہیں اور
پوچھ رہی ہیں آپ کون ہیں؟''

عرض کیا:

''حضور یہ آپ ہیں۔آپ میرے حضور ہیں ۔آپ کہاں سے
بول رہے ہیں؟''

حضور کا فون آنا اتنا غیر معمولی تھا کہ میں سمجھی آپ کراچی تشریف لے آئے ہیں ۔ میرے اس بے تکے سے سوال کے بعد حضور کی آواز آنا بند ہوگئی ۔میرے سوال نے حضور کو جذباتی کر دیا۔فرمایا:

''میں لندن سے بول رہا ہوں۔آپ کیا سمجھ رہی ہیں کہ میں
کراچی آ گیا ہوں۔کراچی تو میں صرف خوابوں میں آ سکتا ہوں۔''

ان الفاظ کے ساتھ آپ کی آواز رندھ گئی اور پھر بہت سارے سیکنڈ ایسے گزرتے گئے کہ آپ کی آواز ہی نہیں آئی ۔ مجھے یہ بھی لگا کہ شاید فون کٹ گیا ہے مگر دل کہہ رہا تھا نہیں جذبات پر قابو پایا جارہا ہے۔ پاکستان آنے کے ذکر پر یہ کیفیت ہوئی ہے۔میں نے سپیکر آن کر دیا بچے ارد گرد جمع ہو گئے ۔ہم سب بے خود ہو رہے تھے۔ پھر آواز آئی:

'' آپ نے 'المحراب' کے لئے جو مضمون لکھا ہے ۔واقعی جان ڈال
دی ۔منظر زندہ ہو گیا ہے۔ایسا لگتا ہے سامنے بیٹھ کر بات کر رہے ہیں۔ پھر
سے سب کچھ سامنے آ گیا۔آپ خوب لکھتی ہیں۔''

عرض کیا:

''جزاک اللہ سب آپ کی ذرہ نوازی ہے۔حضور میں اس وقت بہت

خوش ہوں۔ بس نہیں چلتا کس طرح اس وقت کو محفوظ کرلوں۔''

فرمایا:

''ہاں! وہ لجنہ والی نظم بھی بہت مزے دار ہے۔ میں نے آپ کو لکھا تھا نا کہ اس کی مرمت لگا رہا ہوں۔ وہ تیار ہوگئی ہے مصروف ہوگیا تھا اس لئے بہت دیر ہوگئی۔ اچھا میں آپ کو دو تین بند سنا دیتا ہوں۔''

آپؒ نے بڑے پیارے انداز میں پہلے تین بند سنائے جو بہت بہتر ہو گئے تھے۔

خاکسار نے عرض کیا:

''یہ تو بہت اچھی ہوگئی آپ نے تو اس کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔''

فرمایا:

''میں نے اپنی نظم 'جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے' اپنی آواز میں آڈیو کیسٹ میں بھری ہے۔ بالکل چھپ کے الگ بیٹھ کے پڑھی ہے۔ گلا ٹھیک نہیں تھا مگر سمجھ آ جائے گی۔ دو کیسٹس بھری ہیں۔ مردوں میں عبید اللہ علیم صاحب کو بھجوا رہا ہوں اور عورتوں میں آپ کے لئے بھیجی ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ شاعر ہیں آپ ہی سمجھ سکتی ہیں ایک شاعر کی کیفیات کہ کیا کیا گزرتی ہے۔ آواز بہت صاف نہیں ہے، گلا خراب تھا مگر آپ سمجھ لیں گی۔ ببی کے ہاتھ بھیجی ہے آپ جانتی ہیں ببی کو؟ بی بی باچھی کا بیٹا قمر سلیمان احمد.. آپ اُس سے حاصل کرلیں۔ وہ کراچی گیا ہے۔ وہاں سے ربوہ جائے گا۔''

عرض کیا:

''جی مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ وہ نظم بہت ہی پیاری ہے۔ حضور میری بیٹی آئی ہے۔ بڑی بیٹی جو شادی ہو کے کینیڈا گئی تھی۔ ماشاء اللہ خوش ہے، بہت عزت ملی ہے''

فرمایا:

''شکر ہے آپ کو مبارک ہو۔ میں بھی خوش ہوں کہ بیٹی خوش ہے۔''

''حضور میرے بچوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں، ناصر صاحب کو بھی۔''

''خدا تعالیٰ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ اب تو آپ خوش ہیں، لمبی بات ہو گئی۔ اب تو نہیں کہیں گی کہ لمبی بات نہ ہو سکی۔ اچھا خدا حافظ۔ السلام علیکم۔''

ایک دفعہ پھر یہ نعمت ایسے میسر آئی جیسے کوئی دعا قبول ہوتی ہے۔ 11 نومبر 1992ء کی بات ہے۔ صدر لجنہ کراچی محترمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ نے احمدیہ ہال میں ضروری میٹنگ رکھی تھی۔ ہمارا گھر اُن کے راستے میں پڑتا تھا۔ مجھے ساتھ لے لیا۔ فوراً ہی باتوں کا عنوان 'حضرت صاحب' ہو گیا۔ میں نے آپا سے کہا کہ آج کل حضور انور سے پوچھنے کی بہت سی باتیں جمع ہو گئی ہیں۔ خط کا جواب آنے میں بہت وقت لگ جاتا ہے۔ دل کرتا ہے فون کی سہولت ہوتی تو فوراً پوچھ لیا کرتی۔ آپا نے مشورہ دیا کہ سب باتیں لکھ کر فیکس کروا دو۔ (اُن دنوں 'کلامِ طاہر'۔ 'حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ' اور ترجمے کا کچھ کام ہو رہا تھا) یہ خواہش اللہ تعالیٰ نے فوراً اسی دن پوری کر دی۔ شام کو ہم فون پر صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کا ایک پیغام دینے کے لئے ربوہ کی کال ملانے کی کوشش کر رہے تھے کہ دوسرے فون پر گھنٹی ہوئی۔ اوپر شافی نے فون اُٹھایا۔ کسی نے پوچھا امی کہاں ہیں۔ اُس نے کہا نیچے ہیں۔ نیچے کیا کر رہی

ہیں؟ آپ کیا کررہی ہیں؟ میں الماری صاف کررہی ہوں۔ کیا آپ روز الماری صاف کرتی ہیں۔ اچھا امی کو کہیں کہ لندن سے فون ہے۔

اب تو شافی سمجھ گئی کیونکہ انداز میں مٹھاس اور اپنا پن وہ محسوس کرچکی تھی۔ خوشی سے بولی امی امی فون لیں حضور کا فون ہے لندن سے۔ فون اُٹھاتے ہی حضور پُرنور کی مانوس آواز میں السلام علیکم سنائی دیا۔ فرمایا:

''آپ امۃ الباری ناصر ہیں؟''

''جی حضور..!'' میری آواز میں لرزش تھی۔

آپ نے فرمایا:

''میں کئی دن سے آپ سے بات کرنی چاہ رہا تھا لیکن نمبر کہیں لکھ کر بھول گیا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ آپ کا خط آیا اور اُس میں آپ نے نمبر لکھا تھا اب میں نے نمبر ملایا ہے۔ درثمین کے الفاظ کے معانی اور کلام طاہر مل گئے ہیں۔ آپ نے بہت محنت کی ہے۔ آج کل کام بہت زیادہ ہے۔ دوتین دن میں دیکھ لوں گا۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ کو یونیورسٹی میں اتنے اچھے ریمارکس ملتے رہے ہیں۔ میں تو صرف آپ کی تحریر سے آپ کی صلاحیتوں کا اندازہ لگاتا تھا ماشاءاللہ..''

پیارے حضور نے خاکسار کے لئے از راہِ ذرہ نوازی بہت سے تعریفی جملے ارشاد فرمائے۔ میں نے عرض کیا: ''حضور ہم آپ کو آج بہت یاد کررہے تھے۔''

''اچھا کیا بات ہوئی تھی۔''

''آج میٹنگ تھی۔ آپا سلیمہ نے مجھے گھر سے لیا تھا۔ میں راستے

میں اُن سے کہہ رہی تھی کہ انٹرنیشنل کال کی سہولت ہوتی تو میں حضور سے بہت سی باتیں پوچھتی۔''

''اچھا آپ نے یہ کہا تھا۔اب پوچھ لیں ساری باتیں۔''

''حضور خطابات لکھوا کر بھجوائے تھے ابھی تک آپ نے انگریزی والا اصلاح کر کے نہیں بھیجا۔''

فرمایا''کون سا میں نے تو ایک اور خطاب کر دیا ہے امریکہ میں''

''مشی گن والا۔''

فرمایا''اچھا ابھی نہیں بھیجا میں پتا کرتا ہوں۔قریشی صاحب کیسے ہیں؟''

''الحمدللہ آپ انہیں دعا میں یاد رکھا کریں اور صبور کو بھی۔(اس کے رشتہ کی بات چل رہی تھی)

فرمایا''ضرور کروں گا۔''

''حضور اس بچی نے میٹرک کر لیا۔سلائی کڑھائی کے کورسز بھی کر لئے ہیں۔''

فرمایا''خوب! آپ نے اس کو بہت سکھا دیا ہے۔اچھا علیمؔ صاحب کیسے ہیں۔''

''ٹھیک ہیں۔ربوہ گئے ہیں..آپا حکمی صاحبہ کے بیٹے کی شادی کے سلسلے میں۔''

فرمایا''اس کا مطلب ہے پہلے سے بہتر ہیں۔میرا اسلام کہیے۔''

جی اچھا۔حضور آج سیرت النبیؐ کا جلسہ تھا۔احمدیہ ہال میں مردوں عورتوں کا اکٹھا جلسہ ہوا تھا۔اس میں مَیں نے بھی تقریر کی تھی۔''

''بہت خوب مجھے اس کی ریکارڈنگ بھجوا دیں۔اچھا السلام علیکم

خدا حافظ۔''

میں اُسی جگہ بیٹھی تھی جہاں فون کال سے پہلے تھی۔وہی کمرہ اور وہی ماحول مگر مولا کریم نے مجھے ایسے عالم میں پہنچا دیا جہاں ان سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش میں شرابور ہو گئی۔بہت دیر اسی لذت کو محسوس کرتی رہی ایک تو اسی دن خواہش کی جو پوری ہوگئی اور پھر حضور کی اتنی شفقت۔الحمدللہ۔

10 جولائی 1993ء رات پونے گیارہ بجے ہم ڈرائینگ روم میں بیٹھے ہوئے اپنے بچوں مصور اور منصور سے بات کرنے کے لئے فون کے پاس ہی بیٹھے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی ناصر صاحب نے فون اُٹھایا۔دعا سلام کے بعد جب ناصر صاحب نے پوچھا کہ حضور آپ کیسے ہیں تو میں خوش ہوگئی کیونکہ یہ تو میرے پیارے حضور کا فون تھا۔آپ سے جو بات ہوئی پہلے اس کا پس منظر بتا دوں۔آپ نے اس سے پہلے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ کلام طاہرؔ کی اصلاح کر رہے ہیں۔اگر میرے ذہن میں بھی کوئی چیز ہو تو لکھ دوں۔مجھ جیسی کم علم کو یہ حکم ملا تو اطاعت میں چند مقامات پر نظر ثانی کا لکھ دیا۔آپ نے کچھ تجاویز قبول فرمالیں اور کچھ ردّ کر دیں۔مجھے اپنی جسارت پر ندامت ہوئی اور خط میں معذرت لکھی اس میں یہ جملہ بھی تھا کہ اب میں بچگانہ تبصرے نہیں کروں گی۔یہ سوچ کر کہ میری حماقتیں بار خاطر ہوئیں بہت استغفار پڑھ رہی تھی۔فون آنے پر تھوڑی سی خوفزدہ ہوگئی۔آپ نے ناصر صاحب سے پہلے دفتر کے معاملات اور ترقی وغیرہ کی بات کی پھر صبور کے رشتہ کی بات ہوئی کہ میں اچھی طرح جائزہ لے کر جواب دوں گا۔پھر دریافت فرمایا کہ امۃ الباری سو تو نہیں گئیں۔ناصر صاحب نے مجھے فون دے دیا۔میں نے السلام علیکم عرض کیا۔آپ نے فرمایا:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! آپ کیا کریں بچگانہ تبصرے.. گھبرا کیوں
رہی ہیں۔ جو جی چاہے لکھ دیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔
تو مشقِ ناز کر، خونِ دو عالم میری گردن پر
اچھا لگتا ہے۔ بے تکلفی سے تبصرے کرنا۔ آپ کے خط بہت
دلچسپ ہوتے ہیں۔ الفضل میں آپ کی نظم بھی بہت اچھی تھی۔ اچھا
ایک بات بتائیں میں کراچی میں ڈش انٹینا سے خطبہ سننے والوں کی
حاضری کا جائزہ لے رہا تھا۔ کراچی میں حاضری کم ہے۔ آپ کے خیال
میں اس کی کیا وجہ ہے؟

اس اچانک سوال پر ایک دم جو ذہن میں جواب آیا وہی عرض کر دیا کہ فاصلے زیادہ ہیں۔ دو دو دفعہ وقت نکالنا سواری کا خرچ کر کے سینٹرز پر پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ پہلے جمعہ کی نماز کے لئے پھر گھر جا کر خطبہ سننے کے لئے لوگوں کو مشکل لگتا ہوگا۔ ویسے آج گیسٹ ہاؤس میں خواتین کی تعداد 52 تھی۔

''اور مرد؟'' حضور کا سوال تھا۔

''جی حضور مرد تو میں نے نہیں گنے۔''

میرے بے ساختہ جواب پر آپ ہنس دیئے۔ آواز میں بہت شگفتگی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ کلام طاہر کی کتابت مکمل ہوگئی۔

فرمایا: ''ماشاء اللہ''

میں نے عرض کیا: ''جلسے والی نظم بھی بھیج دیں۔''

فرمایا ''وہ تیار بیٹھی ہے آپ کے پاس آنے کے لئے 1952ء میں

کہی تھی ابھی فیصلہ نہیں ہوا کہ جلسے پر وہ پڑھی جائے گی یا نہیں بہرحال آپ کو بھیج رہا ہوں۔‘‘

اس کے بعد اپنی صحت اور منصور کے رشتہ کے لئے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا: ’’مجھے یاد ہے آپ کو خط لکھوں گا۔‘‘

فون اُٹھایا تو یہ تم تھے یہ کوئی خواب نہ تھا
آج بھی یاد وہ انمول گھڑی رہتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ہمارے گھرانے پر احسانات

عالمین کے رب کی نعماء سے ہر کس و ناکس فیض یاب ہوتا ہے۔اسی طرح اُس کے نمائندے خلیفۂ وقت کی شفقتیں بھی عام ہوتی ہیں۔ ہمارے گھرانے کے ہر فرد تک آپ کی دعاؤں کی برکتوں کا فیض پہنچا۔

ناصر صاحب سرکاری افسر رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں سرکاری افسر کو بالعموم جن مسائل کا سامنا رہتا ہے وہ احمدی ہونے کی وجہ سے دو چند ہو جاتے ہیں۔مثلاً ترقی میں رکاوٹ بار بار تبدیلیاں اور مخالفت کوئی نہ کوئی مسئلہ لگا رہتا ہے۔ ہر مشکل میں نظریں مشکل کشا کی طرف اُٹھتیں۔جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں خلافت کی ڈھال عطا کی ہے اور ہم دعاؤں کی درخواستیں کر کے تسلی پاتے ہیں۔حضورِ انور کو خط لکھ کر ہی یقین ہو جاتا کہ دعائیں قبول ہو گئیں۔ایسے ہی کسی مسئلے پر دعا کا خط لکھا تو ناصر صاحب کے نام جواب آیا:

’’میرا پیارا مولا کریم اپنے خاص فضل و کرم سے آپ کی تمام مشکلات اور پریشانیوں کو دُور فرمائے اور جہاں آپ کا رہنا آپ کے

لئے دینی دنیاوی بہتری کا موجب ہو اس کا خود انتظام فرمائے۔ آپ کو
اور آپ کے بچوں کو اپنے سایۂ رحمت میں رکھے۔ مقبول خدمت دینیہ کی
توفیق بخشے اور دینی دنیاوی ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال کرے آمین
اللّٰھم آمین۔'' (20-9-86)

یہ حضور کی دعاؤں کا ثمر تھا کہ بفضلِ الٰہی ناصر صاحب کی خواہش کے مطابق مسلسل کراچی میں ہی رہنے کے سامان ہوتے گئے۔ عزت اور وقار سے عرصہ ملازمت پورا کر کے ریٹائر ہوئے۔

1989ء کے اواخر کی بات ہے ناصر صاحب کوئٹہ میں بحیثیت جنرل منیجر متعین تھے۔ ان کے خلاف محض مخالفت کی وجہ سے دفتر میں اثر ورسوخ استعمال کر کے مذہبی تعصب پھیلانے کا بے بنیاد کیس بنا دیا گیا۔ درخواست پر عینی گواہوں کے سوڈیڑھ سو دستخط تھے۔ ایف آئی آر کٹ گئی اخبارات میں خبریں آنے لگیں کہ گرفتاری کے لئے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ ہم نے حضور پُرنور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ آپ کو جماعت کی طرف سے بھی اطلاعات پہنچ رہی تھیں۔ آپ نے دعاؤں سے نوازا اور ہمارا حوصلہ بڑھایا کہ فکر نہ کریں اچھی اطلاعات ہیں۔ بفضلِ الٰہی دیکھتے ہی دیکھتے کیس تحلیل ہو گیا۔ کمشنر صاحب کی مداخلت سے قصہ ختم ہو گیا۔ آپ ہماری خوشی میں شامل تھے۔ تحریر فرمایا:

''الحمد للہ قریشی صاحب کو اس مصیبت سے نجات ملی۔ اللہ تعالیٰ
ان کی حفاظت فرمائے اور ان حالات میں آپ سب کو اپنی امان میں
رکھے اور ہر قسم کی پریشانیوں سے بچائے اور خوف کی حالت کو امن میں
بدل دے۔ آمین۔'' (1-12-90)

حضورؒ کی طلسماتی یادداشت کے ان گنت واقعات ہیں ۔ایک واقعہ جس نے ناصر صاحب کو حیرت زدہ کر دیا۔ یہ 1984ء میں چند منٹ کے لئے حضورؒ سے ملے تھے۔اس کے گیارہ سال بعد 1995ء میں لندن گئے۔ مسجد فضل میں حضورؒ نے دیکھتے ہی فرمایا:

''ناصر صاحب آپ کب آئے؟''

ناصر صاحب حیران رہ گئے ۔خدا تعالیٰ جب کسی کو خلافت کے لئے چنتا ہے تو اُسے غیر معمولی قویٰ عطا فرماتا ہے۔ ملاقات میں حضورؒ نے فرمایا:

''باری نے لکھا تھا کہ آپ آئیں گے۔''

یہ بھی حیران کن بات ہے۔ناصر صاحب سرکاری دورے پر سویڈن گئے تھے۔ واپسی پر لندن جانا تھا۔ میں نے ایک خط میں حضور کو لکھا تھا کہ ناصر صاحب کہتے ہیں میں پہلے حضور کو ملوں گا۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو لے آئے ہمیں پہلے ملوا دے۔خط کے اس جملے کا ذہن میں رہنا اور عندالملاقات یہ فرمانا کہ:

''باری نے لکھا تھا'' عام انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

ہمارے بچوں کی آپؒ سے محبت کا عالم بھی دیدنی تھا۔آپ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی کراچی کے دورے فرمائے جن میں لجنہ کے لئے علیحدہ وقت رکھا۔ان دوروں سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ کراچی میں رہنے والے بڑے چھوٹے حضور کے دیدار اور آپ کے ارشادات سے فیضاب ہوئے۔اور حضور انور سے بے حد محبت کرنے لگے۔ بڑی بیٹی امۃ المصور نے ایم بی بی ایس میں کامیابی کے لئے حضور کو دعا کا خط لکھا جس کا بے حد پیارا شفقت سے بھرپور جواب ملا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضلوں سے نوازے ۔اپنی رضا اور پیار کے

عطر سے ممسوح فرمائے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس دنیا کی حسنات بھی عطا فرمائے اور اُس جہاں کی حسنات سے بھی نوازے اور آپ کے بہن بھائیوں کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔آپ کے والدین کو صحت تندرستی عطا فرمائے اور آپ کو اخلاص محبت اور پیار کے ساتھ ان کی خدمت کرنے کی توفیق دے اور آپ ان کے لئے قرۃ العین بنتے ہوئے ان کی دعائیں حاصل کرنے والے ہوں۔آمین۔'' (27-8-86)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی ساری دعائیں قبول فرمائیں۔یہ پیاری بیٹی واقعی قرۃ العین ثابت ہوئی۔جب اس کا رشتہ طے کرنے کا وقت آیا تو بہت مشکل کام لگا۔بڑی بہن آپا امۃ اللطیف صاحبہ نے اپنے چھوٹے بیٹے عزیز زاہد کے لئے رشتہ مانگا۔لڑکا گھر کا، ہر لحاظ سے سعادت مند مگر یہ لوگ کینیڈا منتقل ہو چکے تھے۔بچی کو یکدم اس قدر دور بھیج دینے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔اس لئے فیصلے میں دقت ہو رہی تھی۔آڑے وقت کا ایک ہی حل تھا، حضور پُرنور کو دعا کے لئے لکھ دیا۔آپ نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی:

''عزیزہ امۃ المصور کے رشتہ پر بڑی خوشی ہوئی ۔بہت بہت مبارک ہو۔اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو دونوں خاندانوں کے لئے دونوں جہان کے لئے خیر و برکت کا موجب بنائے۔گھر کا رشتہ ہے۔لڑکا اچھے اخلاق کا ہے اور نیک سیرت اور نیک صورت ہے تو فاصلے کی دوری سے نہ گھبرائیں۔دعا کر کے اگر شرح صدر ہو تو طے کر دیں۔شیخ صاحب کا خاندان خادم سلسلہ ہے۔''

(16-4-89)

مولا کریم کے خاص فضل سے رشتہ طے ہو گیا اور خاکسار نے رخصتانہ کی اطلاع دے کر دعا کے لئے لکھا۔ سچی بات یہ ہے کہ میرا دل بہت ڈرا ہوا تھا اور میں اُداس بھی تھی۔ شادی پر جو گیت اور نظمیں پڑھی جاتی ہیں، سب کے بول کانوں میں گونجتے رہتے ۔

لو جاؤ تم کو سایہ رحمت نصیب ہو

بڑھتی ہوئی خدا کی عنایت نصیب ہو

دل کسی طور نہیں بہل رہا تھا۔ ایسے میں پیارے حضور انور کا مکتوب تسکین کا سامان بن کر آیا۔ آپؒ نے ہماری خوشی کو دوگنا کر دیا اور ہر مرحلے پر آپؒ کی دعائیں شامل حال رہیں۔ اپنائیت کے انداز نے حمد و شکر میں لطف بھر دیا۔ پیارے آقا نے آخر میں چند الفاظ دست مبارک سے بھی تحریر فرمائے تھے:

''آپ کا خط ملا۔ عزیزہ امۃ المصور کی شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ آپ نے اس کے رخصتانہ کے وقت کا جو نقشہ خط میں کھینچا ہے خصوصاً آپا سلیمہ کا کردار پھر میاں کے جذبات ، یہ ساری باتیں دل پر گہرا اثر کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچی کو خوشیوں سے معمور زندگی عطا فرمائے اور آپ کے بچوں کی جنت آپ کی آنکھوں کو تراوت بخشتی رہے۔

میرا خیال تھا کہ بچی کے لئے وہاں تحفہ بھجواؤں مگر جلسہ کی وجہ سے تحفہ بھجوانے میں تاخیر ہو گئی جس کا افسوس تھا۔ اب آپ نے بتایا ہے کہ وہ یہاں سے ہو کر جائے گی تو الحمدللہ اب انشاء اللہ ملاقات پر خود تحفہ دوں گا۔ مگر خدا کرے اس وقت یہاں سے گزرے جب میں بھی یہاں

ہوں۔ آپ نے شادی کی تصویر بھجوا کے بہت اچھا کیا۔ میں بھی اس تصویر کے ذریعے اس تقریب میں شامل ہو گیا۔ ناصر صاحب کو محبت بھرا اسلام اور مبارک باد۔ اور بچوں کو پیار دیں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

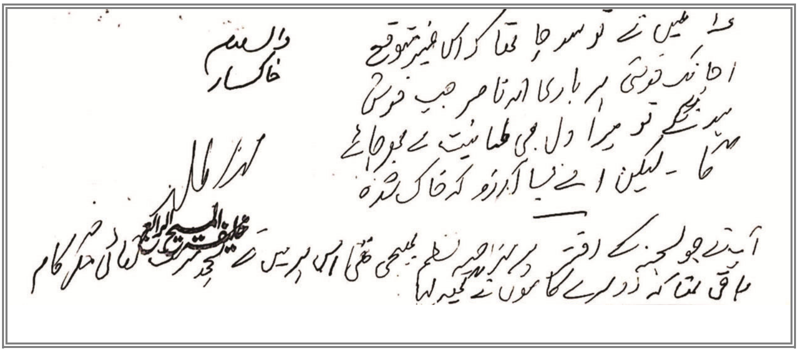

میں نے تو سوچا تھا کہ اس غیر متوقع اچانک خوشی پر باری اور ناصر جب خوش ہوں گے تو میرا دل بھی طمانیت سے بھر جائے گا۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

والسلام
خاکسار

خلیفۃ المسیح الرابع

آپ نے لجنہ کے دفتر پہ مزاحیہ نظم بھیجی تھی اس پر میں نے کچھ مرمت لگائی مگر کام باقی تھا کہ دوسرے کاموں نے گھیر لیا

میں نے تو سوچا تھا کہ اس غیر متوقع اچانک خوشی پر باری اور ناصر
جب خوش ہوں گے تو میرا دل بھی طمانیت سے بھر جائے گا لیکن
”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“
آپ نے لجنہ کے دفتر پہ مزاحیہ نظم بھیجی تھی اس پر میں نے کچھ
مرمت لگائی مگر کام باقی تھا کہ دوسرے کاموں نے گھیر لیا۔“

(مکتوب 20-8-91)

اس خط میں آپا سلیمہ کے کردار کا جو ذکر ہے یہ ایک اچھی بات تھی۔ آپا سلیمہ مجھے بیٹیوں کی طرح چاہتی ہیں۔ آپ نے سمجھایا کہ بیٹی کو حوصلے سے رخصت کرنا۔ میں نے سات بیٹیاں بیاہی ہیں۔ اپنے تجربے سے کہہ رہی ہوں اگلے دن ہنستی کھیلتی آ جاتی ہیں۔ دل میلا نہ کرنا۔ ایک فرض کی ادائیگی پر شکر کرتے ہوئے رخصت کرو اور مصور کو سمجھایا کہ ”بچی تمہارے

رونے سے امی کا دل بوجھل ہوگا۔ ہمت کرنا اللہ ساتھ دیتا ہے۔ بچیوں کو تو اپنے گھر جانا ہی ہوتا ہے۔نبیوں کی بیٹیاں بھی رخصت ہوتی ہیں۔'' مجھے اس ہمدردانہ انداز نے بہت متاثر کیا خط میں ذکر کر دیا۔ یہ بات حضور کو بھی پسند آئی۔

اگلے مکتوب میں بیٹی کے ساتھ داماد بھی دعاؤں میں شامل ہوگیا۔ خط کے آخر میں ایک خوشخبری تھی جو قدرے تاخیر سے پوری ہوئی مگر یہ جملہ تقویت دیتا رہا کہ حضور کی فرمائی ہوئی بات پوری ضرور ہوگی۔ خط ملاحظہ کیجئے:

''آپ کا اور عزیزہ امۃ المصور کا خط مجھے بروقت مل جاتا تو میں ضرور اس موقع پر آپ کو اور بچی کو مبارک باد کی تار دیتا تاہم مجھے اُمید ہے کہ شادی کی یہ تقریب ہر لحاظ سے بخیر وخوبی سرانجام پائی ہوگی اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتے کو دونوں خاندانوں کے لئے دونوں جہانوں میں ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور اس جوڑے کو دنیا وآخرت کی حسنات سے نوازے اور یہ گھر ہمیشہ جنت کا گھوارہ بنا رہے۔ میری طرف سے ناصر صاحب کو محبت بھرا سلام اور اسی طرح عزیزہ امۃ المصور اور داماد کو بہت بہت سلام و پیار اور مبارک باد دیں۔ غالباً اگلی ملاقات تک آپ نانی بن چکی ہوں گی اللہ آپ کے ساتھ ہو۔''

الحمدللہ حضورِ انور کی دعاؤں سے اس کو کئی لحاظ سے خدمتِ دین کی توفیق مل رہی ہے۔

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

ہمارے بڑے بیٹے منصور احمد کو حضور نے علم و معرفت میں ترقی اور انسانیت کی عمدہ رنگ میں خدمت کی دعا دی اور تحریر فرمایا:

''ماشاء اللہ آپ نے ایم بی بی ایس کے امتحان میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کی ہے۔الحمدللہ مبارک ہو۔اللہ تعالیٰ یہ اعزاز آپ ،آپ کے خاندان اور سلسلہ کے لئے بابرکت کرے اور علم و معرفت میں ترقی دے اور انسانیت کی عمدہ رنگ میں خدمت کی توفیق دے آمین۔''

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ۔منصور ان دعاؤں کے سائے میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔جب اس کی شادی کا مرحلہ آیا تو پتا چلا کہ لڑکی کے لئے ہی نہیں لڑکے کے لئے بھی مناسب رشتہ تلاش کرنا مشکل کام ہے۔جب مشکل لگا تو حضور پُرنور کو لکھ دیا۔آپ نے بہت پیارا جواب تحریر فرمایا:

''میں انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ دین و دنیا میں خیر و برکت والا رشتہ ملے اور آپ کی طرح روشن خیال ،روشن دماغ اور دین میں مستحکم خاندان ہو۔آپ خود بھی نظر رکھیں اور کوئی مناسب رشتہ ملے تو مجھے مطلع کریں ۔پھر میں خود ان کے حالات کا جائزہ لے کر آپ کی رہنمائی کروں گا ۔اللہ آپ کے سب بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین۔

6-5-93

آپ کی خواہش دعا بن کر لگی اور منصور کا رشتہ مکرم محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب کی صاحبزادی فوزیہ سے تجویز ہوا۔مولانا موصوف نے اپنی طرف سے اجازت لے لی۔میں

نے بھی دعا کی غرض سے خط لکھا تو جواب موصول ہوا:

''منصور کے لئے عزیزہ فوزیہ سے رشتہ کے متعلق میں تو عرصہ ہوا اپنی پسند کا اظہار کر چکا ہوں۔شوق سے کریں۔اللہ بے حد مبارک فرمائے اور دونوں جہان کی حسنات سے نوازے آمین۔''

(5-12-93)

دعاؤں کی دولت سمیٹے یہ شادی مولا کریم کے خاص فضل سے رحمتوں اور برکتوں کے ثمرات کی حامل ثابت ہوئی۔میرے پاس الفاظ نہیں جن سے اللہ تبارک تعالیٰ کا کما حقہٗ شکر ادا کرسکوں۔فوزیہ ہمارے گھر میں برکتوں والا اضافہ ثابت ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو اجرِ عظیم سے نوازے۔آمین۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔

ہماری دوسری بیٹی امۃ الصبور ایک سال کی عمر میں بخار کے اثر سے سماعت اور اس کے نتیجے میں گویائی سے محروم ہوگئی۔خاکسار انتہائی عاجزی سے ہر ایک سے دعاؤں کی بھیک مانگتی۔حضور انور نے بہت حوصلہ دیا۔مولا کریم نے دعائیں اس رنگ میں قبول فرمائیں کہ بچی غیر معمولی ذہین اور ہنر مند ہوگئی۔انٹر کر رہی تھی جب لندن سے حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے بھتیجے کے بیٹے (جس کو آپ نے بیٹا بنایا ہوا تھا) عزیزم عمر نصر اللہ خان کا رشتہ آیا۔فیصلے میں مشورے اور دعا کے لئے حضور کی خدمت میں درخواست کی۔آپ نے روحانی باپ کی طرح اس کام کو اپنا سمجھ کر کیا اور مجھے لکھا:

''عزیزم عمر نصر اللہ خان کو پہلے بھی جانتا تھا۔اب باقاعدہ رپورٹ منگوائی ہے دعا کر کے تسلی ہے تو کر لیں۔خاندان بھی اچھا ہے۔آپ کی رؤیا بھی مبارک ہے۔لڑکا بھی ہمیشہ سے شریف

النفس، قابل اور خود اعتماد ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔''

3-12-92

اُسی دن ایک دوسرے خط پر دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

''عمر نصر اللہ کے متعلق میں نے الگ پیغام بھجوا دیا تھا کہ ماشاء اللہ اچھا لڑکا ہے۔ دین و دنیا ہر لحاظ سے درست۔ اللہ کرے یہ رشتہ طرفین کے لئے دونوں جہان کی حسنات کا حامل ہو اور آپ کے لئے بھی ہمیشہ آنکھوں کی ٹھنڈک بنا رہے۔ آمین۔''

آپ کی اجازت اور دعاؤں کے ساتھ یہ شادی ہوئی۔ بچی لندن چلی گئی۔ شریف النفس عمر، اس کے والدین اور عزیزوں نے بچی کو بہت پیار اور عزت دی۔ لندن میں پیارے حضور نے بہت خیال رکھا۔ جب اس کے ہاں پہلا بیٹا ہوا تو آپ بچے کو دیکھنے اس کے گھر تشریف لائے اور اُسی دن خاکسار کو ایک مکتوب دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

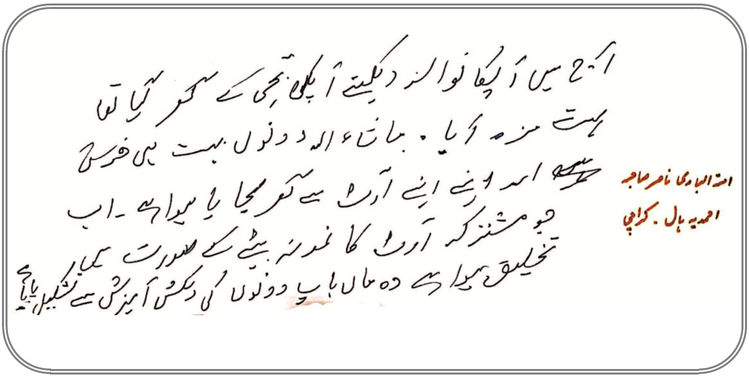
آج میں آپکا نواسہ دیکھنے آپکی بچی کے گھر گیا تھا
بہت مزہ آیا۔ ماشاء اللہ دونوں بہت ہی خوش
ہیں اور انہوں نے اپنے آرٹ سے گھر سجایا ہوا ہے۔ اب
جو مشترکہ آرٹ کا نمونہ بیٹے کی صورت میں
تخلیق ہوا ہے وہ ماں باپ دونوں کی دلکش آمیزش سے تشکیل پایا ہے

امۃ الباری ناصر صاحبہ
احمدیہ ہال۔ کراچی

7-10-98

”آج میں آپ کا نواسا دیکھنے آپ کی بچی کے گھر گیا تھا۔ بہت مزہ آیا۔ ماشاءاللہ دونوں بہت ہی خوش ہیں اور اپنے اپنے آرٹ سے اپنا گھر سجایا ہوا ہے۔اب جو مشترکہ آرٹ کا نمونہ بیٹے کی صورت میں تخلیق ہوا ہے۔ وہ ماں باپ دونوں کی دلکش آمیزش سے تخلیق پایا ہے۔“

دوسرے بیٹے عزیزم محمود احمد اور چھوٹی بیٹی امۃ الشافی کی شادیاں بھی آپ کی دعاؤں سے بابرکت ہوئیں۔شافی نے دودفعہ آپ کا فون ریسیو کیا تھا اس کا ذکر بے حد خوشی سے کرتی ہے۔اسی طرح جب اس نے ایم ٹی اے کے لئے ریکارڈنگ میں کام کیا تو حضور انور کی طرف سے حوصلہ افزائی کا خط ملا۔ بچی کے نام خط میں اپنائیت اور پیار کے اظہار کا نمونہ دیکھئے تحریر فرمایا:

”اُمید ہے تمہارے ابا کی پریشانیاں ختم ہوگئی ہوں گی اور امی کو لجنہ کے کاموں سے گھر کے لئے بھی فرصت مل جاتی ہو گی لیکن گھر کے لئے فرصت ملے بھی تو شعر سوچنے میں وقت گزر جاتا ہو گا۔کبھی تمہیں پیار دینے کا موقع ملا ہے یا نہیں۔“

کیسی فراست تھی کہ بچی کو سمجھا دیا کہ امی ابا مصروف ہوں تو زیادہ توجہ نہ ملنے کو محسوس نہ کرے اور ہمیں بھی سمجھا دیا کہ بچوں کا حق ہوتا ہے کہ اُنہیں پیار ملے۔ ہمارے پیارے آقا کی شفقتوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔آپ تو ہمارے گھر کے ایک فرد تھے۔

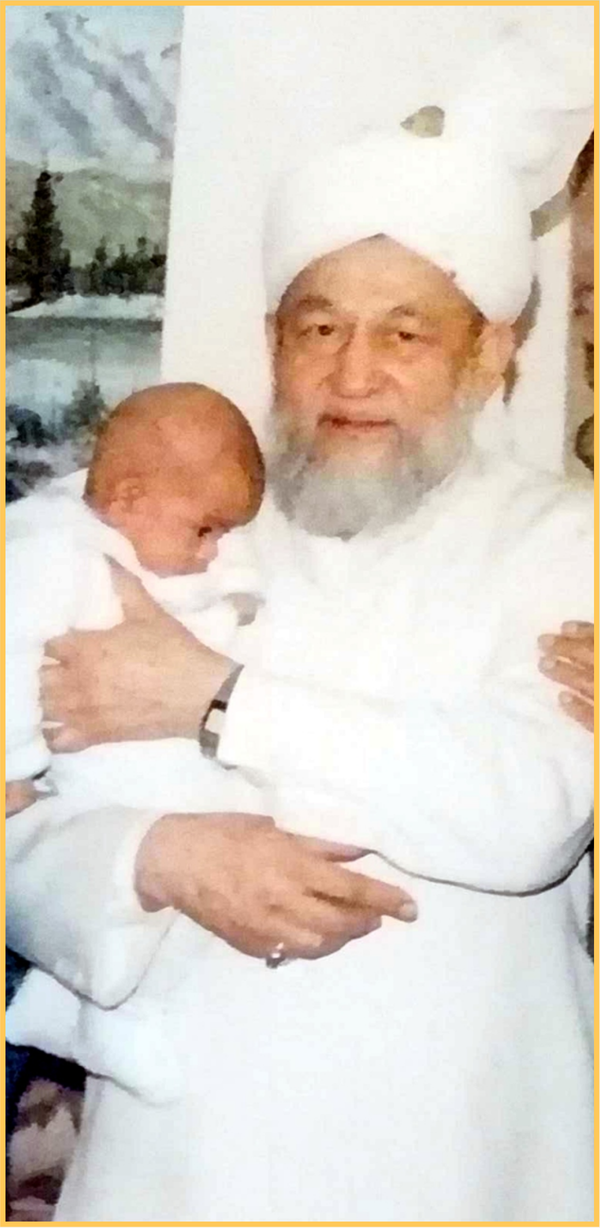

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی گود میں ثمر نصر اللہ خان

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی گود میں نصر نصر اللہ خان

خاکسار کے نام خطوط میں دوسروں کا ذکر

اور دوسروں کے نام خطوط میں خاکسار کا ذکر

متوقع خوشی کی نسبت غیر متوقع خوشی زیادہ لطف دیتی ہے۔اچانک کوئی خبر دے کہ حضور انور کا خط آیا ہے اُس میں آپ کا ذکر ہے تو حمد وشکر میں ڈوبی ہوئی خوشی کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔شعبۂ تصنیف واشاعت کراچی کا کام کرتے ہوئے جن مخلص ساتھیوں نے اس رستے میں کانٹے، پھول اور پھل مل بانٹ کر سمیٹے اُن میں محترمہ حور جہاں بشریٰ داؤد صاحبہ غفرلھا اور محترمہ برکت ناصر صاحبہ سرفہرست ہیں۔جس بے مثال ہم آہنگی سے ہمیں کام کی توفیق ملی اُسے پیارے آقا نے محسوس فرمایا۔کچھ اور مانوس ہستیوں کا ذکر بھی رہے گا۔آپ ساری جماعت کو ایک وسیع کنبہ سمجھتے۔ایک کے نام خط میں دوسرے بچوں کا ذکر محبت کے دھاروں کو وسیع تر کرتا۔آپ کے خطوط اتنے لطیف اور شگفتہ ہیں کہ جب بھی ان کو پڑھیں نیا لطف دیتے ہیں۔

محترمہ حور جہاں بشریٰ داؤد مرحومہ کا قابلِ صد رشک ذکر

20 جولائی 1993ء کو ہماری یہ پیاری محسنہ اچانک ہمارا ساتھ چھوڑ گئی۔یہ صدمہ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ حضور انور رحمہ اللہ کے لئے بھی دردناک تھا۔جمعہ کی نماز سے پہلے آپ نے خاکسار کے نام لکھوائے ہوئے خط پر دستخط فرماتے ہوئے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

”عزیزہ بشریٰ داؤد حوری کے دردناک سانحۂ ارتحال سے متعلق

آپ کا خط ملا تھا۔اس پاکباز، فدائی، حسن واحسان کی مرقع بیٹی کی نماز

جنازہ غائب کا فیصلہ تو خبر ملتے ہی کر لیا تھا۔آج بعد نماز جمعہ انشاء اللہ نماز
جنازہ ہو گی۔اقربا، جماعت کراچی اور لجنہ کراچی سے تعزیت کا اظہار
خطبہ کے آخر پر کروں گا۔‘‘

23 جولائی کے خطبہ میں آپ نے قابلِ رشک پیارے الفاظ میں مرحومہ کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد 29 جولائی کو خاکسار کے نام مکتوب میں جو خاکسار سے تعزیت فرمائی وہ نہ صرف مرحومہ کے لئے ایک اعزاز ہے بلکہ ادب کا شاہکار بھی ہے۔اللہ تعالیٰ اس خوش نصیب کے حق میں حضورؒ کی دعائیں بڑھا کے قبول فرماتا رہے۔آمین۔

محترم عبید اللہ علیم صاحب کا محبت بھرا ذکر خیر

پہلے یہ ذکر آ چکا ہے کہ حضور انور نے اپنی نظم

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے

اپنی آواز میں پڑھ کر علیمؔ صاحب اور خاکسار کو بھجوائی تھی۔ایک مکتوب میں اسی بات کے تسلسل میں آپ نے علیمؔ صاحب کا بہت محبت سے ذکر فرمایا:۔

’’آپ کو اور مکرم عبید اللہ علیم صاحب کو یہ نظم بھجوانے میں حکمت یہ تھی کہ آپ دونوں چونکہ اس کیفیت سے بخوبی آگاہ ہیں جو شعر ڈھلتے وقت دل کی ہوتی ہے اس لئے آپ کو میری آواز میں یہ نظم سن کر صحیح اندازہ ہو سکے گا کہ کس قلبی کیفیت نے اس نظم کا روپ دھارا۔اس سے زیادہ کوئی مقصد نہیں تھا۔ورنہ عبید اللہ صاحب علیمؔ کو ترنم سے نظم پڑھ کر

بھجوانا تو ایک خلافِ حکمت بات تھی۔ ان کو تو خدا نے ایسی دلکش آواز اور ترنّم کے زیر و بم پر اختیار عطا فرمایا ہے کہ ان کو تو یہ نظم ترنّم کے نمونہ کے طور پر بھجوانا ایک مضحکہ خیز بات ہوتی۔ یہ نظم بعد میں کسی وقت گلے کی بہتر حالت کے وقت بہتر رنگ میں بھی ادا ہو سکتی تھی مگر مشکل یہ تھی کہ عزیزم قمر سلیمان کو دوسرے دن ربوہ واپس جانا تھا۔ اگر اُن کے جانے سے پہلے کیسٹس تیار نہ ہو جاتیں تو اسیرانِ راہِ مولا کو نہ بھجوا سکتا۔ دراصل یہ ان کی امانت تھی۔ اُمید ہے ان تک پہنچ چکی ہوگی

عزیزم عبید اللہ صاحب علیمؔ کو بھی بات سمجھا دیں۔ ورنہ وہ بیچارے حیران بیٹھے رہیں گے کہ یہ مجھے کیا سوجھی ادب، محبت اور اخلاص کا پتلا ہیں۔ طبعی ردِّ عمل کو ذہن کے پردے پر الفاظ میں ڈھلتا دیکھ کر بھی گھبرائیں گے۔ لیکن اصل نیت معلوم ہو جائے تو سب اُلجھن ختم ہو جائے گی۔ پچھلے دنوں بعض مشاعروں کی کیسٹس سننے کا موقع ملا۔ ان کا کلام سُنتے ہوئے بعض دفعہ قلم توڑنے کے محاورہ کی حقیقت سمجھ آ جاتی ہے اور یہ بات کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں رہتی۔

میرے نزدیک تو اس دور کے آسمانِ شعر و ادب میں ان سے بلند پرواز کرنے والا اور کوئی شاعر دکھائی نہیں دیتا۔ بعض اُڑانوں نے تو ہفت آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے۔ کئی دفعہ سوچا اُن کو خط لکھنے کا مگر پھر اتنا لکھنا پڑے گا اور پھر بھی سیری نہ ہوگی تو کیا فائدہ۔ بہتر ہے آپ ہی کی

معرفت یہ دو حرفی پیغام بھیج کر کم از کم ان کا یہ مسئلہ تو حل کر دوں کہ اب تک خاموش کیوں ہوں۔ اسے جبر و اختیار کا مسئلہ ہی سمجھ لیں مگر بندے میں یہ طاقت کہاں کہ آغاز سے اُٹھائے اور انجام تک کے سب مراحل طے کر ڈالے۔‘‘ 3-10-93

مکرم احمد ندیم قاسمی صاحب کا ذکر

’’احمد ندیم قاسمی کی تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی۔ وہ فرضی باتیں کرتے ہیں۔ احمدیوں پر تو اُنہیں کبھی رحم نہیں آیا اور نہ کبھی انہوں نے جرأت سے ان کی ہمدردی کی ہے۔ لیکن دعوے ان کے بنی نوع انسان کی ہمدردی کے ہیں۔ اللہ ہی ہے جو انہیں عقل دے۔‘‘

(2-5-2001)

محترمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ اور شعبہ تصنیف و اشاعت کی خدمات کا ذکر

شعبہ ءاشاعت و تصنیف کا کام بہت ہی بابرکت ہے اس سے ہمیں دعاؤں کی بیش بہا دولت ملی۔ پیارے آقا ہمیں مالا مال کر دیتے:

’’آپ اور آپ کی ساتھنیں بہت عمدہ خدمت بجا لا رہی ہیں۔ ماشاء اللہ اللھم زد و بارک۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اور بیش از پیش خدمت کی توفیق دے۔ آپا سلیمہ میر صاحبہ کو خاص طور پر دعا میں یاد رکھتا ہوں اور آپ سب کو بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر میں برکت

دے۔

بچوں کے لئے کتب کا پروگرام بہت اچھا ہے۔ بڑا پسند آیا ہے اور دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مساعی کا اجر دے اور مثبت نتائج برآمد ہوں۔ سب لکھنے اور کام کرنے والیوں کو خاص طور پر میری طرف سے محبت بھرا اسلام دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

میں آپ اور آپ کی معاونات کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنی پیار کی نظر رکھے اور ہمت و توفیق بڑھائے اور دین کے کاموں کی جو چاٹ لگ گئی ہے اس میں مزید جلا بخشے اور بیش از پیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور کام کے نتائج حیرت انگیز طور پر خوش کن ہوں۔ عزیزہ برکت ناصر صاحبہ، رفیعہ محمد صاحبہ طیبہ بشیر صاحبہ اور امۃ الکریم صاحبہ اور جن کے نام آپ سے رہ گئے ہیں لیکن خلوص سے کام کرتی ہیں ان سب کو میری طرف سے شاباش اور محبت بھرا اسلام اور ڈھیروں دعائیں خدا حامی و ناصر ہو۔''

(1-7-99)

محترمہ برکت ناصر صاحبہ کے نام خطوط میں خاکسار کا ذکر اور دعائیں

عجیب پر لطف ماحول تھا۔ لجنہ کا دفتر ہو یا گھر لگتا تھا حضور ساتھ ساتھ ہیں۔ لجنہ کے کاموں میں ہماری حقیر خدمات بلکہ ہمارے آپس کے تعلق سے بھی واقف ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پہلا خط دست مبارک سے ہے۔ اس لئے بعینہ شامل کر رہی ہوں:

واجعل لي من لدنك سلطانا نصيرا
إنا فتحنا لك فتحا مبينا
ولقد نصركم الله ببدر وأنتم أذلة
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

AHMADIYYA MUSLIM

14.8.90

عزیزہ ناصرہ ملک
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ اور شافی [illegible] اور دوسری بچیاں خیریت سے واپس پہنچ گئی ہوں گی۔ آپ عطر کا تحفہ جو حمید لے گئی تھیں اس کے ساتھ ایک چِٹ پر عطر سے بھی زیادہ معطر شعر لکھے ہوئے تھے۔ آپ کو تو عزیزہ امۃ الباری کی مدد کے بغیر شعر ٹھیک سے پڑھنے بھی نہیں آتے آپ نے کیسے ایسے اچھے سادہ مگر بہت پُر اثر شعر کہہ لئے۔ جذبات تو صاف پہچانے جاتے ہیں کہ آپ کے ہیں۔ شعر عزیزہ امۃ الباری نے اور [illegible] بند اچھے ہو گئے۔ بنانے اور بنوانے والے دونوں شکریہ کے لائق ہیں
جزاکم اللہ احسن الجزاء
سب دین کی خدمت کرنے والی ساتھیوں کو محبت بھرا سلام اور بچوں کو پیار اور اپنے میاں کو بھی بہت بہت محبت بھرا سلام۔
والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد

اللہ نے اتنی پیاری محبت کرنے والی پُر اخلاص لبیک کہنے والی جماعت کا مجھے خادم بنایا ہے کہ شکر ادا کرتے کرتے مر بھی جاؤں تو شکر کا حق ادا نہ ہو۔

''اُمید ہے آپ اور شافی اور دوسری سہیلیاں خیریت سے واپس پہنچ گئی ہوں گے۔ آپ عطر کا تحفہ جو چھوڑ گئی تھیں اس کے ساتھ ایک چٹ پر عطر سے کہیں زیادہ معطر شعر لکھے ہوئے تھے۔ آپ کو تو عزیزہ امۃ الباری کی مدد کے بغیر شعر ٹھیک سے پڑھنے بھی نہیں آتے، آپ نے کیسے ایسے اچھے، سادہ مگر بہت پُر اثر شعر کہہ لئے۔ جذبات تو صاف پہچانے جاتے ہیں کہ آپ کے ہیں۔ شعر ضرور امۃ الباری سے آرڈر پر بنوائے ہوں گے۔ بنانے اور بنوانے والے دونوں شکریہ کے لائق ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

اللہ نے اتنی پیاری محبت کرنے والی ہر آواز پر لبیک کہنے والی جماعت کا مجھے خادم بنایا ہے شکر ادا کرتے کرتے مر بھی جاؤں تو شکر کا حق ادا نہ ہو۔ سب دین کی خدمت کرنے والی ساتھنوں کو محبت بھرا سلام اور بچوں کو پیار اور اپنے اپنے میاؤں کو بھی بہت بہت محبت بھرے سلام۔''

(14-9-90)

پیارے آقا نے ایک ہی خط میں ہم دونوں کی خوشی کے سامان کر دئے۔ مسز ناصر کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

''آپ کا خط ملا، فصاحت و بلاغت اور خیالات کی جو پاکیزگی اور اُڑان اس میں دکھائی دی اس سے پہلے تو میں سمجھا تھا کہ یہ باری آپا کا خط ہو گا لیکن جب دیکھا تو آپ کا خط نکلا ماشاء اللہ۔ چشم بد دور باری جتنا اچھا شعر کہہ سکتی ہیں آپ اُن سے کم نثر نہیں لکھتیں۔''

(23-3-94)

برکت صاحبہ کے نام درجِ ذیل مکتوب میں بھی بے پایاں شفقت ہے:

''آپ دونوں ہی خدا کے فضل سے مسز ناصر بھی ہیں اور بہت سی باتوں میں ہم مزاج بھی ہیں اور ہم پیالہ بھی ہیں مگر شرابِ معرفت کی ہم پیالہ اور جب لجنہ کے دفتر جاتی ہیں تو پتلی دال میں ہم نوالہ بھی ہو جاتی ہیں۔ آپ کو جو یہ پریشانی ہے کہ ایک دوسرے کا اشتباہ ہو جاتا ہے تو فرق یوں ہو سکتا ہے۔ کہ ایک اچھی نظمیں کہنے والی اور ایک اچھی نظمیں پڑھنے والی مسز ناصر ہیں۔ باقی آپ لوگوں کے کام سے بہت خوشی ہوتی ہے آپ دونوں ہی مسلسل محنت سے اپنے دائرے میں خوب خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ اللھم زدو بارک۔

نظمیں کہنے والی مسز ناصر کے بچوں کی شادی کی تصویر میں اور پاکیزہ گھریلو ماحول میں بے تکلفی سے کھینچی ہوئی تصویر دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ ماشاء اللہ خدا نے اس خاندان کو صرف باطنی صفات سے ہی نہیں نوازا۔ اللھم زدو بارک۔ نظمیں پڑھنے والی مسز ناصر کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ورثہ میں اچھی آواز دی ہے ماشاء اللہ۔ چشم بد دور۔ لیکن ان کے بچے تو غالباً اکثر ہی چھوٹے ہیں ان کے لئے میری یہی دعا ہے۔

بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہو شمشاد

خدا کرے کہ بشارت کا یہ جھونکا آپ کے لئے بھی شمشاد تک جا پہنچے اور سب بچوں کی طرف سے آپ کو آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب

ہو۔اپنے میاں اور عزیزوں کو اور ہم نواؤں ہم پیالوں اور اگر لجنہ خصوصیت سے پیش نظر ہو تو ہم پیالیوں اور ہم اداؤں کو محبت بھرا اسلام اور پُرخلوص دعائیں۔اللہ آپ کے ساتھ ہو اور دونوں جہاں کی حسنات سے نوازے اور آپ سے ہمیشہ راضی رہے آمین۔''

23-12-94

جستہ جستہ۔خطوط سے دلچسپ اور مفید اقتباسات

ٹی وی ذرا دور رکھ لیں

بات میں بات نکال کر ہلکے پھلکے انداز میں جواب دینے میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ایک دفعہ رباعی کہی تھی۔میں کہنا چاہتی تھی کہ اللہ پاک جتنے بڑے بڑے احسان فرماتا ہے وہاں تک تو ہمارے تصور اور دعا کی بھی پہنچ نہیں ہوتی جیسے ہم ایک گھونٹ مانگیں وہ خم خانہ تھما دے۔مگر میرے الفاظ کے چناؤ میں جھول تھا جو حضور نے پکڑ لیا۔رباعی یوں تھی:

روز اک گھنٹے ملاقات کا سوچا بھی نہ تھا
یہ ہے جس خواب کی تعبیر وہ دیکھا بھی نہ تھا
اب تو وہ چاند اُتر آیا مرے کمرے میں
قرب مانگا تھا مگر اتنا تو مانگا بھی نہ تھا

آپ نے تحریر فرمایا:

''خط کے آخر پر آپ نے جو رباعی لکھی ہے ماشاءاللہ بہت پیاری

ہے۔آخری مصرع کا جواب آپ کے اپنے اختیار میں ہے۔ٹی وی ذرا دُور رکھ لیا کریں۔بہر حال رباعی اچھی ہے۔‘‘

قیمت ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے

9-2-93

’’آپ نے تو بل نہیں بھیجا لیکن میں چھپی ہوئی قیمتوں کا میزان لگوا کر بھجوا رہا ہوں۔جب میں کوئی چیز خود کہہ کر منگواؤں تو قیمت ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔اُمید ہے میری یہ روایت توڑنے پر اصرار نہیں کریں گی۔کریں گی بھی تو رتی برابر فائدہ نہ ہو گا۔پیسے تو سب وصول کرنے پڑیں گے آپ نے جس خلوص اور برق کی سی تیزی سے بھجوائی ہیں میرے لئے وہی تحفہ بہت ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے آمین۔‘‘

شگفتگی سے نصیحت

20-10-93

’’لجنہ سے خطابات شائع کروانے کا شکریہ۔مجھے اس کا ایک نسخہ ملا تھا۔وہ بھی اب نہیں مل رہا، کہیں غائب ہو چکا ہے۔نہ پرائیویٹ سیکریٹری صاحب کو نظر آ رہا ہے نہ مجھے۔زیادہ نسخے بھجوانے چاہیے تھے۔ویسے سنا ہے کہ آپ نے زیادہ بھیجے تھے لیکن لانے والے ’وِچ وٹ‘ کے کھا گئے۔‘‘

مجھے بھی ضیاع سے تنافر ہے

’’معلوم ہوتا ہے کہ آج کل لجنہ اماء اللہ نے بچت کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ مجھے بھی ضیاع سے تنافر ہے حتی المقدور کاغذ کا ہر پرزہ بھی ضائع ہونے سے بچا سکوں تو بچاتا ہوں۔ پس آپ نے اپنے خط کے دوسری طرف لجنہ کی تصویر کا دوسرا رخ مرتسم کر دیا تو بہت اچھا کیا لیکن دونوں رُخ ماشاء اللہ ہم مزاج اور ہم صورت ہیں۔ آپا سلیمہ صاحبہ کو میری طرف سے بہت محبت بھرا سلام دے دیں اگر اصل خط ان کا ہوتا اور آپ نے اس کے پیچھے لکھا ہوتا تو میں ان کے ذریعے آپ کو جواب دیتا اب آپ کے ذریعے ان کو دے رہا ہوں۔‘‘

رُوبرو بٹھا کر

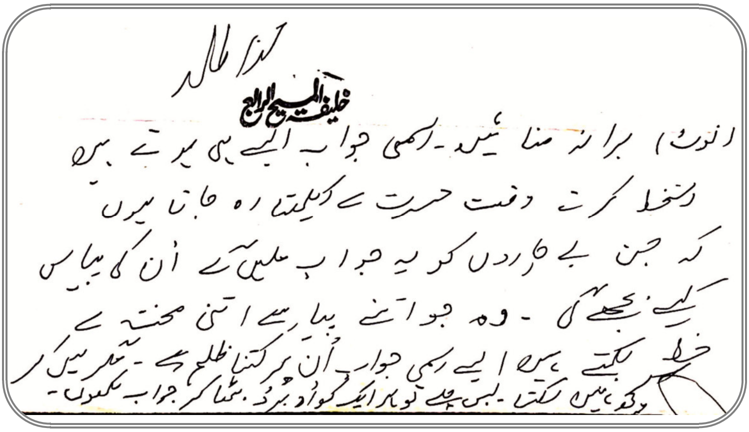
خدا حافظ
خلیفۃ المسیح الرابع
(نوٹ) برا نہ منائیں۔ رسمی جواب ایسے ہی ہوتے ہیں
دستخط کرتے وقت حسرت سے دیکھتا رہ جاتا ہوں
کہ جن بے چاروں کو یہ جواب ملیں گے ان کی پیاس
کیسے بجھے گی۔ وہ جو اتنے پیار سے اتنی محنت سے
خط لکھتے ہیں ایسے رسمی جواب اُن پر کتنا ظلم ہے۔ مگر میں کر
کچھ نہیں سکتا۔ بس چلے تو ہر ایک کو رُوبرو بٹھا کر جواب لکھوں۔

”بُرا نہ منائیں ۔رسمی جواب ایسے ہی ہوتے ہیں۔دستخط کرتے وقت حسرت سے دیکھتا رہ جاتا ہوں کہ جن بے چاروں کو یہ جواب ملیں گے ان کی پیاس کیسے بجھے گی ۔وہ جو اتنے پیار سے اتنی محنت سے خط لکھتے ہیں ایسے رسمی جواب ان پر کتنا ظلم ہے مگر میں کر کچھ نہیں سکتا۔بس چلے تو ہر ایک کو روبرو بٹھا کر جواب لکھوں۔“

دلداری

”آپ نے تحریر کیا ہے کہ اب میں کسی شعر پر بچگانہ تبصرہ نہیں کروں گی ۔آپ بچگانہ تبصرے بے شک کیا کریں ۔اچھا لگتا ہے ۔ خلوص کے ساتھ کی ہوئی بچگانہ حرکتیں کیسے بُری لگ سکتی ہیں۔مگر بچگانہ تبصروں پر اصرار نہ کیا کریں اور اگر نہ مانوں تو ناراض نہ ہوجایا کریں۔“

باندھا ہے ترے نام کا اِک باب علیحدہ

”آپ نے میری ساری ڈاک پڑھنے اور اس میں سے پیار بھرے جملے جمع کرنے کی خواہش کا اظہار بڑے شوق سے کیا ہے۔عقیدت اور محبت کے پُرخلوص جذبات پر مشتمل ایسے خطوط میں سے خود اپنے خطوں تک تو بہر حال آپ کی رسائی موجود ہے۔اور وہی پورا باب بن جائیں گے۔ یہ ایک باب ہی بہت کافی ہے ورنہ مکمل کتاب کے لئے تو پھر بہت لمبے وقت اور محنت کی ضرورت ہوگی۔بعض ایسے خط جن کا آپ نے ذکر کیا ہے میں الگ رکھتا ہوں لیکن اب تو ان کے بھی

ڈھیر بن گئے ہیں۔ کسی وقت فائزہ کے سپرد کروں گا کہ ان کو سلیقہ سے
الگ الگ کر کے فائل کر دیں۔ لیکن اگر میں پاکستان میں ہوتا تو آپ
سے بھی یہ کام لیا جا سکتا تھا۔'' 6-5-93

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ایک خواہش پوری ہونے کے سامان

26 ستمبر 1993ء کے الفضل میں خاکسار کا ایک مضمون شائع ہوا جو محترمہ حور جہاں بشریٰ صاحبہ کی یاد میں لکھا تھا۔ اُس میں ایک واقعہ لکھا تھا کہ بشریٰ نے ایک بے ماں کی بچی کا جہیز چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کا خیال رکھ کر بنایا تھا۔ اُن دنوں اشاعت کا بہت کام تھا۔ میں نے اُسے کہا تم کیا گوٹے ٹکانے کے چکر میں پڑ گئی ہو ہمارے بہت کام ہیں۔ بشریٰ نے جواب دیا:

''اس بچی کی ماں نہیں ہے مجھے خیال آیا کہ پتہ نہیں اپنی بچی طوبیٰ
کی شادی کے وقت میں ہوں گی یا نہیں، کوئی اور جہیز بنائے گا۔''

''اچھا اچھا بس کرو'' سے بات بس وہیں ختم ہو گئی لیکن چند ہفتوں کے بعد بشریٰ اپنی ساڑھے نو سال کی بچی کو چھوڑ کر اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو گئی تو مجھے یہ بات یاد آئی۔ میں نے مضمون میں لکھ دی مضمون بہت لوگوں نے پڑھا ہو گا مگر اُس ہستی نے جو ہر ایک کے غم کو اپنے دل میں جگہ دے دیتی تھی، یہ مضمون پڑھ کر خاکسار کو لکھا:

''عزیزہ حوری کے متعلق آپ کا جو مضمون 26 ستمبر کے 'الفضل'
میں شائع ہوا وہ یادرفتگاں کے باب میں ایک قیمتی مضمون ہے۔ یوں لگتا

ہے دل کے احساسات از خود فقروں میں ڈھلتے چلے گئے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

اس مضمون میں آپ نے عزیزہ حوری کی بیٹی طوبیٰ کی شادی کے متعلق جس خواہش کا اظہار کیا ہے اللہ اُسے ان کی توقعات سے بڑھ کر زیادہ عمدگی کے ساتھ پورا فرمائے۔ جب اس کی شادی ہونے والی ہو تو مجھے بھی بتادیں تا کہ میں بھی اس کی خوشیوں میں شامل ہوسکوں۔ اللہ اپنے فضل سے اسے ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔ باقی مضمون بہت عمدہ ہے۔ اللہ جزادے۔"

16-11-93

1993ء کی یہ بات 2005ء میں مجھے بہت یاد آئی جب معلوم ہوا کہ عزیزہ طوبیٰ کی شادی ہونے والی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے دل میں یہ خواہش پیدا کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو طوبیٰ کے لئے دعا کے لئے لکھ دوں۔ خط میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خط کا حوالہ دیا تھا اور دعا کے لئے لکھا تھا۔ چند دن بعد حضور انور کا سپین سے پیغام ملا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ اُن کی طرف سے بچی کو خود جا کر شادی کا تحفہ پیش کروں۔ یہ تحفہ ایک خطیر رقم تھی جو میں نے جا کر حضور کی طرف سے خوش نصیب بچی کو پیش کی۔ اس موقع پر بشریٰ داؤد بہت یاد آئی اور اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے جذبۂ صادق کی قدر آئی جسے مولا کریم نے اس طرح نوازا کہ خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دل میں اُن کے احساس کو منتقل کیا اور آپ نے فراخ دلی سے جانے

والے خلیفہ کے دل کی خواہش پوری کی۔ یہ بھی عرض کردوں کہ میں نے خط کا صرف حوالہ دیا تھا۔ اصل تحریر نہیں بھیجی تھی پھر بھی آپ نے اُن کے نیک جذبے کی قدر فرمائی جس سے میں بہت متاثر ہوئی اور خوشی بھی بہت ہوئی کہ دونوں جانے والوں کی رُوحوں کو سکون نصیب ہوگا۔

میرا پیارا اُن کی خاطر دعا بن گیا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطوط سے دعائیہ جملے میری سب سے قیمتی دولت ہیں۔ دنیا و آخرت میں میری ڈھال ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے عرض گزار ہوں کہ میں تو گنہگار ہوں پیش کرنے کے لئے کچھ نہیں۔ اللہ کرے اسی صدقے بخشش نصیب ہو۔ آمین۔ اللّٰھم آمین۔

الہام کلام اس کا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی

بلند پایہ شاعری اور پرشوکت مضامین

کلام طاہر کی نظر ثانی کے دوران حضور کے ارشادات اور رہنمائی

دنیا کے چوٹی کے شعراء نے کیفیات کے اعلیٰ تقاضوں پر زبان دانی کی قیود کو قربان کیا

آج جو شاہکار آپ کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں وہ کچھ ٹکڑوں کو جوڑ کر بنا ہے۔ ہر ٹکڑا سیدی و آقائی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تخلیق ہے۔ میں نے صرف انہیں ترتیب دے کر فریم کیا ہے۔ یہ میرے پاس ایک امانت تھی جو اس کے حقداروں یعنی ساری جماعت کو ادا کر رہی ہوں۔

پس منظر یہ ہے کہ 1991ء میں کلام طاہر دیکھ کر خیال آیا کہ طباعت شایانِ شان نہیں ہے۔ چھوٹی سی پتلی سی کتاب کتابت کی غلطیاں، نظمیں نامکمل، سرورق پر دھندلی تصویر۔ یہ کتاب تو اس سے بہت بہتر طریق پر شائع ہونی چاہئے۔ کیوں نہ لجنہ کراچی یہ کام کر لے۔ اپنی رفیقہ کار مسز برکت ناصر سے مشورہ کیا تو وہ اچھل پڑیں۔ ہم نے دعا کی اور حضور پرنور سے اجازت حاصل کرنے کیلئے خط لکھ دیا۔ 22 مارچ 1992ء کو حضور کا تحریر کردہ مکتوب موصول ہوا:

> ''آپ نے جو کلام طاہر کے متعلق لکھا ہے اس پر آپ کا شکریہ۔ اس میں کئی جگہیں ایسی ہیں جن میں ابھی تک پوری تسلی نہیں۔ شاید کسی وقت اصلاح کا موقع مل جائے۔ لیکن آپ کے نزدیک کوئی غلطی رہ گئی ہے تو اس کی طرف بھی متوجہ کریں اس کو بھی ٹھیک کر لیں گے۔ اور پھر انشاء اللہ چھپوانے کی اجازت بھی دی جاسکتی ہے۔ کچھ پرانی نظموں میں سے بھی ایک آدھ شامل کی جاسکتی ہے۔''

خاکسار نے سرخوشی میں چند کتابت کی غلطیاں لکھیں اور کچھ اشعار پر نظر ثانی کی درخواست کی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ بات آگے بڑھے اور حضور اپنے کلام پر نظر ثانی کا کام شروع فرماویں۔ حضور پرنور کا پذیرائی کا مکتوب ملا:

> ''آپ کا خط ملا۔ نثر میں ایسے لطیف اور اعلیٰ پائے کے شعر بہت کم پڑھنے میں آتے ہیں جیسے آپ کا یہ خط ہے۔ بعض چھوٹے چھوٹے لطیف اشاروں کے ساتھ بعض مضامین پر ایسے عمدہ تبصرے آپ نے کئے ہیں جیسے کسی خوبصورت سیر گاہ میں جاتے ہوئے انسان کبھی دائیں

کبھی بائیں قابل دید مقامات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ماشاءاللہ آپ کو یہ خوب فن عطا ہوا ہے۔ اللہ آپ کی ذہنی، قلبی صلاحیتوں کو اور بھی چمکائے اور روشن تر فرمائے۔ خلاصہ آخری بات کا یہی ہے کہ اگر آپ متوجہ نہ کراتیں تو شاید اپنے کلام پر نظر ثانی کی توفیق ہی نہ ملتی اور ملتی بھی تو بہت محنت کرنی پڑتی۔ آپ نے تو ایک ایک جگہ جہاں ضرورت تھی کہ توجہ کی جائے ہاتھ لگا لگا کر دکھادی۔

امید ہے جب باقی مسودہ آئے گا تو پھر باقی کام بھی انشاءاللہ اسی طرح آسان ہو جائے گا۔ اب تو اس کی شدت سے انتظار ہے۔ ابھی تک تو آپ نے بھیجا ہی نہیں حالانکہ اب تک دیر کرنے کا دوش مجھ پر رہا...

امید ہے جب آپ کلام شائع کرائیں گی تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مستند ہوگا اور وہ لوگ جو اپنی طرف سے نئے نئے نمونے شائع کراتے رہتے ہیں وہ سلسلہ اب ختم ہو جائے گا۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔" (مکتوب 28 فروری 1993ء)

شوکت مضمون اور کیفیات کی لطافت کی چند مثالیں

جو مشورے حضور پر نور کو بھجوائے تھے ان میں محترم محمد سلیم صاحب شاہجہانپوری کی آراء بھی شامل تھیں۔ حضور نے ہمیں فن شعر اور فن اصلاح، خاص طور پر اشعار میں مضامین کے بیان کی اہمیت سمجھائی۔ یہ اس لائق ہے کہ اعلیٰ پائے کی تنقیدی کتب میں جگہ پائے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

"...شعر کی دنیا اس سے زیادہ وسیع ہے کہ زبان درست ہو اور غلطیوں سے پاک ہو اور محاورہ ٹکسالی کا ہو۔ اوزان کے لحاظ سے اور لفظوں کے استعمال کے لحاظ سے کلام نوک زبان پر بھاری نہ ہو۔ بعض اوقات صحت زبان اور صحت محاورہ کے تقاضے جذبات کی شدت کے اظہار اور اظہار حق سے متصادم ہو جاتے ہیں یعنی اظہار حق جس زبان میں ممکن ہو اس سے بہتر مرصع زبان میں مگر حق سے کچھ ہٹ کر ایک بات کی جا سکتی ہے۔ بعض دفعہ ممکن نہیں رہتا کہ بیک وقت کوئی اپنے متموج جذبات اور سچائی اور گہرے درد کے تقاضے پورے کرتے ہوئے زبان کی صحت اور قاعدے قانون کی پابندی کا بھی حق ادا کر سکے۔ ایسی صورت میں کبھی کبھی کچھ نہ کچھ مروج قاعدوں کو توڑنا بھی پڑتا ہے اور استثناء کی نئی کھڑکیاں کھولی جاتی ہیں۔ دنیا کے تمام چوٹی کے شعراء نے کیفیات کے اعلیٰ تقاضوں پر بارہا زبان دانی کی قیود کو قربان کیا ہے۔ شیکسپیئر میں بھی یہ بات ملتی ہے اور غالب میں بھی۔ اور دیگر شعراء میں بھی اپنے اپنے مرتبہ اور اسلوب کے اعتبار سے کچھ نہ کچھ ایسی مثالیں دکھائی دیتی ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اردو اور عربی کلام میں بھی یہی بالا اصول کارفرما ہے کہ شوکت مضمون اور کیفیات کی لطافت پر زبان دانی کے نسبتاً ادنیٰ تقاضوں کو قربان کیا جائے..."

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 1)

آئینِ سخن اور آئینِ حق

اس ٹھوس تحریر کے ساتھ اسی مکتوب سے ایک ہلکا پھلکا ٹکڑا بھی پیش کرتی ہوں۔ انداز لطیف لیکن سبق بہت ثقیل۔ تحریر فرماتے ہیں:

''مکرم محترم سلیم صاحب شاہجہانپوری نے خوب لکھا ہے کہ آئین سخن میں اصلاح تجویز کرنا گستاخی شمار نہیں ہوتا۔ یہ بالکل درست ہے۔ اسی سے حوصلہ پا کر میں ان کی خدمت میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آئین سخن میں اصلاح قبول نہ کرنا بھی غالباً گستاخی شمار نہیں ہوگا۔ خصوصاً جبکہ پاس ادب رکھتے ہوئے احترام اور معذرت کے ساتھ ایسا کیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آئین سخن ہی کی بات نہیں، آئین حق یعنی سچائی کے آئین میں بھی تو ازل سے یہی دستور چلا آرہا ہے کہ تصحیح گستاخی شمار نہیں ہوتی۔ نماز باجماعت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی سبق ہمیں دیا ہے۔ سبحان اللہ! کیا پاکیزہ طریق اصلاح کا سکھایا۔ سبحان صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔'' (مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 2)

فلسفۂ اصلاح

اصلاح کے مشورے اور اصلاح قبول کرنے کے اختیار کے ساتھ آپ نے فلسفہ اصلاح بھی سمجھایا۔ فرماتے ہیں:

''رہا فلسفہ اصلاح تو میرے نزدیک ہر قادر الکلام استاد کا یہ حق تو

ہے کہ کسی دوسرے کے شعر کی اصلاح کرے لیکن اصلاح کا حق صرف اتنا ہی ہے کہ اس مضمون کو تبدیل کئے بغیر جو شاعر بیان کرنا چاہتا ہے بہتر الفاظ میں (زبان کے سقم کو دور کر کے) بیان کرنے میں اس کی مدد کرے یا اگر طرز بیان بے جان ہے تو الفاظ کے تغیر و تبدل سے اسی مضمون میں جان ڈال دے مگر نیا مضمون داخل کرنے کو میں اصلاح نہیں سمجھتا۔ نہ ہی زبان کی اصلاح کرتے کرتے مضمون کا حلیہ بگاڑ دینا میرے نزدیک اصلاح میں داخل ہے۔"

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 3)

خاکسار تسلیم کرتی ہے کہ اپنی کم فہمی کی وجہ سے ذوق سلیم کی بلندیوں پر متمکن پیارے حضور کی کوفت کا سامان کیا۔ مگر یہ تو دیکھئے کہ اس معدن علم پر ہلکی سی دستک سے کیا کیا خزائن ابل پڑے۔ کیسے کیسے ٹھنڈے میٹھے پانیوں کے چشمے جاری ہوگئے۔ ایک کوہِ وقار کے نہاں خانہ دل کی کچھ کھڑکیاں کھل گئیں۔ پس میری کوتاہیوں سے صرفِ نظر کر کے اس سدا بہار گلستان کی سیر کیجئے۔ فرماتے ہیں:

"... جو کام سالہا سال سے کرنے کو پڑا تھا مگر نہ وقت ملتا تھا نہ دماغ میسر آتا تھا وہ آپ نے آسان کر دیا۔ نشان لگا کر بھیج دئے اور پیچھے پڑ کر مجبور کر دیا کہ اب اس کام کو نہ ٹالو۔ حسن اتفاق سے مسودہ ملنے کا وقت بھی نہایت موزوں ثابت ہوا۔ چنانچہ کینیڈا سے واپسی پر ہالینڈ میں قیام کے دوران کچھ فرصت میسر آ گئی اور اللہ کے فضل سے دو دن کے اندر ہی ان مقامات کی تصحیح کی توفیق مل گئی جن کے متعلق دیرینہ خلش

توتھی مگر وقت کے ہاتھوں مجبور تھا۔ یہی روک تھی کہ کبھی کسی کو کلام شائع کرنے کی اجازت نہیں دی اور جنہوں نے بلا اجازت شائع کیا انہوں نے نہ صرف اس حصے کو اسی طرح غلط شائع کر دیا جس پر میں نظر ثانی کرنا چاہتا تھا بلکہ سہو کتابت کے وجہ سے سوء فہم کی بنا پر کلام میں مزید بہت سے سقم پیدا کر دئے۔ مثلاً اضافت کے غلط استعمال، الفاظ کی بے جا تکرار وغیرہ جس نے مضمون بھی بگاڑا اور وزن بھی توڑا۔ علاوہ ازیں بعض الفاظ کا چھُٹ جانا وغیرہ وغیرہ۔ اب ان سب جگہوں پر میں نے درستی کر دی ہے مگر یہ غلطیاں نہیں تھیں بلکہ کتابت یا ناشر کے فہم کا قصور تھا۔ لیکن اس قبیل کے قابل اصلاح شعروں کے علاوہ بھی متعدد ایسے اشعار تھے جو کئی طرح کے سقم رکھتے تھے جن کیلئے دماغ اور وقت کا میسر آنا ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ مدت سے ذہن یہی بات سوچتا اور ٹالتا رہا کہ کسی وقت تسلی سے ٹھیک کر کے زبان کے تقاضے قربان کئے بغیر مضمون کا حق ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور اگر آپ اس طرح مستقل مزاجی اور صبر کے ساتھ مجھے بار بار 'تنگ' نہ کرتیں تو شاید یہ کام کبھی بھی نہ ہوتا..''

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 3)

لفظوں کے حکیمانہ انتخاب میں جانکاہی کی چند مثالیں

پیارے حضورؒ نے نظموں کی اصلاح کرتے ہوئے جو حکمتیں سمجھائی ہیں وہ علوم کا ایک خزانہ ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کسی چیز کو سرسری نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ

حرف حرف اور لفظ لفظ کے مزاج کی تہ میں اُترتے ہوئے مناسب جگہ پر استعمال فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک مربوط فکری پس منظر ہوتا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

''آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ میں جو شعر کہتا ہوں وہ صرف اکیلا ہی نہیں بلکہ بعض دفعہ اس کی دس دس اور پندرہ پندرہ متبادل صورتیں ذہن میں آئی ہوتی ہی اور پھر ان میں سے ایک کو کسی وجہ سے چنتا ہوں۔ تو اب میں آپ کو اپنے ساتھ وہ سارا سفر کس طرح کرواؤں کہ کیوں بالآخر متعدد امکانی صورتوں میں سے ایک کو اختیار کیا۔''

(مکتوب محررہ 22 اکتوبر 1993ء صفحہ 13)

اب حضور پر نورؒ کے مکاتیب سے لفظوں کے چناؤ میں جانکاہی کی کچھ مثالیں پیش کرتی ہوں:

نظم نمبر ۔1

''تاریکی پہ تاریکی اندھیروں پہ اندھیرے''

تحریر فرمایا:

''آپ کا خط ملا۔ 'اندھیروں پہ اندھیرے' کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اسے اَن دھیرا پڑھنا پڑتا ہے۔ اس سے میں آپ کا جو مطلب سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ نون غنہ غائب سا پڑھا جائے جو وزن میں اضافہ نہ کر سکے۔ آپ کے نزدیک اگر نون غنہ پڑھا جائے تو 'سویروں پر سویرے' کی طرز اور وزن پر 'اندھیروں پر اندھیرے'

پڑھا جائے گا۔ ورنہ اَن اور دھیرا دو حصے پڑھنے پڑیں گے۔ آپ کی دلیل بڑی واضح ہے اور خلاصہ اس کا یہی نکلتا ہے کہ نون غنہ اس طرح ادا ہو کہ گویا زائد لفظ موجود ہی نہیں۔ اس طرح ادھیرے اور اندھیرے کا ایک ہی وزن ہوگا۔ اسی اصول کو مندرجہ ذیل مثالوں پر بھی چسپاں کر کے دکھائیں۔

'انگاروں پر انگارے' اس میں آپ ان گارہ پڑھیں گی یا نون غنہ کے ساتھ 'ان گارہ' کر کے پڑھیں گی۔ اور اگر نون غنہ پڑھیں گی تو کیا نون کا لعدم سمجھا جائے گا اور اگارے اور انگارے کو ایک ہی وزن پر پڑھا جائے گا؟ صاف ظاہر ہے کہ جب نون غنہ آئے تو بعض دفعہ بہت خفیف پڑھا جاتا ہے اور بعض دفعہ وہ بعد والے حرف میں مدغم ہو کر اس میں ایک قسم کی تشدید (شدّ) پیدا کر دیتا ہے۔ پس باوجود اس کے کہ انگارے کو اَن گارے نہیں پڑھتے۔ پھر بھی نون کے گاف میں ادغام کی وجہ سے گاف میں ایک قسم کی تشدید آجاتی ہے لیکن واضح تشدید نہیں ہوتی۔ پس اس کو اپنے ذہن میں دہرائیں تو میری بات سمجھ میں آجائے گی کہ انگارے اور اگارے دونوں کا ایک ہی وزن نہیں جبکہ آپ کے بتائے ہوئے طریق سے دونوں کا ایک ہی وزن بنتا ہے جو 'سویرے' کے وزن پر ہے۔ اسی طرح انگیخت' لفظ ہے پھر 'اَنبار' سے 'اَنجام' ہے نیز 'انگشت' ہے۔ اسے 'ان گشت' نہیں پڑھا جاتا۔ اور نہ ہی اَن گشت پڑھا جاتا ہے اسے

انگشت پڑھا جاتا ہے۔ میں آپ کو مصرع بتاتا ہوں:

انگشت نمائی سے کچھ بات نہیں بنتی

اس کو چاہے 'اَن گشت' پڑھیں یا 'انگشت' وزن پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح 'دندان' ہے اس کو نہ 'دن دان' اور نہ 'دِں داں' پڑھا جاتا ہے۔ آپ کے اصرار نے مجھے انگشت بدنداں کر دیا ہے کہ آپ 'اندھیروں پر اندھیرے' کو سویروں پر سویرے' کے وزن پر پڑھنا چاہتی ہیں جب کہ میں اسے قندیلوں پر قندیلیں' اور زنجیروں پر زنجیریں کے وزن پر پڑھتا ہوں نہ ''زن جیریں''

(مکتوب 5 دسمبر 1993ء)

بعد میں آپ نے اس مصرع کو تبدیل فرما دیا:

تاریکی پہ تاریکی گمراہی پہ گمراہی
آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی

تحریر فرمایا:

''چوتھے بند کے پہلے شعر آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی میں آپ نے 'جو' کو 'جب' سے بدل دیا ہے۔ سمجھ نہیں آئی کہ کیوں 'جب' سے بدلا گیا ہے اصل میں 'جو' اور 'جب' میں ایک بہت لطیف فرق ہے جس کو وہی جان سکتا ہے جس نے جانکاہی سے معنوں کی تہ میں اتر کر الفاظ کا چناؤ کیا ہو'... جب اپنی دُعا پہنچی' کا تو مطلب یہ ہے کہ بس ہماری دعا کی دیر تھی جیسے ہی پہنچی لگ گئی۔ حالانکہ کلمہ طیبہ کیلئے یرفع العمل الصالح بھی

ہونا چاہئے۔

یہ تو نہیں کہ جس کسی نے درود شریف پڑھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جا پہنچا۔ خاص کیفیات میں اُٹھتی ہوئی دعا ہی ہے جو رفعتوں کو پاتی ہے اور وہی ہے جو مقدر سنوارا کرتی ہے۔ اس لئے ’جو‘ ہی رہنے دیں۔ وہی دعا بخت سنوار سکتی ہے جو اس تک پہنچنے کی سعادت پا جائے۔ ’جو‘ میں جو انکسار ہے اس کا لطف ’جب‘ میں نہیں۔‘‘

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 6)

نظم ’’ظہور خیر الانبیاء ؐ‘‘ سے خاکسار کو بے حد پیار تھا۔ نظم حضور کی ہے اضافے بھی آپ نے خود فرمائے لیکن بہت دور کھڑی میں اس بات سے لطف لیتی رہتی ہوں کہ ہوسکتا ہے اس تبدیلی میں خاکسار کی تحریک کا کوئی دخل ہو۔ جب یہ نظم جلسہ سالانہ جرمنی 1993ء میں پڑھی گئی تو میں نے فون پر سنی اور نوٹ کی۔ آپ نے درج ذیل اشعار کا اضافہ فرمایا تھا۔ مکتوب میں تحریر ہے:

’’کہیں کہیں مضمون کو مزید اُجاگر کرنے کیلئے بعض اشعار کا اضافہ بھی کرنا پڑا ہے مثلاً ظہور خیر الانبیاء ؐ کے آخری بند کو تبدیل کرنے کے علاوہ ایک بند بڑھا بھی دیا ہے۔ اب اس کی شکل یوں بن جائے گی:

دل اس کی محبت میں ہر لحظہ تھا رام اس کا
اخلاص میں کامل تھا وہ عاشقِ تام اس کا
مرزائے غلام احمد تھی جو بھی متاع جاں
کر بیٹھا نثار اس پر ہو بیٹھا تمام اس کا

اس دور کا یہ ساقی گھر سے تو نہ کچھ لایا
مئے خانہ اسی کا تھا، مَے اس کی تھی جام اُس کا
سازندہ تھا یہ اُس کے سب ساجھی تھے مِیت اس کے
دھن اس کی تھی گیت اس کے لب اس کے پیام اس کا
اک میں بھی تو ہوں یارب، صید تہ دام اس کا
دل گاتا ہے گن اس کے لب جپتے ہیں نام اس کا
آنکھوں کو بھی دکھلا دے، آنا لب بام اس کا
کانوں میں بھی رس گھولے، ہر گام خرام اس کا
خیرات ہو مجھ کو بھی، اک جلوۂ عام اس کا
پھر یوں ہو کہ ہو دل پر، الہام کلام اس کا
اس بام سے نور اترے نغمات میں ڈھل ڈھل کر
نغموں سے اُٹھے خوشبو، ہو جائے سرود عنبر

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 4-5)

'شاعری جزو یست از پیغمبری' اس سے زیادہ کہیں اور صادق نہیں آتا۔

کچھ ترامیم و اضافے کے بعد اس نظم کا حسن دوبالا ہوگیا۔ میں نے نظم سن کر اپنے تاثرات لکھے۔ میں نے تو کیا لکھا ہوگا ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مگر آپ کا جواب آپ کے حسن واحسان کا مرقع ہے:

''آپ کی طرف سے لجنہ امریکہ سے خطاب کا اردو ترجمہ اور میرے کلام کا کتابت شدہ مسودہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

اپنے خط میں آپ نے نعت ''ظہور خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم'' کے حوالے سے جو تبصرہ کیا ہے اس میں دو باتیں قابل غور ہیں:

ایک تو یہ کہ ماشاء اللہ بہت ہی خوبصورت زبان میں تبصرہ کیا ہے اور جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ بھی بہت لطیف ہیں۔ اور یہ بھی بالکل درست ہے کہ اس نظم پر محض آپ کی یاد ہی نہیں آئی بلکہ جذبہ احسان کے ساتھ یاد آتی رہی کیونکہ اس کے بہت سے شعر ایسے تھے جن کے متعلق مجھے خیال تھا کہ اصلاح کے محتاج ہیں لیکن وقت نہیں ملتا تھا۔ آپ نے درست طور پر ان کی نشان دہی کی اور اصلاح کروا کے چھوڑی ورنہ میں کئی سال سے اسے ٹال رہا تھا۔ اس لئے یہ نعت اور اس کے علاوہ کئی اور نظموں پر آپ کی توجہ کے نتیجہ میں جو وقت نکالا ہے یہ مواقع ہمیشہ جذبہ احسان کے ساتھ آپ کی یاد دلاتے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

(مکتوب 22 اکتوبر 1993ء)

نظم نمبر۔2

نظم ''اے شاہ مکی و مدنی سید الوریٰ ؐ'' کے ایک مصرع

اے میرے والے مصطفیٰ ؐ اے میرے مجتبیٰ ؐ

کے متعلق پیارے آقا نے خاکسار کو اچھی طرح سمجھانے کیلئے وضاحت سے دلائل اور علمی وزن کے ساتھ ایک اچھوتا نقطہ بیان فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

'' آپ نے 'میرے والے مصطفیٰ ؑ '' میں لفظ والے کو سقم سمجھتے ہوئے 'تو ہی تو مصطفیٰؐ ہے مرا' تجویز کیا ہے۔ یہ دو وجوہات سے مجھے قبول نہیں۔ ایک یہ کہ اس نظم کی شانِ نزول تو ایک رؤیا میں ہے۔ جس میں ایک شخص کو دیکھا جو بڑی پُردرد آواز میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی کلام پڑھ رہا ہے۔ ان شعروں کا عمومی مضمون تو مجھے یاد رہا مگر الفاظ یاد نہیں رہے۔ البتہ ایک مصرع جو غیر معمولی طور پر دل پر اثر کرنے والا تھا وہ ان الفاظ پر مشتمل تھا:

'اے میرے والے مصطفیٰ ؑ '

خواب میں اس کا جو مفہوم سمجھ میں آیا وہ یہ تھا کہ لفظ 'والے' نے بجائے اس کے کہ سقم پیدا کیا ہو اس میں غیر معمولی اپنائیت بھر دی اور قرآن کریم کی بعض آیات کی بھی تشریح کر دی جن کی طرف پہلے میری توجہ نہیں تھی۔ عموماً یہ تاثر ہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مصطفیٰ ہیں حالانکہ قرآن کریم میں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ (اسحٰقؑ، یعقوبؑ، اسماعیلؑ) حضرت موسیٰؑ اور حضرت مریمؑ حتیٰ کہ بنی آدم کیلئے بھی لفظ اصطفیٰ استعمال ہوا ہے۔ تو مصطفیٰ ایک نہیں، کئی ہیں۔ پس اگر یہ کہنا ہو کہ باقی بھی مصطفیٰ ہونگے مگر میرے والا مصطفیٰ یہ ہے تو اس کا اظہار ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ میں ممکن نہیں۔ یہ بات ایسی ہی ہوگی جیسے کوئی بچہ ضد کرے کہ مجھے

میرے والی چیز دو۔ میرے والی کہنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مجھے محض یہ چیز نہیں چاہئے بلکہ وہی چیز چاہئے جو میری تھی۔ اس طرز بیان میں اظہار عشق بھی محض 'میرے مصطفیٰ' کہنے کے مقابل پر بہت زیادہ زور مارتا ہے۔ پس رؤیا میں ہی میں یہ نہیں سمجھ رہا کہ اس میں کوئی نقص ہے بلکہ اس ظاہری نقص میں مجھے فصاحت و بلاغت کی جولانی دکھائی دی اور مضمون میں مقابلۃً بہت زیادہ گہرائی نظر آنے لگی۔

علاوہ ازیں چونکہ یہ طرز بیان محض ریڑھی والوں کی نہیں ہوا کرتی جو ایک عامیانہ طرز ہے بلکہ بچوں کی سی ادا بھی ہوا کرتی ہے۔ جس میں معصومانہ پیار اور اپنائیت جوش مارتے ہیں۔ پس اس پہلو سے میں نے نہ صرف خواب میں ظاہر کردہ الفاظ کے ساتھ وفا کی بلکہ اسے ہر دوسری طرز بیان سے بہتر بھی پایا۔ ہاں ''اے میرے والے مجتبیٰ'' اے میرے مصطفیٰ کے بعد پورا سجتا نہیں۔ ویسے بھی مصطفیٰ، مجتبیٰ، مرتضیٰ وغیرہ خدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں اس کی جگہ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ کردوں۔

اے میرے والے مصطفیٰؐ اے میرے راہنما

یا پھر ''اے میرے والے مصطفیٰؐ میں ہو چکا ترا'' بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس شعر کے دوسرے مصرع میں جو الفاظ ہیں رؤیا میں قریباً یہی الفاظ تھے جیسا کہ مجھے یاد پڑتا ہے مگر سو فیصد یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ اس میں لفظ ''تیری'' شامل ہوتا تو لفظ اُمت کی وضاحت تو ضرور ہو جاتی کہ کس کی امت مراد ہے۔ مگر ایسی امت کو جو رسول اللہ کی طرف

منسوب کرنا جومہدی کو ہادی نہ سمجھے پسندیدہ بات نہیں ہے

چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی علماء ھم کہہ کران علماء کوان لوگوں کی طرف منسوب کردیا جن کا ذکر سیا تی علی الناس زمانٌ کی حدیث میں مذکور ہے ۔اور ان کیلئے علماء امتی کانبیا بنی اسرائیل نہیں فرمایا۔ہاں جہاں ربانی علماء کا ذکر فرمایا وہاں یہ فرمایا کہ علماء امتی کانبیا بنی اسرائیل۔پس اگرچہ محض امت کا لفظ کچھ خلا کا سا احساس پیدا کرتا ہے مگر اسے تیری اُمت کی بجائے کسی اور رنگ میں بدلا جاسکے تو بہتر ہوگا۔مثلاً اس طرح کہ اہل دنیا یا علماءسوء ہمیں جدا جدا نہ سمجھتے۔مگر یہ اظہار اس چھوٹے سے مصرع میں سمانا مشکل ہے۔بہرحال خواب میں جو کیفیات تھیں میں ان کے ساتھ وفاداری کرنا چاہتا ہوں۔ان میں درد کا مضمون تھا، بحث کا نہیں۔آپ نے جو یہ تجویز دی 'اُمت تری سمجھتی نہیں کیوں یہ ماجرا' اس 'کیوں' میں تو بحث کا رنگ ہے جبکہ جدا جدا میں اظہار درد اور بیکسی ہے۔ایک متبادل یہ بھی زیرغور لایا جاسکتا ہے بلکہ یہی اختیار کرلیں۔

اے میرے والے مصطفیٰ اے سید الوریٰ
اے کاش ہمیں سمجھتے نہ ظالم جدا جدا''

اسی نظم کے ایک اورمصرع پر بھی نظرِ ثانی ہوئی:

''اُڑتے ہوئے بڑھوں، تیری جانب سوئے حرم''

اس مصرع میں آپ نے 'اُڑتا ہوا' تجویز کیا ہے۔آپ کی یہ

تجویز مجھے قبول تو ہے لیکن میں نے اگرچہ اردو گرائمر زیادہ نہیں پڑھی۔ پھر بھی مجھے لگتا ہے کہ 'اُڑتے ہوئے' بھی ٹھیک ہے۔ خصوصیت سے یہ تخاطب کے وقت استعمال ہوتا ہے۔ غائب میں 'اُڑتا ہوا' پڑھتے ہیں لیکن مخاطب میں 'اُڑتے ہوئے' پڑھنا جائز ہے۔ اس لئے میں تو اسے 'اُڑتے ہوئے' پڑھوں تو مجھے زیادہ اچھا لگتا ہے۔ مگر آپ کی یہ تجویز مان لیتا ہوں کیونکہ میرے مضمون پر اس کا اثر نہیں پڑے گا۔'' (مکتوب 16-1-93 صفحہ 12)

نظم نمبر۔3

'حضرت سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم'

پیارے حضورؒ نے ایک شفیق ماں کی طرح جو اپنے کم فہم نادان بچے کو قریب تر کر کے زیادہ تفصیل سے آسان الفاظ میں سمجھاتی ہے اس نظم میں ایک ایک تبدیلی کی حکمت سمجھائی:

''نبیوں کا سرتاج ابنائے آدم کا معراج محمدؐ ''

''مجھے ڈر تھا کہ آپ دونوں ''کا معراج'' کو 'کی' میں بدل دیں گے کیونکہ مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب نے اپنے کلام میں معراج کو 'کی' یعنی تانیثی نسبت سے باندھا ہے اور اردو کتب لغات بھی اسے تانیث میں ہی پیش کرتی ہیں۔ مگر ہم نے قادیان میں ہمیشہ اس کو مذکر ہی سنا اور ذہنی طور پر معراج کو تانیث کے ساتھ استعمال کرنے پر دل آمادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے میں نے عمداً یا یوں سمجھ لیں کہ ضد کر کے اس غلطی پر اصرار

کیا ہے۔نبیوں کا سرتاج... کہنے کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ ابنائے آدم
کی معراج تو گھٹیا سی ترکیب نظر آتی ہے جو معراج کی شان کے خلاف
ہے۔ پس مجھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہی سے ابنائے آدم کا معراج
دکھائی دیتے ہیں نہ کہ ابنائے آدم کی معراج۔ پس بعض ایسے مقامات بھی
ہوتے ہیں کہ جہاں شاعر اپنا حق سمجھتا ہے کہ چاہے دنیا اس کے کسی
استعمال کو غلط قرار دے وہ اپنی مرضی سے عمداً کسی خاص مقصد کے پیش
نظر اپنی غلطی پر مصر ہو۔"

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 16-17)

اس نظم میں بھی حضورؒ نے نظر ثانی کے دوران کچھ تبدیلیاں فرمائیں اور ہر جگہ بات کو خوب کھول کر بیان فرمایا مثلاً۔آپ نے ایک مصرع 'مٹ گئے مہر و ماہ وانجم۔صلی اللہ علیہ وسلم' کو تبدیل فرمایا اور مفہوم کے حسن کو واضح فرمایا:

"میں نے اس مصرع کو یوں کر دیا ہے:

'مہر و ماہ نے توڑ دیا دم۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'

بھاگنے کے ساتھ دم کا ٹوٹنا ایک اور لطیف مناسبت بھی رکھتا ہے۔
کسی پر شوکت جلوہ کے مقابل دم توڑ دینا اور دوڑتے ہوئے دم توڑنا ہم
آہنگ ہیں۔" (مکتوب 16 جنوری 1993ء۔صفحہ 13)

اب اس شعر کو پڑھ کر زیادہ لطف آئے گا:

"آپ کے جلوۂ حسن کے آگے۔شرم سے نوروں والے بھاگے"
"مہر و ماہ نے توڑ دیا دم۔صلی اللہ علیہ وسلم"

متلاطم عرفان کا قلزم

''بہہ نکلا عرفان کا قلزم۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کو درست فرمایا۔ سوچ کی گہرائی کا اندازہ کیجئے۔ درست کرنے کی وجہ اور مضمون سے وفا کا اندازہ لگائیے۔ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بھی ان جگہوں میں سے ایک ہے جس کو میں نے پہلے ہی نشان لگا رکھا تھا کہ وقت ملا تو ٹھیک کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی تجویز 'موج میں تھا عرفان کا قلزم' 'بہہ نکلا عرفان کا قلزم' سے بہت بہتر ہے مگر پہلے جو مضمون بیان ہوا ہے اس کے ساتھ 'موج میں تھا...' مطابقت نہیں رکھتا۔ 'موج میں تھا' کا مضمون ایک ساکت جامد حالت کو پیش کر رہا ہے۔ لیکن پہلی طرز بیان تقاضا کرتی ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز ہوگئی کی طرز پر اس میں کچھ ہو جانے یا کسی تبدیلی کا ذکر پایا جانا چاہئے۔ جیسے عربی میں اصبح ، سار وغیرہ کلمات سے ادا کیا جاتا ہے۔ موج میں ہو گیا کا اندازہ ہونا چاہئے تھا یا پھر فعل کا استعمال کلیۃً ختم کر کے اس مصرع کو صفت موصوف کی ترکیب میں پڑھا جائے تو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اس مجبوری کی وجہ سے میں نے ،موج میں تھا...کی بجائے بہہ نکلا، کے الفاظ میں مضمون بیان کرنے کی کوشش کی لیکن دل میں یہ کھٹک تھی کہ بہہ نکلا...قلزم کے متعلق کہنا جائز نہیں۔ کیوں نہ اس مصرع کا تعلق پہلے بند کے جاری مضمون سے توڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے باندھ دیا جائے۔ اس صورت میں یہ

''متلاطم عرفان کا قلزم۔صلی اللہ علیہ وسلم''

اس طرح مصرع کا پہلا نصف دوسرے نصف کے ساتھ نسبت تو صیفی یا نسبت بدل اختیار کر لیتا ہے۔

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 15)

نظم نمبر۔4

نظم 'آج کی رات' میں ایک شعر ہے:

آنکھ اپنی ہی ترے ہجر میں ٹپکاتی ہے
وہ لہو جس کا کوئی مول نہیں، آج کی رات

اس کے پہلے مصرع کے متعلق حضورؒ فرماتے ہیں:

''اس کے متعلق تجویز ہے کہ اسے یوں بدل دیا جائے: 'چشم عاشق ہی ترے ہجر میں ٹپکاتی ہے' ۔مجوزہ مصرع دیکھنے میں تو بہت چست لگتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ 'آنکھ اپنی ہی ترے ہجر میں ٹپکاتی ہے'۔ میں جو بات کہنی چاہتا ہوں وہ چشم عاشق میں آ ہی نہیں سکتی۔ میں تو طعنہ آمیز دشمن کے مقابلہ پر اپنی ہی آنکھ کی محبت کو نمایاں کرنا چاہتا ہوں۔ 'چشم عاشق' نے تو اس مضمون کا کچھ رہنے ہی نہیں دیا جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے میں نے عمداً ہجر کو چھوڑ کر عشق اختیار کیا تھا کیونکہ بحث یہ نہیں کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصل سے محروم ہیں کہ نہیں۔ بحث یہ ہے کہ ہمارا دل آپ کے عشق سے خالی ہے یا لبالب بھرا ہوا ہے۔

پس ہر چند کہ اس مصرع میں لفظ ہجر پڑھنا عشق پڑھنے کی نسبت زبان پر ہلکا ہے۔ مضمون کی مناسبت سے عشق ہی موزوں ہے۔ پس یہ مصرع یوں ہی رہے گا:

'آنکھ اپنی ہی ترے عشق میں ٹپکاتی ہے'

(مکتوب 16-1-93 صفحہ 8)

''کاش اُتر آئیں یہ اُڑتے ہوئے سیمیں لمحات''

''کا متبادل آپ نے یہ تجویز کیا ہے۔ 'کاش رک جائیں یہ اڑتے ہوئے سیمیں لمحات' یہ تو بڑا خطرناک مشورہ ہے۔ کیونکہ اڑتے ہوئے رکیں گے تو مریں گے گر کر۔ میرا جو تصور ہے وہ تو یہ ہے کہ جس طرح پرندے اترتے ہیں اسی طرح یہ روحانی لمحات نور کے پرندوں کی طرح اتر آئیں۔ آپ نے دو مضامین کو دو مصرعوں میں Repeat کیا ہے یعنی رک جائے اور ٹھہر جائے۔ جب کہ میں نے پہلے مصرع میں اڑتے ہوئے بلحاظ پرندوں کی طرح اترنے کا مضمون باندھا ہے۔ پرواز میں رک کر دھڑام سے گرنے کی بات نہیں کی۔ میرے تصور پر میرا زیادہ حق ہے۔ براہ کرم اس کے پر نہ باندھیں۔ اس بیچارے کو تسلی سے اڑنے دیں۔'' (مکتوب 15 مئی 1993ء صفحہ 6)

نظم نمبر۔7

''برق تپاں ہے خندہ کہ خرمن اداس ہے''

''معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ نظم پہلی اشاعت سے نقل کی ہے۔ میں نے تو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ان کے یہ نظم بھجوانے کے بعد یہ ہدایت کی تھی کہ برق تپاں ہے خندہ... مصرع کی فوری اصلاح بھجوا دیں اور غالباً وہ الفضل میں چھپ بھی گئی ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود آپ کو سہو کتابت والی نظم ہی مل سکی بہر حال اس کی دو صورتیں میرے سامنے آتی ہیں:

(ا) 'برق' تپاں خندہ زن۔ خرمن اداس ہے' مگر اس میں یہ سقم ہے کہ وزن کی تال کے لحاظ سے خندہ زن تک کے مضمون کو پہلے نصف مصرع میں ہی سما جانا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس نظم کا ہر مصرع دو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ گویا 'برق تپاں ہے خندہ' پر ایک ضرب ختم ہوتی ہے اور 'کہ خرمن اداس ہے' پر دوسری۔ مگر خندہ زن کر دیا جائے تو 'زن' کا قدم اپنے نصف مصرع کی حدود میں رہنے کی بجائے دوسرے نامحرم نصف پر جا پڑتا ہے۔ اسی خیال سے میں نے اسے یوں کر دیا تھا:

برق تپاں نہال۔ کہ خرمن اداس ہے

غالباً یہی بہتر رہے گا۔ 'خنداں' اس لئے جائز نہیں کہ یہاں خندہ صرف زبر کا متحمل ہے الف کا متحمل نہیں۔

(مکتوب 16.1.93 صفحہ 18)

نظم نمبر۔8

حضورؒ تحریر فرماتے ہیں:

”غم فرقت میں کبھی اتنا رلانے والے“

”اس میں اصلاح یہ تجویز ہوئی ہے۔’غم فرقت میں کبھی خوب رلانے والے‘۔لفظ’خوب‘ بہت خوب ہے۔مگر لفظ’اتنا‘ میں جو اپنائیت اور شکوہ پایا جاتا ہے وہ’خوب‘ میں ہرگز نہیں۔غالباً یہ اصلاح اس لئے تجویز کی گئی ہے کہ’اتنا‘ کے بعد اس کا جواب آنا چاہئے۔حالانکہ یہ ضروری نہیں ہوا کرتا۔بعض دفعہ بغیر جواب کے ہی شرطیہ حصہ پر کلام ختم ہو جاتا ہے اور قرآن کریم میں اس کی بہت ہی پیاری مثالیں موجود ہیں۔ایک کہنے والا یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ آپ نے مجھے اتنا رلایا ہے۔ضروری نہیں کہ بعد میں وہ یہ بھی کہے کہ آنسو پونچھ پونچھ کر میری آنکھیں سرخ ہوگئیں۔اس کے مقابل پر’آپ نے مجھے خوب رلایا ہے‘ میں لگتا ہے کہ بات ختم ہوگئی اور اپنی ذات میں یہ مضمون وہیں مکمل ہوگیا۔لیکن لفظ’اتنا‘ ایک تشنگی باقی چھوڑ دیتا ہے۔وہ خواہ شکوے کی ہو یا کسی اور چیز کی۔پھر یہ تشنگی مضمون کو اور بھی رفعت عطا کرتی ہے۔اس لئے میرے نزدیک یہاں بھی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔“

(مکتوب 93-1-16 صفحہ 17)

نظم نمبر۔9

'اِک ذکر کی دھونی مرے سینے میں رما کے'

پہلے اس مصرع میں لفظ ''بھبا کے'' آتا تھا۔جس پر نظرِ ثانی کی درخواست پر حضورؒ نے تحریر فرمایا:

''لفظ 'بھبا کے' سے متعلق آپ کی بات درست ہے کیونکہ 'بھبک' سے 'بھبا کا' کسی ڈکشنری میں نہیں ملا۔دراصل ہماری بچپن کی Slang تھی۔خوشبو کے لئے ہمارے ذہن میں قادیان میں جو تصور پیدا ہوتا تھا وہ گویا اس طرح تھا کہ چھوٹا سا خوشبو کا جھونکا ہو تو اسے 'بھبکا' کہتے مگر خوشبو کا ایسا بھبکا کہ گویا فوارہ پھوٹ پڑے۔ اس کو ہم بچپن کی Slang میں 'بھبا کا' کہا کرتے تھے۔اسی طرح اگر شدید بدبو کا ذکر کرنا ہوتا تو اس کو ہم اس طرح بیان کیا کرتے تھے کہ فلاں شخص یا جگہ سے تو بدبو کے بھبا کے اُٹھ رہے ہیں۔پس ایسی Slangs مختلف علاقوں میں رائج ہو جاتی ہیں جو ڈکشنریوں میں راہ پانے کیلئے لمبا عرصہ لیتی ہیں۔ اس لئے میں آپ کی بات مانتا ہوں۔ یہ لفظ ابھی تک عرف عام کی سند نہیں پا سکا لیکن ممکن ہے ہمارے گھر کی حدود تک محدود رہا ہو۔پس اس مصرع کو اب اس طرح تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

سینے میں مرے ذکر کی اک دھونی رما کے

بیٹھا رہا وہ ذکر کی اک دھونی رما کے

اک ذکر کی دھونی مرے سینے میں رما کے

غالباً یہ آخری بہتر ہے مگر تینوں میں سے جو آپ پسند کرلیں۔اس معاملہ میں آپ کی پسند پر اعتماد کرتا ہوں۔اگر تینوں ہی دل کو نہ لگیں تو مجھے ایک اور موقع دیں۔'' (مکتوب 5دسمبر 1993ء)

'کیا موج تھی جب دل نے جپے نام خدا کے'

اسی نظم کے ایک شعر۔

میں ان سے جدا ہوں مجھے چین آئے تو کیوں آئے
دل منتظر اس دن کا کہ ناچے انہیں پاکے

اس کے پہلے مصرع پر نظر ثانی کی درخواست کی تھی۔پہلے تو ایسی جسارتوں پر بہت نادم ہوتی تھی۔مگر اب اس کے نتیجے میں خاکسار کو سمجھانے کیلئے جو شعر میں زبان و بیان کے متعلق علم کے دریا بہائے ہیں مجھے ناز اں کر رہے ہیں۔جو بھی پڑھے گا اس کا عالم مجھ سے مختلف نہیں ہوگا۔ایسا لگتا ہے ساری عمر صرف ادب کا مطالعہ فرمایا ہے۔تحریر ملاحظہ ہو:

'میں ان سے جدا ہوں، مجھے چین آئے تو کیوں آئے'

''اس مصرع کے بارے میں آپ نے ترتیب بدلنے یا 'کیوں آئے' کی جگہ کوئی دوسرا لفظ لانے کی تجویز پیش کی ہے۔لیکن مجھے آپ کے اصرار کی سمجھ نہیں آئی کہ کیوں ترتیب بدلی جائے۔اسے اہل کلام جب پڑھتے ہیں تو 'آئے' دو آوازیں نہیں نکلتیں بلکہ دونوں آپس میں مدغم ہو جاتی ہیں۔جس طرح غالب کے مرثیہ میں ہائے ہائے میں آخری 'ے' کی آواز نمایاں نہیں ہے۔'آئے' اور 'ہائے' کی آواز کبھی Soft پڑھی جاتی ہے اور کبھی 'ے' کر کے الگ پڑھی جاتی ہے۔جب

Soft پڑھی جاتی ہے تو عملاً یہ اتنی خفیف ہو جاتی ہے کہ زبان پر بوجھ نہیں پڑتا اور اہل کلام اس کو ناگوارِ خاطر نہیں سمجھتے۔ مکرم سلیم صاحب کا غالباً یہ بھی اعتراض ہے کہ 'کیوں آ' پر وزن کا دم ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کو بتا دیں کہ یہ 'آ' اور 'اے' نہیں یعنی 'ئے' پر الگ زور نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلیم صاحب کو جس طرح آتش کے اس مصرع میں 'آئے' استعمال ہوا ہے صرف اسی طرح آئے کہنے کی عادت ہے اور وہ Soft 'آئے' پڑھ ہی نہیں سکتے۔ آتش کا پورا شعر یوں ہے:

بجا کہتے آئے ہیں ہیچ اس کو شاعر
کمر کا کوئی ہم سے مضمون نہ نکلا

اب یہاں 'آ۔ئے' پڑھنا پڑتا ہے اگر 'آئے' Soft پڑھیں گے تو وزن ٹوٹ جائے گا۔ اس کے مقابل پر غالب کی نظم میں Soft پڑھنے کی مثال موجود ہے۔ اس کی 'ہائے ہائے' والی نظم میں آخری ہائے کو Soft پڑھتے ہیں اور لمبا کر کے 'ہااے' نہیں پڑھتے بلکہ 'ہآاے ہآء' پر ہی بات ختم ہو جاتی ہے۔ غالب کہتا ہے:

درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

اگر دوسرے ہائے کو بھی 'ہآاے' پڑھیں تو اس میں 'اے' کی آواز زائد ہے۔ اصل میں 'ہائے ہا' ہونا چاہئے تھا۔ اس کی یہ ساری نظم اسی طرح چلتی ہے۔ پھر غالب کہتا ہے ۔

عمر بھر کا تو نے پیغامِ وفا باندھا تو کیا

یہ بڑا چست مصرع ہے اس میں کچھ زائد نہیں ہے اس کے مطابق اگلا مصرع یوں ہونا چاہئے تھا کہ

عمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے آ

اگر آپ پہلے کو 'کیائے' کردیں تو جس طرح 'کیائے' میں 'اے' زائد ہوتی ہے بالکل اسی طرح 'آئے' میں 'ئے' زائد ہوئی ہے اور 'ہائے ہائے' میں آخری 'ئے' زائد ہے۔ صرف پڑھنے کے انداز کا فرق ہے۔ پس میرے اس مصرع کی تقطیع کا جہاں تک تعلق ہے اس میں غالب کی 'ہائے ہائے' والی نظم کی طرح ہی 'اے' زائد ہے اور یہاں 'اے' کی اس طرز کی واضح آواز نہیں ہے کہ گویا 'آ' اور 'اے' دو حرف ہیں بلکہ 'آ' کے ساتھ 'اے' کی آواز کو نرمی کے ساتھ مدغم کیا گیا ہے۔ بہرحال یہ کوئی سقم نہیں چوٹی کے شعراء کے کلام میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ آپ دونوں بھی ماشاءاللہ ماہرفن اور قادرالکلام شعراء ہیں۔ مجھے تو آپ کا کلام بھی اس سے خالی دکھائی نہیں دیتا اور پڑھتے وقت کئی مثالیں سامنے آتی ہیں لیکن چونکہ اردو ادب میں اس کی اجازت سمجھی جاتی ہے اور اہل فن بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا مثال کے طور پر مکرم سلیم صاحب کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

یہ زیست کیا ہے سکینت اگر نصیب نہ ہو

جو موت وجہِ سکوں ہو تو کیا ہے کم اعجاز

اس میں اگر زیست پڑھیں گے تو کیا کا 'کاف' اور 'ی' دونوں زائد ہیں۔ کیونکہ فنی نکتہ نگاہ سے اس کا وزن زیستا بنتا ہے۔ گویا 'کاف' اور 'ی' دونوں زائد ہیں۔ لیکن اگر کیا پورا پڑھنا ہو تو پھر زیست کی ت زائد بنتی ہے۔ اب یہ دیکھ لیں کہ ماشاء اللہ یہ شعر چوٹی کا ہے لیکن پڑھنے کے انداز کے فرق سے وزن پر اثر پڑتا ہے اور سقم نظر آتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ سقم نہیں۔ پھر سلیم صاحب کا یہ شعر دیکھیں:

ان بہتے آنسوؤں کا ہی تحفہ قبول ہو
ہے اس کے پاس کیا جو یہ تیرا غلام ہے

اس کے پہلے مصرع میں ظاہراً وزن ٹوٹتا ہے اور 'بہتے' میں زیر پڑھنی پڑتی ہے۔ بڑی 'ے' نہیں پڑھی جاسکتی۔ یا ساکن یا زیر کے ساتھ الگ سے 'ت' آسکتی ہے 'ے' کی گنجائش ہی نہیں۔ ان کی اس نظم کا اس سے اگلا شعر:

پہرے بٹھا دے میری سماعت پہ یا خدا

ہی اس کی مثال ہے۔ حالانکہ بڑے قادر الکلام ہیں مگر یہ سقم ہے۔ اور وزن کے اعتبار سے 'پہرے' میں صرف زیر پڑھنی پڑتی ہے۔ اس پہلو سے اگر آپ اپنے کلام پر نظر ڈالیں تو اس میں بھی آپ کو اس کی کئی مثالیں ملیں گی۔ صرف کلام کی مجبوریاں سمجھانے کی خاطر ایک آدھ مثال بیان کر دیتا ہوں۔ کیا خوب مصرع ہے۔

خشک آنکھوں سے نیر بہاؤں چہرے پر مسکان سجاؤں

لیکن اس میں صرف 'سجا' پڑھا جاسکتا ہے۔'اوں' زائد ہے لیکن شعراء عملاً ایسا کرتے ہیں۔ اجازت ہوتی ہے۔ ہرگز معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ پھر یہ مصرع ملاحظہ فرمائیں:

پھر کس گن پر اتراؤں اور فخر ومباہات کروں

اب اس میں اگر 'پھر' ہلکا پڑھیں تو پھر 'کس گن پر اتراؤں میں' ہونا چاہئے یعنی ایک 'میں' ڈالنا پڑے گا۔ اور اگر 'پھر' زور سے پڑھیں تو آپ والا مصرع موزوں ہو جائے گا۔ پس اس میں پڑھنے کے انداز کے فرق کی وجہ سے دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک ہے۔

'پھر کس گُن پر اتراؤں'

'پھر کس گن پر اتراؤں میں'

اس میں لفظ 'میں' زائد کرنے کے باوجود وزن دونوں کا ایک ہے۔ بہرحال انداز قرأت نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اوقات نقص کا گمان ہوتا ہے۔ پڑھنے والے کے انداز پر اس کی درستی یا سقم کا انحصار ہے۔ عام بول چال میں بھی اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ چنانچہ بولنے والا حسب حالات 'آ۔ اے' کہتا ہے اور کبھی Soft 'آئے' کہتا ہے جیسے کہتے ہیں:

کب آؤ گے پیتم پیارے

یہاں 'آ'۔'ؤ' دو آوازیں ہیں اور 'آؤنا' جب کہتے ہیں تو اس میں دو آوازیں نہیں نکلتیں اور دوسری حرکت شدید نہیں پڑھی جاتی۔ زیر نظر مصرع میں آپ کو 'کیوں آئے' پر اعتراض ہے۔ اگر آپ اس کی ترتیب

بدل لیں یا اسکی جگہ دوسرا لفظ لانے پر مصر ہیں تو بیشک اس کو یوں کر لیں:

''میں اس سے جدا ہوں مجھے کیوں آئے کہیں چین''

(مکتوب 93-5-15 صفحہ 7 تا 9)

نظم نمبر۔10

اس نظم میں 'اے میرے سانسوں میں بسنے والو' کے بارے میں آپ نے تحریر فرمایا:

''آپ نے 'میری سانسوں' تجویز کیا ہے۔ ہم نے تو سانس کا لفظ ہمیشہ مذکر ہی استعمال کیا ہے اور بالعموم اس کا مذکر استعمال ہی سنا ہے۔ آپ کی اس تجویز پر میں نے لغت بھی چیک کی ہے اس میں اس کا استعمال مذکر اور مونث دونوں طرح سے آیا ہے۔ جامع اللغات میں لکھا ہے، سانس اندر کا اندر باہر کا باہر، سانس پورے کرتا ہے۔ سانس کا روگ' وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال اگرچہ مونث استعمال ہوسکتا ہے اور شاید لکھنوی زبان کی نزاکتوں اور لطافتوں کے تابع وہاں مونث کا استعمال رائج ہو لیکن میں نے گھر میں اسے کبھی مونث نہ استعمال کیا، نہ سنا۔ لغت بھی اس کے استعمال سے مانع نہیں، اس لئے اس طرح رہنے دیں۔''

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 21)

نظم نمبر۔13

'کیا حال تمہارا ہوگا جب شدّاد ملائک آئیں گے'

''آپ نے مسودہ میں شداد کے معانی کی وضاحت کرتے ہوئے

حاشیہ میں سورۃ تحریم کی آیت کا جو حوالہ دیا ہے وہ اطلاق نہیں پاتا۔ یہ آیت نہ لکھیں کیونکہ شداد پر شِداد کی مثال صادق نہیں آتی۔ اگر اس کا حوالہ دینا ہے تو پھر لکھ دیں کہ اگر چہ آیت میں لفظ شداد ہے لیکن اردو میں یہی معنی لفظ شداد سے ادا ہوتا ہے۔ شداد قوم عاد کے اس بادشاہ کا نام ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور شعر کہتے وقت یہی میرے پیش نظر تھا۔ دوسرے لغوی لحاظ سے اس آیت میں جو لفظ شداد ہے وہ 'شدید' کی جمع ہے۔ شدید کی جمع کی دوسری مثال قرآن کریم میں 'اَشِداءُ' بھی آئی ہے جب کہ میں نے لفظ شداد استعمال کیا ہے جو کہ شدید سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس لئے اگر چہ معنوی طور پر یہاں بھی مراد وہی ہے لیکن بہتر ہے کہ آپ قرآن کریم کا حوالہ دینے کی بجائے لغت کا حوالہ دیں کہ یہ شدید سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے بہت زیادہ سختی کرنے والا۔ یہ قوم عاد کے ایک بادشاہ کا نام بھی ہے۔ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ لغت کے حوالے سے بس یہ نوٹ دے دیں۔''

(مکتوب 15 مئی 1993ء صفحہ 10-11)

'آزاد کہاں وہ ملک جہاں قابض ہو سیاست پر ملاں'

خاکسار نے عرض کی کہ 'مُلاّں' کی بجائے 'مُلاّ' ہونا چاہئے 'ں' کی ضرورت نہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا:

''آپ کی یہ تجویز کہ لفظ ملاں کی بجائے ملا ہونا چاہئے۔ آپ سے اتفاق ہے۔ نون غنہ کٹوا دیں۔ آپ کی اس بہت عمدہ تجویز پر بے حد

شکریہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء“ (مکتوب22اکتوبر1993ء)

نظم نمبر۔14

”تو مرے دل کی شش جہات بنے“

اس نظم میں تبدیلیاں اوران کی حکمتیں ملاحظہ ہوں۔ پیارے آقا تحریر فرماتے ہیں:

”ترے منہ کی سبک سبک باتیں

دل کے بھاری معاملات بنے

پر نظر ثانی کی آپ نے خواہش کی ہے۔ یہ مضمون دراصل حدیث”کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان...“ سے اخذ کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے تیرے منہ کی ہلکی ہلکی باتیں ہمارے دل کی بڑی وزنی باتیں بن جاتی ہیں۔

آپ کی بات درست ہے کہ ’بنے‘ کی ضمیر باتیں کی طرف جاتی ہے جو مؤنث ہے لہٰذا بنے‘ نہیں بلکہ ’بنیں‘ چاہئے تھا۔اس مصرع کو بدل کر میں نے یوں کردیا ہے۔

تیرے منہ کے سبک سہانے بول

دل کے بھاری معاملات بنے

اگر سہانے کی بجائے آپ ’رسیلے‘ پسند کریں تو اسے ’سبک رسیلے بول‘ کردیا جائے لیکن ’سبک سہانے‘ زبان پر زیادہ ہلکا ہلکا لگتا ہے۔“

(مکتوب93-10-22صفحہ3)

کتنے کھنڈر محل بنائے گئے
کتنے محلوں کے کھنڈرات بنے

اکثر و بیشتر تو خاکسار کے بچگانہ بلکہ بیوقوفانہ مشوروں پر تبصرہ میں معرفت کے نکتے حاصل ہوئے۔ دو مقامات ایسے بھی ہیں جہاں ڈھنگ سے توجہ نہ دلا سکنے کی وجہ سے وضاحت موصول ہوئی۔ مثلاً مندرجہ بالا شعر میں 'کھنڈر' کے 'ن' کی آواز نون غنہ ہوتی تو بہتر تھا۔ خوف اس قدر مسلط تھا کہ نہ جانے کیا لکھ دیا۔ مناسب وضاحت نہ کی جواب موصول ہوا۔

''دوسرے خط میں جو آپ نے 'کھنڈر' لفظ پر نظر ثانی کیلئے بڑی ہی ملائمت سے توجہ دلائی ہے اس کیلئے معذرت کی تو کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن آپ نے وضاحت نہیں کی کہ اس پر اعتراض کیا ہے۔ مجھے ابھی سمجھ نہیں آئی کہ لفظ کھنڈر پہ اعتراض کیا ہے۔ اگر یہ وہم ہے کہ کبھی کھنڈر محل نہیں بنائے گئے تو یہ درست نہیں۔ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ بارہا کئی شہر اجڑے اور پھر آباد کئے گئے اور جو محل کبھی آباد تھے ان کے کھنڈروں کو آباد کیا گیا۔

موہنجودڑو کے متعلق یہی ذکر آتا ہے ویسے بھی دنیا میں یہی ملتا ہے کہ بعض محل ویران ہوئے اور پھر ان کھنڈرات کو آباد کیا گیا۔ اگر کوئی اور بات ہے تو بے تکلفی سے لکھیں۔ سُقم کی طرف توجہ دلانا تو قابل تحسین ہے۔ بے شک مجھے بتائیں کیا کمزوری نظر آرہی ہے۔ غالباً دلی والے لفظ 'کھنڈر' پڑھتے ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو شعر یوں کرلیں۔

جو کھنڈر تھے محل بنائے گئے
اور محلوں کے کھنڈرات بنے

(مکتوب 11 دسمبر 1989ء)

نظم نمبر۔18

'بلائے نا گہاں اِک نت نیا مولانا آتا ہے'

''ہر مولانا فی ذاتہ بلائے نا گہاں ہے۔ وہ کوئی خاص مولانا نہیں جو بلائے نا گہاں ہوں۔ بلکہ ہر مولانا جب آتا ہے بلائے نا گہاں کی طرح ہی آتا ہے۔ کبھی ایک ہی بار بار آتا ہے کبھی نت نیا۔ میرے ذہن میں نت نیا مولانا کے آنے کا تصور تھا۔ بن کر آنے کا محاورہ میرے دل کی بات ظاہر نہیں کرتا میں تو ہر مولوی کو ہی بلائے نا گہاں سمجھتا ہوں۔ اس لئے اسے اسی طرح رہنے دیا جائے 'نت نیا' کہہ کر تو ان کی روزانہ بڑھتی ہوئی تعداد کی طرف اشارہ مقصود ہے اور جتنے بھی آتے ہیں ہمیشہ بلائے نا گہاں ہی ثابت ہوں گے۔''

(مکتوب 16.1.93 صفحہ 26-27)

نظم نمبر۔21

کچھ لوگ گنوا بیٹھے دن کو جو یار کمایا ساری رات

''آپ کی تجویز یہ ہے کہ 'لوگ گنوا بیٹھے سب دن کو جو بھی کمایا ساری رات'۔ لیکن اس میں عمومیت سی آ گئی ہے جو اچھا برا کمایا وہ دن کو گنوا دیا۔ جبکہ جو مضمون میرے پیش نظر ہے اس میں خدا کمانے اور ساری رات اس کی عبادت میں گزارنے کا مضمون ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر انسان راتیں تو ذکر الٰہی میں گزارے اور دن بھر دنیا کے پیچھے

بھاگتا پھرے تو یہ اچھا عمل نہیں۔ اگر ’یار کمانے‘ کے اظہار بیان پر اعتراض ہے۔تو یہی محاورہ تو اس شعر میں میری جان ہے اور شعر کی بھی۔
یار یونہی نہیں مل جاتے ،کمانے پڑتے ہیں‘‘

(مکتوب 93-1-16 صفحہ 20)

نظم نمبر-22

جو آنکھیں مند گئیں رو رو کر اور گھل گھل کر جو چراغ بجھے

’’اس مصرع کے بارہ میں آپ کا مشورہ درست ہے اور جو آنکھیں مند گئیں رو رو کر، زیادہ بہتر ہے لیکن پھر اس سے اگلے مصرع کا پہلا جزو..آں، پر ختم ہو اور دوسرا حصہ اس طرح شروع ہو ’گھل گھل کر جو چراغ بجھے‘ تو پھر وزن درست رہتا ہے۔اگرچہ یہ سقم ہے۔اس لئے اگر اسے بدلنا ہے تو پھر اس سے اگلے حصہ مصرع کو بھی وزن کی درستی کے لئے بدلنا پڑے گا اور اس میں ’وہ‘ یا ’یوں‘ یا ’اور‘ زائد ڈالنا پڑے گا۔آپ کے مجوزہ متبادل میں پہلا تو مکمل ہے ۔لیکن دوسرے میں جوڑنے کیلئے جو لفظ چاہئے وہ غائب ہے مثلاً ’یوں گھل گھل کر جو چراغ بجھے‘ کر دیا جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ پڑھنے کے انداز کے فرق سے جو سُقم سا پیدا ہوتا ہے اس کی مثالیں قادر الکلام شعراء کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں جو مکروہ نہیں سمجھی جاتیں۔اس لئے وزن ٹھیک رکھنے کی خاطر اگر نصف مصرع کا کچھ آخری ٹکڑا دوسرے نصف مصرع کو شروع میں مستعار بھی دینا پڑے

توکوئی حرج نہیں۔ بہرحال اس مصرع کی شکل دوطرح بن سکتی ہے۔ پہلی تجویز میں 'یوں' اگرزائد لگتا ہے تو اسے 'اور' کرلیں۔

جو آنکھیں مند گئیں رو رو کر
یوں گھل گھل کر جو چراغ بجھے
جو مند گئیں آنکھیں روتے روتے
گھل گھل کر جو چراغ بجھے

مجھے تو پہلی تجویز 'یوں' کی بجائے 'اور' کے ساتھ اچھی لگ رہی ہے۔آپ کو جو پسند ہو وہ رکھ لیں۔''

(مکتوب 15 مئی 1993ء صفحہ 11)

''ظالم نے اپنے ظلم سے آپ اپنے ہی اُفق دھندلائے ہیں

کے متعلق آپ نے تجویز دی ہے کہ' آپ' کی بجائے خود بھی ہوسکتا ہے۔آپ کی تجویز منظور ہے۔ بہت اچھی ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ ٹھیک ہے اس کے مطابق اب اسے یوں کردیں:

ظالم نے اپنے ظلم سے خود اپنے ہی افق دھندلائے ہیں''

(مکتوب 5 دسمبر 1993ء)

نظم نمبر۔23

کہہ رہا ہے خرام باد صبا
جب تلک دم چلے مُدام چلو

'خرام' مندرجہ بالا شعر میں پہلی اشاعت میں مؤنث باندھا گیا تھا۔ نظر ثانی کی مؤدبانہ

درخواست پر نہ بُرا مانا، نہ گستاخی پر محمول سمجھا۔ کھلے لفظوں میں حقیقت حال بیان فرمائی۔ اعلیٰ ظرفی اور وسیع قلبی کا ایسا مظاہرہ دنیا کے بڑوں میں کہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ حصہ صرف اس سبق کے لئے بھی بہت اہمیت رکھتا ہے کہ بڑا دل دکھانے سے کوئی چھوٹا نہیں ہو جاتا۔ وضاحت سے تحریر فرمایا:

’’خِرام کے متعلق میری غلط فہمی ان شعروں کی وجہ سے ہے جن میں لفظ خرام استعمال ہوا اور جہاں ضمیر لفظِ خرام کی طرف نہیں بلکہ مضاف کی طرف جاتی ہے۔ جیسے:

موجِ خرامِ ناز بھی کیا گُل کتر گئی

اسی طرح میرے علم میں خرام کے معنوں میں جتنے لفظ مستعمل ہیں وہ سب چونکہ تانیث کا مرتبہ رکھتے ہیں جیسے چال و رفتار وغیرہ۔ اس لئے اس خیال سے بھی ہمیشہ اس لفظ کو تانیث کے درجہ پر رکھتا رہا۔ اب آپ نے توجہ دلائی تو لغات اٹھا کر دیکھیں جس سے معلوم ہوا کہ اہل ادب کے ہاں اس کے مؤنث استعمال کی کوئی سند نہیں۔ ویسے بھی یہ شعر کچھ کمزور تھا کیونکہ صبا تو صبح کی ہوا کو کہتے ہیں شام کی ہوا کو نہیں اور صبا کا پیغام صبح چلنے کا تو ہوسکتا، شام کے چلنے کا نہیں۔ لیکن چونکہ یہ دونوں نظمیں جو جلسہ میں پڑھی گئیں جلسہ سے چند دن پہلے شروع ہوئیں اور جلسہ کے ہنگامے کے دنوں میں مکمل ہوئیں اس لئے پوری طرح نظرثانی نہیں ہوسکتی تھی۔ اگر خرام لفظ استعمال ہوتا تو پھر بھی مؤنث میں ہی ہونا تھا۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ متبادل شعر میں یہ لفظ آتا ہی نہ۔ اس لئے اگر وقت ملا

تو پہلا مصرع تبدیل کر کے 'الفضل' کو ترمیم کے لئے لکھ دوں گا ورنہ اس شعر کو حذف کرنے کیلئے اعلان کروایا جاسکتا ہے۔''

(مکتوب 12 نومبر 1991ء)

بحرِ عالم میں اک بپا کردو، پیار کا غلغلہ تلاطمِ عشق

خاکسار نے پہلے مصرع میں 'اِک' کی جگہ 'تم' تجویز کیا۔ جو حضور نے ازراہِ شفقت منظور فرمالیا۔ مگر جب مسودہ اصلاح کیلئے گیا تھا پھر اِک ہی تحریر کروایا۔ میرے توجہ دلانے پر آپ نے بڑا دلچسپ جملہ لکھا:

بحرِ عالم میں اِک بپا کردو

والے مصرع میں 'اِک' کی بجائے 'تم' کی اجازت دی ہوگی لیکن بادلِ نخواستہ دی ہوگی کہ آپ کی ہر بات کا تو انکار نہیں ہوسکتا۔ ویسے مجھے تو اِک کے ساتھ زیادہ پسند ہے۔''　　(مکتوب 5 دسمبر 1993ء)

نظم نمبر۔26

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اِک اپنا بھی تو گھر تھا

اس نظم میں انیسواں شعر ہے:

آخر دم تک تجھ کو پکارا، آس نہ ٹوٹی دل نہ ہارا
مصلحِ عالم باپ ہمارا، پیکرِ صبر و رضا رہبر تھا

خاکسار کی معمولی سی ترمیم کی درخواست پر آپ نے اصولی بحث کے ساتھ اچھی طرح سمجھایا۔ تحریر فرماتے ہیں:

''دل نہ ہارا' کی بجائے آپ نے 'دل بھی نہ ہارا' کی تجویز دی

ہے۔ وزن تو اس میں بھی نہیں ٹوٹتا۔ صرف پڑھنے کے انداز کا فرق ہے۔ کسی لفظ پر زیادہ زور دے کر پڑھا جائے یا کم زور دے کر پڑھا جائے۔ تو اس سے بعض اوقات شعر کا وزن ٹوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے مثلاً اس نظم کا پہلا مصرع ہے:

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اک اپنا بھی تو گھر تھا

لفظ 'میں' اس مصرع کے دوسرے نصف میں واقع ہے۔ لیکن جو اسے پہلے حصہ کے ساتھ ملاتے ہیں وہ وزن توڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ قادیان میں پڑھنے والے نے یہ مصرع پڑھا ہے اور جس جگہ زور آنا چاہئے اس سے ہٹا کر دوسرے لفظ منتقل کرنے کے نتیجہ میں بالکل بے وزن مصرع لگ رہا ہے۔ پہلے مصرع کے نصف کے آخری حرف کا قدم دوسرے نصف کے شروع میں جا پڑنے کے بہت سے نمونے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عربی فارسی کلام میں ملتے ہیں اور شعراء کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں اگر اس کو پہلے حصے سے ملا کر پڑھیں تو وزن ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔

بیسویں شعر میں لفظ 'انوار' کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ ہندی تسلسل میں اجنبی لگ رہا ہے۔ اس وجہ سے دوسرے مصرع کو یوں ہونا چاہئے:

جس سے نور کے سوتے پھوٹے۔ روشنیوں کا جو ساگر تھا

اس نظم کا مزاج ملا جلا ہے۔ یہ صرف سکھوں اور ہندوؤں کے لئے

ہی نہیں بلکہ پاکستانیوں کیلئے بھی تھی۔اس لئے میں نے اس نظم میں بعض جگہ عربی اور فارسی الفاظ استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا تا کہ ہم اپنا حق بھی قائم رکھیں۔ جہاں تک انوار کے لفظ کا تعلق ہے،نور کی یہ جمع شاید زیادہ اجنبی رہی ہو۔لیکن اس کو روشنیوں کی بجائے نوروں میں تبدیل کر دیا جائے تو اور کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں کیونکہ لفظ نور جو پہلے آیا ہوا ہے وہ تو پھر بھی موجود رہے گا۔جس کو نور کی سمجھ آجائے گی وہ نوروں کو بھی سمجھ جائے گا۔پس یہ شعر یوں بن جائے گا:

سدا سہاگن رہے یہ بستی جس میں پیدا ہوئی وہ ہستی
جس سے نور کے سوتے پھوٹے جو نوروں کا اِک ساگر تھا''

(مکتوب 15.5.93 صفحہ 5-4)

اس نظم کا آخری شعر ہے:

ہیں سب نام خدا کے سندر، واہے گُرو، اللہ اکبر
سب فانی، اک وہی ہے باقی، آج بھی ہے جو کل ایشر تھا

خاکسار کی پہنچ محض لغت تھی۔لغت دیکھ کر تجویز کر دیا کہ ایشر کی جگہ ایشور ہو تو وزن نہیں ٹوٹتا۔حضور پرنور کی لفظوں پر تحقیقات کے دائروں کا اندازہ لگایئے۔آپ نے تحریر فرمایا:

''اول تو یہ درست نہیں کہ ایشور سے وزن نہیں ٹوٹتا۔ دوسرے جہاں تک ایشر کا تعلق ہے بات یہ ہے کہ قادیان میں ہندی دان احمدی سکالرز سے میں نے چیک کروالیا تھا اور ان سب نے اس پر صاد کیا۔ لغوی لحاظ سے اس کا اصل ایش ہے۔ جسے ایس بھی پڑھا جاتا

ہے۔ دونوں متبادل ہیں۔ ہندی اردو لغت میں ان دونوں کا مطلب مالک، خدا، حاکم، بادشاہ، اللہ تعالیٰ دیا گیا ہے۔ یہ لفظ 'و' یا محض 'ر' کے اضافہ کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔ اردو لغت جامع اللغات میں لکھا ہے کہ 'ایسر' دراصل وہ شہر ہے جہاں سب سے بڑے دیوتا یعنی خدا کی عبادت ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ مضمون کھول کر جامع اللغات ایسر، ایشر اور ایشور تینوں لفظ متبادل کے طور پر پیش کرتی ہے۔ جن کا مطلب بڑا دیوتا، خدا یا مالک یا خدا تعالیٰ ہے۔ اسی طرح ایسر میں ایشر لکھ کر آگے خدا، اللہ معانی دئے ہوئے ہیں۔ گویا ایشور کا دوسرا تلفظ ایسر اور ایشر ہے۔ اس لئے کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ایشر ہی ٹھیک ہے۔''

(مکتوب 93-10-22 صفحہ 8)

چند دن کے بعد آپ کا ایک مکتوب موصول ہوا:

''میرا گزشتہ خط آپ کو مل چکا ہوگا 'ایشر' کے لفظ پر۔ اس پر میں آپ کی تجویز کی روشنی میں تبصرہ تو کر چکا ہوں۔ لیکن اسکے بعد یہ بات سامنے آئی کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی دو نظموں بعنوان 'شان اسلام' میں کوئی 6 دفعہ اور ہندوؤں سے خطاب میں 5 مرتبہ لفظ ایشر استعمال فرمایا ہے۔ اس شہادت سے تو مزا ہی آ گیا ہے۔ اس کے بعد تو کسی اور سند کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ نے درثمین کی اتنی عمدہ کتابت کروائی ہے لیکن آپ نے بھی اسے نوٹ نہیں کیا۔''

(مکتوب 93-11-1)

نظم نمبر۔29

''تری بقا کا سفر تھا قدم قدم اعجاز''

اس نظم کو پڑھتے ہوئے ایک شعر مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

ہو موت اس کی رضا پر یہی کرامت ہے
خوشی سے اس کے کہے میں جو کھائیں سم، اعجاز

میں نے پڑھتے ہوئے اس پر ایک سوالیہ نشان لگا دیا کہ مزید غور کروں گی۔ پیارے آقا کی نظر اس سوالیہ نشان پر پڑ گئی۔ میری الجھن دور کرنے کیلئے وضاحت فرمائی:

''اس نظم کے دسویں شعر کے دوسرے مصرع کے سامنے آپ نے سوالیہ نشان ڈالا ہے۔ یہ مصرع یوں ہے:

'خوشی سے اس کے کہے میں جو کھائیں سم اعجاز'

یہاں خدا تعالیٰ کا اعجاز مراد نہیں ہے بلکہ انسان کی کرامت اور اس کا اعجاز مراد ہے۔ یہی مضمون ہے جو پہلے مصرع نے واضح کر دیا ہے۔ گویا اعجاز تو یہ ہے کہ انسان اس کے کہے میں خوشی سے زہر بھی کھا جائے اور موت کی قطعاً پرواہ نہ کرے۔ پرواہ ہو تو صرف اس کی رضا کی ہو اور اس کی خاطر انسان تلخ سے تلخ گھونٹ پینے پر ہر لمحہ مستعد رہے۔''

(مکتوب 15.5.93 صفحہ 3)

نظم نمبر۔30

''الفضل 7 مئی 1992ء کے شمارہ میں صفحہ اول پر میری ایک پرانی نظم بی بی کے وصال

پر چسپاں ہونے والے کچھ نئے اشعار اضافہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔اس پر بھی میں نے نظر ثانی کی ہے اوراس کے علاوہ آخر پر بعض مزید اشعار کا اضافہ کیا ہے وہ بھی شامل کرلیں:

تم جن کا وسیلہ تھیں وہ روتی ہیں کہ تم نے
دم توڑ کے توڑے ہیں ہزاروں کے سہارے
وہ آخری ایام وہ بہتے ہوئے خاموش
حرفوں کے بدن، اشکوں کے دھاروں کے سہارے
بھیگی ہوئی، بجھتی ہوئی، مٹتی ہوئی آواز
اظہار تمنا وہ اشاروں کے سہارے
وہ ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہنا دم رخصت
میں نے نہیں جینا نگہداروں کے سہارے
وہ جن کو نہ راس آئیں طبیبوں کے دلاسے
شاید کہ بہل جائیں، نگاروں کے سہارے
آ بیٹھ مرے پاس مرا دست تہی تھام
مت چھوڑ کے جا درد کے ماروں کے سہارے

آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آخری دو اشعار کی طرف توجہ دلا دی کہ ان کے درمیان کچھ کمی سی معلوم ہوتی ہے۔ مجھے بھی لگ رہا تھا۔ بہر حال آپ نے بہت اچھا کیا جو توجہ دلائی۔ شروع میں ان سے میں مخاطب ہوں مگر آخر پر وہ مجھ سے مخاطب ہیں۔ اس لئے مضمون کو مزید کھولنے کیلئے میں نے چند نئے شعروں کا اضافہ کر دیا ہے۔ امید ہے اب اس

سے بات واضح ہو جائے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔''

(مکتوب 93-3-16 صفحہ 29-28)

اعراب اور تلفظ کی غلطیوں کے بارہ میں راہنمائی

اعراب کی غلطیاں بھی آپ نے سمجھا سمجھا کر لغات کے حوالے سے بتائیں۔ صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۞۔ ''لفظ مِناروں نہیں' مَناروں ہے۔ مِینا ر درست ہے جب 'ی' کے ساتھ آئے اور جب 'ی' کے بغیر ہو تو منار ہوتا ہے۔''

۞۔ ''تحتَ الثریٰ'' درست نہیں۔ یہ لفظ ''تحتُ الثریٰ'' ہے۔ فیروز اللغات میں بھی اسے ''تحتُ الثریٰ'' ہی لکھا ہے۔

۞۔ ''لفظ 'گرَ فتار' نہیں اگرچہ عموماً بولا اسی طرح جاتا ہے۔ لغت کی کتابیں چیک کی ہیں۔ اس کا صحیح لفظ 'گرِ فتار' ہے۔''

۞۔ 'جاء الحق وزھق الباطلُ' اردو میں تو ''زھق الباطل'' ٹھیک ہے لیکن آیت کریمہ میں اس پر پیش موجود ہے۔ تاہم عربی میں جس لفظ پر بھی قاری ٹھہرتا ہے وہ اس کی آخری حرکت کو نہیں پڑھتا' لیکن حرکت اسی طرح لکھی جاتی ہے۔ صرف وقف کی وجہ سے پڑھنے میں نہیں آتی۔ اس لئے پیش ضرور ڈالیں۔ لیکن نیچے نوٹ دے دیں کہ شعر میں چونکہ یہاں وقف کرنا ہے۔ اس لئے حرکت نہیں پڑھی جائے گی۔ بلکہ باطلُ کی بجائے باطل پڑھا جائے گا۔''

۞ - ''آپ نے مسودہ میں اُویس کے نیچے تصحیح کرتے ہوئے الف کی زبر کے ساتھ اسے اَویس لکھا ہے۔ یہ لفظ اُویس ہے۔ الف کی پیش کے ساتھ۔ اسے اَویس لکھنا یا پڑھنا غلط ہے۔ عربی لغت کی کتابوں لسان العرب، القاموس، المحیط اور المنجد وغیرہ میں اُویس ہی لکھا ہے۔''

۞ - ''مسودہ میں جاں لکھا ہے۔ یہ جاں نہیں بلکہ نون کے ساتھ جان ہے۔ ایسی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر آپ کو گہری نظر رکھنی پڑے گی اور جہاں جہاں میں نے اعراب کو واضح کیا ہے۔ وہاں آئندہ مسودہ واضح کر کے لگوائیں۔ ان میں سے کوئی حرکت زیر زبر چھوٹنے نہ پائے۔ سب اعراب اس مقصد سے لگائے جانے چاہئیں کہ آج کل کے اردو پڑھنے والے بھی عربی کی طرح اعراب کے محتاج ہو چکے ہیں۔ خصوصاً پاکستان سے باہر پیدا ہونے والے تو اس کے بہت محتاج ہیں۔''

۞ - ''لفظ خاتم کے معنی ''ختم کرنے والا'' درست نہیں۔ ت کی زبر کے ساتھ اس کے معنی انگوٹھی اور مہر کے ہوتے ہیں اور مراد سب سے اعلیٰ، سب سے افضل جس پر مقام ختم ہو جائے اور ہر قسم کے فیوض کا اجراء جس کی ذات سے وابستہ ہو جائے۔ یہ معنی ہیں جو کھول کر بیان کرنے چاہئیں۔''

(مکتوب 93-5-15 صفحہ 19)

مہک

''لفظ مہک کے متعلق آپ کی بات درست ہے۔ یہ مِہک اور مَہک دونوں طرح آجاتا ہے۔ مگر مجھے تو مَہک سے زیادہ لگاؤ ہے اور ہمارے گھروں میں بھی مَہک ہی پڑھا جاتا تھا۔ لیکن اہل زبان ح، ہ، ھ سے پہلے زیر آجائے تو اس میں امالہ بھی کرتے ہیں جیسے رہنا، کہنا، سہنا وغیرہ۔ اسی طرح میں بھی مَہک کو مَہک کی بجائے امالہ کر کے مہک پڑھتا ہوں لیکن بعض شعراء جب ضرورت سے زیادہ اپنی اردو جتاتے ہیں تو وہ مچل کے وزن پر مَہک پڑھتے ہیں۔'' (مکتوب 4 دسمبر 1993ء)

چاروں اور بجی شہنائی

''اور پر زبر نہیں ہے۔ یہ لفظ اور ہے اَور نہیں۔ اَور کا مطلب ہوتا ہے مزید جب کہ اور کا مطلب ہے سمت۔ جس طرح چور کو چَور پڑھنا جائز نہیں اسی طرح اور کو اَور پڑھنا جائز نہیں۔''

(مکتوب 5 دسمبر 1993ء صفحہ 8)

ضائع

''لفظ ضائع کا ایک تلفظ اگرچہ 'ضایا' بھی چل پڑا ہے مگر جب ادبی کلام پڑھا جائے تو پھر اس کو ضایا پڑھنا یا لکھنا غلط ہے اور اس کو پسند

نہیں کیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ اس سے بہت الرجک تھے۔ لیکن اب یہ عرف عام میں مستعمل ہو چکا ہے ۔ اس لئے اس کے اوپر کوئی گرائمیرین دھونس ڈالنی مناسب نہیں۔ زبان دانی کی دھونس لفظوں پر ضرور چلتی ہے لیکن جب کوئی لفظ غلط العام ہو جائے تو پھر اس کے سامنے ادب کی ساری لگامیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ حضرت مصلح موعودؓ کافی عرصہ لفظ 'ضایا' کے خلاف احتجاج فرماتے رہے ہیں مگر پھر بھی 'ضایا' راہ پا ہی گیا ہے۔ آپ اس ناپسندیدگی کا اظہار اکثر ایسے پڑھنے والوں پر فرماتے تھے جو آپ کے کلام میں ''ضایا میرا پیغام...'' پڑھ دیا کرتے تھے اور ایسے اعلیٰ ادبی کلام میں واقعی ضائع کو ضائع ہی پڑھنا چاہئے اور ضایا نہیں کہنا چاہئے ... باقی جو عام درست الفاظ ہیں ان میں اگر کوئی غلط پڑھے تو بہت تکلیف دیتا ہے مثلاً نشان کو نَشان پڑھنا...'' (مکتوب 5 اپریل 1995ء صفحہ 3)

درد

''....ضمناً یاد آیا کہ شعروں میں تو درد لفظ کا مذکر استعمال ہی ملتا ہے جیسے:

درد منت کش دوا نہ ہوا

دل میں اک درد اُٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے

لیکن بول چال میں بسا اوقات درد ہو رہی ہے، سننے میں آتا ہے۔

یا مجھے درد ہو رہی ہے۔ اس کو آپ کس مقام پر رکھیں گی۔ کیا غلط العام شمار ہوگا یا غلط شمار ہوگا؟'' (مکتوب 12 نومبر 1991ء)

مشکل الفاظ کے معنی Glossary کی تیاری

متن کے بعد دوسرا مرحلہ مشکل الفاظ کے معانی اور تلفظ کو واضح کرنا تھا۔ ابتدائی طور پر جو گلاسری Glossary خاکسار نے بنا کر بھیجی اس کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا تھا:

''جہاں تک حاشیہ میں الفاظ معنی دینے کا تعلق ہے یہ بہت اچھا خیال ہے اور ضرورت بھی ہے۔ لیکن ان کا انتخاب ہر قسم کے پڑھنے والوں کی ذہنی اور علمی سطح کا خیال رکھتے ہوئے کرنا چاہئے۔ بعض تو بہت ہی عام فہم الفاظ کے معنی آپ نے دیے ہوئے ہیں۔

لیکن بعض ایسے الفاظ جو روزمرہ مستعمل نہیں اور بعض اوقات اچھے بھلے پڑھے لکھے شخص کے ذہن میں بھی مستحضر نہیں ہوتے ان کے معانی نہیں دیے گئے۔

اس لحاظ سے انتخاب کو Balance بنانے کی ضرورت ہے۔ اردو میں تلفظ دینے کی بجائے انگریزی میں تلفظ دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ کیونکہ اردو میں جس طرح تلفظ دئے گئے ہیں ان سے پڑھنے والوں کو الجھن پیدا ہوسکتی ہے۔ مثلاً منت کو مِن نت' آئینہ خانے کو آئی نا خانے' متی نصر اللہ کو متا نص رل لاہ' ٹیلہ کو ٹی لا' نیر ہدی کو نی ی رے ہ دا وغیرہ وغیرہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں بڑی محنت کی گئی ہے۔ لیکن پڑھنے والوں کو اس سے الجھن بھی ہوسکتی ہے۔ اس لئے ساتھ انگریزی میں بھی تلفظ دیں اور اردو میں ساتھ یہ نوٹ دے دینا چاہئے کہ یہ لفظ

ایک ہی ہے صرف پڑھتے ہوئے صوتی لحاظ سے اس کی آواز جس طرح بنی چاہئے
اس کی وضاحت کیلئے اس طرح لکھا گیا ہے۔'' (مکتوب 15-5-93 صفحہ 18)

خاکسار نے ان ہدایات کے مطابق الفاظ معنی کو Balance کیا۔ انگریزی تلفظ اور معانی دئے اور آپ کی خدمت اقدس میں روانہ کئے۔ آپ نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لیا۔ آپ کے ساتھ ایک ٹیم کام کرتی تھی جو اصلاحوں کو نوٹ کر کے کمپوز کر کے مجھے بھجوا دیتی۔ الفاظ معنی کی درستی کے بعد کمپوزنگ کا مسئلہ تھا اور کمپوزنگ سے بڑھ کر پروف ریڈنگ کا جس میں آخر تک کچھ نہ کچھ خامیاں رہیں۔

کلامِ طاہر مع فرہنگ چھپ گئی

جولائی 1995ء میں جلسہ سالانہ پر کتاب بھیجنے کے جنون نے دن رات کام پر لگائے رکھا۔ صفحے کے ڈیزائن اور سائز تک کی منظوری حضور سے لی۔ طباعت کے کام میں سر دینے والے ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ قدم قدم پر کیسی کیسی دشواریاں راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہیں اور پھر کراچی کے مخصوص حالات میں ایسی جگہوں پر صبر آزما دیر لگتی رہی جو پہلے سوچا بھی نہیں ہوتا تھا۔ مولا کریم کے فضل و احسان سے 19 جولائی 1995ء کو کتاب چھپ کر آ گئی اور جلسہ سالانہ پر حضور رحمہ اللہ کی خدمت میں ہماری صدر مکرمہ سلیمہ میر صاحبہ اور قائمقام صدر مکرمہ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ نے پیش کی۔ ان کی سر پرستی میں کام ہوا اور ان کو ہی پیش کرنے کی سعادت ملی۔ حضورؒ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔

اس موقع پر سارے مددگاروں کا ذکر دعا اور شکرانے کے لئے درج ہے۔

برکت ناصر صاحبہ نے کلام جمع کرنے میں مدد دی۔ محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب نے

کلام اور گلاسری Glossary دونوں کی نظر ثانی کی۔ محترم عبید اللہ علیم صاحب نے قیمتی مشوروں سے نوازا اور طباعت میں مکرم شیخ ادریس صاحب اور مکرم شیخ داؤد احمد صاحب نے محنت کی۔ ان کے وائی آئی پریس سے طباعت ہوئی۔ فجز اھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

کلامِ طاہر کی طباعت پر اظہارِ خوشنودی اور دعائیں

پیارے حضورؒ نے آپا سلیمہ صاحبہ کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

''آپ کی سرپرستی میں ''کلام طاہر'' پر جو کام ہوا ہے وہ بہت ہی اعلیٰ ہے۔ ماشاء اللہ بہت خوبصورت پیشکش ہے۔ جن کے نام آپ نے لکھے ہیں ان سب کا شکریہ اور میری طرف سے انہیں محبت بھرا اسلام۔ اللہ تعالیٰ ان کے اموال نفوس اور اخلاص میں برکت دے اور اپنی رحمتوں سے نوازے۔''

خاکسار کے نام آقا نے تحریر فرمایا:

''کلام طاہر کی خوبصورت دیدہ زیب طباعت پر بے حد شکریہ۔ آپ نے اس پر بہت محنت کی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ آپ سب کو علمی، ادبی، تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی خدمات سرانجام دینے کی توفیق دے اور سب بچوں کی طرف سے آنکھوں کی راحت عطا فرمائے۔ سب کو بہت بہت محبت بھرا اسلام۔''

روزنامہ الفضل نے تبصرہ لکھا:

''احمدیہ جماعت میں سب سے خوبصورت کتاب کاغذ، جلد اور

فلیپ کی خوبصورتی کو مدنظر رکھتے ہوئے چھپنے والی کتاب کا اعزاز شعبہ اشاعت لجنہ اماءاللہ ضلع کراچی کے حصہ میں آیا ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 16اکتوبر 1995ء)

سب سے حسین ترین بات یہ کہ پیارے حضور پرنور نے کتب ملنے پر خاکسار کو کلام طاہر کا تحفہ بھیجا اور اس پر دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

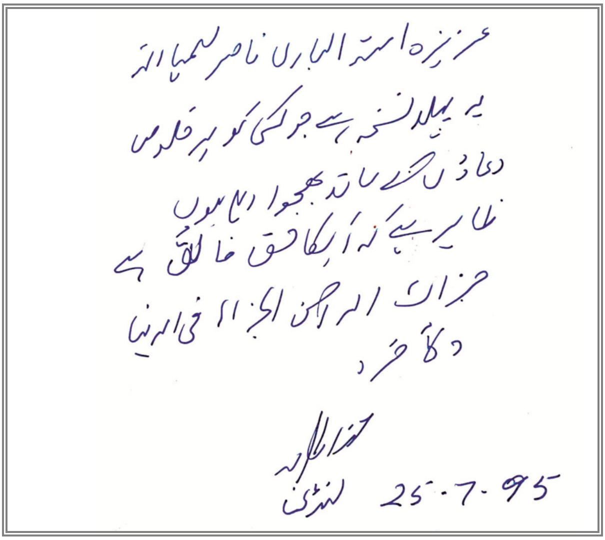
عزیزہ امۃ الباری ناصر سلمہا اللہ
یہ پہلا نسخہ ہے جو کسی کو پر خلوص
دعاؤں کے ساتھ بھجوا رہا ہوں
ظاہر ہے کہ آپ کا حق فائق ہے
جزاک اللہ احسن الجزاء فی الدنیا
والآخرہ
مرزا طاہر
لنڈن 25-7-95

''عزیزہ امۃ الباری ناصر سلمھا اللہ۔ یہ پہلا نسخہ ہے جو کسی کو پُرخلوص دعاؤں کے ساتھ بھجوا رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ آپ کا حق فائق ہے۔جزاك الله احسن الجزاء فی الدنیا والآخرہ۔

مرزا طاہر احمد

(95-7-25۔لنڈن)

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

مولانا نسیم سیفی صاحب نے الفضل 22 اگست 1995ء کے شمارے میں ایک دلچسپ قطعہ شائع کیا:

سلیمہ میر و باری کو تہہ دل سے مبارک ہو
بہت شایان شان آیا کلامِ حضرت طاہر
کچھ ایسی دیدہ زیب اس کی کتابت وطباعت ہے
کہ از خود ہوگیا مفہوم اس کا ظاہر و باہر

خاکسار نے جواباً لکھا:

کلامِ حضرت طاہر کی خدمت اِک سعادت ہے
اسے فضل خداوندی کا سارا سلسلہ کہہ دوں
یہ سب اللہ کا احسان ہے اس کی عنایت ہے
لگی ہے مجھ کو اِک درویش کے دل کی دعا کہہ دوں
سلیمہ میر و باری تو ہیں اِک تنظیم کا حصہ
میں سب لجنہ کراچی کی طرف سے شکریہ کہہ دوں

(الفضل انٹرنیشنل 11 جنوری 2002ء)

کلام طاہر کی لندن سے طباعت اور اضافے

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ 2001ء میں لندن سے ’کلام طاہر‘ کا نیا ایڈیشن شائع ہوا۔ حضور پرنور کے ارشاد پر نئی شامل ہونے والی نظموں کی پروف ریڈنگ اور گلاسری کی تیاری کی سعادت نصیب ہوئی۔ لندن سے جو کتاب شائع ہوئی وہ بدرجہا خوبصورت ہے۔ لجنہ کراچی کی اشاعت کا اسلوب برقرار رکھا۔ جس کی ہم سب کو بہت خوشی ہے۔ کتاب موصول ہوئی جس پر پیارے آقا کا دلفریب نوٹ تھا:

”پیاری عزیزہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

”کلام طاہر کے تعلق میں آپ کے بہت ہی قیمتی مشورے ملتے رہے ہیں اور بڑی محنت سے آپ نے اس کی گلوسری بنائی ہے۔ اس کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے، حق ادا نہیں ہوسکتا۔ بہرحال میری طرف سے یہ عید کا تحفہ جس میں آپ کا بڑا دخل ہے، ذرا تاخیر سے پیش ہے، قبول فرمائیں۔“

والسلام خاکسار

(18دسمبر 2001ء لندن) دستخط مرزا طاہر احمد

دستخط کر کے مجھے بھیجی کلام طاہر

آپ جیسا کوئی دلدار نہ دیکھا نہ سنا

اپنے عشاق سے یہ پیار نہ دیکھا نہ سنا

لطف اور ایسا طرح دار نہ دیکھا نہ سنا

میری جھولی کے لعل و جواہر

کلام طاہر کی تیاری کے مہ و سال میرے زندگی کا سنہری دور تھا۔ گل تو ہوتے ہی حسین ہیں خار بھی بہت حسین تھے۔ حضور انور کی خدمت میں خط لکھنا ''چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسدؔ'' والا معاملہ نہیں ہوتا۔ جان و ایمان ہتھیلی پر رکھا ہوتا ہے۔ آپ کی طرف سے جواب موصول ہوتا تو ہر دفعہ یہ سوچ کر کھولتی کہ لکھا ہوگا:

''عزیزہ! اگر مبلغ علم کی کوتاہ قامتی کا یہ عالم ہے تو زحمت نہ ہی کریں۔ جزاکم اللہ۔''

مگر آپ نے بڑے تحمل و برداشت بلکہ صبر سے میری کوتاہیوں سے صرفِ نظر فرمایا اور سمجھا سمجھا کر حوصلہ بڑھاتے رہے۔

میری جھولی میں ایسے لعل و جواہر بھی ہیں جن پر مجھے بجا طور پر عاجزانہ فخر ہے۔ یہ بھی کلیۃً آپ کا حسن نظر ہے۔

رکھتی نہیں ترتیب سے یادیں کبھی لیکن
باندھا ہے ترے نام کا اِک باب علیحدہ

میرے اس علیحدہ باب میں الگ باندھ کے رکھا ہوا ایک مکتوب مجھے بے حد عزیز ہے۔ اس میں پیارے آقا کی شخصیت کے کئی روپ کھلتے ہیں۔ دست مبارک سے تحریر فرمایا:

29.9.90

عزیزہ مکرمہ امۃ الباری ناصر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جلسہ میں پڑھی جانے والی نظموں سے متعلق محبت بھرے رنگا رنگ کے خطوط ملتے ہیں لیکن سب پر محبت کا رنگ غالب رہتا ہے اس لئے پوری طرح اطمینان نہیں ہوتا کہ کسی نے متوازن تنقیدی نظر سے بھی جائزہ لیا کہ نہیں ۔ کسی بھی سلسلہ کے بعض چوٹی کے شعراء اور ادیب بھی جب اپنی پسند کا اظہار کرتے ہیں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ تعریف تو سچی کر رہے ہیں لیکن خامیوں سے متعلق صرف نظر کر جاتے ہیں

آپکا ا۔2 کا خط منتشی ہے ۔ پہلی بات تو یہ نمایاں ہے کہ تمام تر سچ ہے اور سچ کے سوا اور کچھ نہیں ۔ جہاں کچھ اصلاح کی گنجائش دیکھی وہ بھی بڑے ملائم دلپسند الفاظ میں تجویز کر دی ۔ انکسار کی آمیزش نے ان الفاظ کو اور بھی شائستہ بنا دیا ۔

دوسری نمایاں بات یہ ہے کہ آپکے تبصرہ میں
بھنورے کا سا رنگ پایا جاتا ہے۔ دور ہی سے
دیکھا اور سونگھا نہیں بلکہ بھنورے کی طرح ہر
شعر کے دل میں ڈوب کر سیر دروں میں پنہی ہوئی
روح سے شناسائی کے بعد لب کشائی کی ہے۔

یہ تو میں نہیں کہتا کہ میرے دل کی سب باتوں تک
آپ اتر گئیں لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ بند کواڑوں
والے گھر کو راستہ چلتے ٹھہر کر نہیں دیکھا بلکہ
کواڑ کھول کر اندر سے بھی جائزہ لیا۔
ایک اور بات یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ کواڑ کھلوائے
نہیں خود کھولے ہیں یعنی آپکی اپنی چابی ہی سے
تالے کھل گئے۔

جہاں تک اصلاح کے اشاروں کا تعلق ہے
ذوق کی لطافت سے تو انکار نہیں لیکن
میری سوچ جن راہوں سے گذر چکی ہے ان
کا آپکو علم نہیں

ہم نے کوئلہ کوئلہ رینا دل ---

میرے امر مانع رہا کہ اوّل جس طرح ایک ایک کرکے
کوئلے کے بعد دوسرے کوئلے کا تصور ابھرتا ہے
جبکہ موجودہ شکل میں کوئلہ کی تکرار پہلے ہی سے
جل جل کر کوئلہ ہوگئے ہوئے دل کا تصور بہتر کرتی ہے

آنچل لہرانے یا بکھرانے میں یہ بات بھی پیش نظر تھی
کہ دو تین شعر جو اس غزل میں پڑھے نہیں گئے ان
میں ایک آنچل لہرانے والا شعر بھی تھا۔ دوسرے
یہ نہ بھی ہوتا تو شفق کے چہرے پر آنچل لہرانے
یا بکھرانے کی بجائے گیسو بکھرانے کا مضمون زیادہ
برمحل معلوم ہوتا ہے آنچل سے یا پلو سے چہرہ
چھپایا تو جاتا ہے چہرے پر آنچل لہرایا یا
بکھرایا نہیں جاتا۔ جو شعر نہیں پڑھے گئے اُن میں
سے جو یاد ہیں وہ لکھ دیتا ہوں۔

خالق کی طرح ہر بت بھی اک نئی شان پہ اِتراتا ہے
موسم کے رقص و سرود نے جلووں کا دربار لگایا ہے
جیسے [illegible] کا سنگی اور جیسے پھول کھلے ہیں
بھینی بھینی مست ہواؤں نے آنچل لہرایا ہے سبزے پر
دور افق پر بادل ہی بادل [illegible] ہے۔ [illegible] گنگنا
بادل نے بجلی نے گرج نے اک کہرام مچایا ہے

اسی طرح کے بہت اچھے خط آپ بے شک بے جھجک
لکھا کریں۔ ایسے خطوں سے چلتے چلتے [illegible] بغیر ستانے
کے سامان ہو جاتے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ [illegible]
آپکی [illegible] کی [illegible] کی اطلاع دل سے دعائیں
کوشش ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء
[illegible]

29-9-90

عزیزہ مکرمہ امۃ الباری ناصر

جلسہ پر پڑھی جانے والی نظموں کے متعلق محبت بھرے رنگا رنگ خطوط ملتے ہیں لیکن سب پر محبت کا رنگ غالب رہتا ہے اس لئے پوری طرح اطمینان نہیں ہوتا کہ کسی نے متوازن تنقیدی نظر سے بھی جائزہ لیا یا نہیں۔ کبھی کبھی سلسلہ کے بعض چوٹی کے شعراء اور ادیب بھی جب اپنی پسند کا اظہار کرتے ہیں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ تعریف تو سچی کر رہے ہیں لیکن خامیوں کے متعلق صرف نظر کر جاتے ہیں۔

آپ کا آج کا خط مستثنٰی ہے پہلی بات تو یہ نمایاں ہے کہ تمام تر سچ ہے اور سچ کے سوا کچھ نہیں۔ جہاں کچھ اصلاح کی گنجائش دیکھی وہ بڑے ملائم دل پسند الفاظ میں تجویز کر دی۔ انکساری کی آمیزش نے ان الفاظ کو اور بھی شائستہ بنا دیا۔

دوسری نمایاں بات یہ ہے کہ آپ کے تبصرہ میں بھنورے کا سا رنگ پایا جاتا ہے۔ دور ہی سے دیکھا اور سونگھا نہیں بلکہ بھنورے کی طرح ہر شعر کے دل میں ڈوب کر پردوں میں لپٹی ہوئی روح سے شناسائی کے بعد لب کشائی کی ہے۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ میرے دل کی سب باتوں تک آپ اتر گئیں لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ بند کواڑوں والے گھر کو راستہ چلتے ٹھہر کر نہیں دیکھا بلکہ کواڑ کھول کر اندر سے بھی جائزہ لیا۔

ایک اور بات یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ کواڑ کھلوائے نہیں خود کھولے

ہیں یعنی آپ کی اپنی چابی ہی سے تالے کھل گئے۔

جہاں تک اصلاح کے اشاروں کا تعلق ہے ذوق لطافت سے تو انکار نہیں لیکن میری سوچیں جن راہوں سے گزر چکی ہیں ان کا آپ کو علم نہیں۔

''ہم نے کوئلہ کوئلہ اپنا دل..'' میں یہ امر مانع تھا کہ اوّل اس طرح ایک ایک کر کے کوئلے کے بعد دوسرے کوئلے کا تصور اُبھرتا ہے جب کہ موجودہ جگہ پر کوئلہ کی تکرار پہلے ہی سے جل جل کر کوئلہ ہوئے ہوئے دل کا تصور پیش کرتی ہے۔ آنچل لہرانے یا بکھرانے میں یہ روک پیش نظر تھی کہ دو تین شعر جو اس غزل میں پڑھے نہیں گئے ان میں ایک آنچل لہرانے والا شعر بھی تھا۔ دوسرے یہ نہ بھی ہوتا تو شفق کے چہرے پر آنچل لہرانے یا بکھرانے کی بجائے گیسو بکھرانے کا مضمون زیادہ برمحل معلوم ہوتا ہے۔ آنچل سے یا پلّو سے چہرہ چھپایا تو جاتا ہے چہرے پر آنچل لہرایا یا بکھرایا نہیں جاتا۔ جو شعر پڑھے نہیں گئے ان میں سے جو یاد ہیں وہ لکھ دیتا ہوں:

خالق کی طرح پربت بھی ایک نئی شان ہر آن بدلتا ہے
موسم کے رقص و سرود نے جلووں کا دربار لگایا ہے
چمپئی کاسنی اودے پیلے پھول کھلے ہیں سبزے پر
بہکی بہکی مست ہواؤں نے آنچل لہکایا ہے
دور افق پر اور ہی رت ہے چھائی ہے گھنگھور گھٹا
بادل نے بجلی نے گرج نے اِک کہرام مچایا ہے

اس طرح کے سچے اچھے خط آپ بے شک بے جھجک لکھا کریں۔
ایسے خطوط سے چلتے چلتے، رُکے بغیر ستانے کے سامان ہو جاتے ہیں۔
جزاکم اللہ احسن الجزاء۔
آپ کی لجنہ کی مصروفیات کی رپورٹ دل سے دعائیں لوٹتی ہے
جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ والسلام خاکسار
(دستخط) مرزا طاہر احمد

ایک اور بہت مزے دار بات ایم ٹی اے کی نشریات کا بالکل آغاز تھا۔ عجیب سرخوشی کا عالم تھا کہ حضور انور نے خاکسار کا ذکر فرمایا جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔

14 جنوری 1994ء کو ملاقات پروگرام میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ امۃ الباری ناصر یہ پروگرام سن رہی ہوں تو یہ رباعی بھی کلام طاہر میں شامل کر لیں:

بذل حق محمود سے میری کہانی کھو گئی
بذل حق سے روٹھ کر وہ واصل حق ہوگئی
نذرِ راوی' کی تھی میں نے کتنے ارمانوں کے ساتھ
ناؤ لیکن کاغذی تھی غرق راوی ہوگئی

❀❀

وہ کرتے ہیں احساں پہ احساں ہمیشہ، وراثت میں پائی ہے شان کریمی
خدا کی ادائیں ہیں مردِ خدا میں، وگرنہ میں کیا میری ہستی ہی کیا ہے
غنیمت ہے ناچیز ذرّوں کی خاطر، شغف میرے سورج کا شعروادب میں
ہے سایہ فگن آسماں معرفت کا، زمیں پہ بہت روپ آیا ہوا ہے
میں لاؤں کہاں سے وہ الفاظ جن میں، ادا کر سکوں شکریہ جیسا حق ہے
بہے جارہے ہیں تشکر کے آنسو، مرا پگلا دل آج پگھلا ہوا ہے
بڑی عاجزی سے میں سر کو جھکائے، خدا سے یہی اِک دعا مانگتی ہوں
میرے آقا کی ساری دعائیں ہوں پوری، علاوہ ازیں چاہئے اور کیا ہے

❁❁

(الفضل انٹرنیشنل 4 اپریل 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی المناک رحلت

لندن سے آپؒ کی کمزور صحت دیکھ کر آنے والے دل دہلا دینے والی خبریں سناتے۔ ایک مسلسل فکر دامنگیر رہتا۔ اُٹھتے بیٹھتے دعا کر رہے تھے، اللہ خیر رکھے۔ اللہ شافی ہمارے حضور کو رہتی دنیا تک سلامت رکھے۔ خطبوں میں تعطل آیا تو دل پکارا:

کیوں ہو گئے چپ یکدم کیوں آنکھ سے اوجھل ہو
سنبھلے گا یہ دل کیسے جو پہلے ہی بے کل ہو
ترسی ہوئی آنکھوں کے ہونٹوں پہ دعائیں ہیں
گفتار مسلسل ہو دیدار مسلسل ہو
مولیٰ کی ربوبیت لیتی ہے پناہوں میں
جب دل میں خشیت ہو بھیگا ہوا آنچل ہو

ان دنوں ایم ٹی اے پر خاکسار کی دعائیہ نظم بار بار چلتی اور دل درد سے بھر جاتا۔

آؤ نا کریں اُس کے لئے ہم بھی دعائیں
جو شخص ہمارے لئے سرتاپا دعا ہو

جھونکا نہ کبھی گرم ہوا کا اُسے چھوئے
ہر آن لئے سائے میں رحمت کی رِدا ہو
ایسے میں بہت درد سے ہوتی ہیں دعائیں
جب سینے میں دُکھ درد سے اِک حشر بپا ہو
کشکول لئے بیٹھے ہیں سب در کے بھکاری
اس محسن و مشفق کو عطا پوری شفا ہو

ہم کشکول لئے پھر رہے تھے کہ مولی کریم اس میں آقا کی کامل شفا کی خیرات ڈال دے، مگر جو ہمارا پیارا تھا وہ اللہ کا بھی پیارا تھا۔ بلانے والے کا بلاوا اچانک آ گیا۔

تیرہ اپریل کی ایک گرم دوپہر تھی۔ جب معمول کے کاموں کے بعد ذرا تھکن محسوس ہوئی تو کچھ دیر آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں آ کر لیٹی ہی تھی کہ ہماری بہو مینا نے آواز دی: ''امی..!''

اس کی آواز میں اتنا درد تھا کہ میں سمجھی ضرور کوئی بہت ہی بری خبر ہے۔اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

''کیا ہوا؟'' میں نے گھبرا کر پوچھا تو اس نے روتے ہوئے ٹی وی کی طرف اشارہ کیا ۔مکرم منیر احمد جاوید صاحب وہ دلدوز خبر سنا رہے تھے جس کے سننے کی کسی میں تاب نہ تھی۔ پھر ایم ٹی اے پر اس شاہزادے کا آخری سفر دکھایا گیا۔ وہ جری اللہ سب کو تڑپتا چھوڑ کر فرشتوں کی سی معصومیت سے گہری نیند سو گیا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو:

بہت مشکل ہے یہ بارِ خلافت
میں اب آرام کرنا چاہتا ہوں

نہ پیاروں کی دعائیں روک لیں پھر
اچانک کوچ کرنا چاہتا ہوں

پیارے حضور کی رحلت ہر احمدی کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی لیکن مجھ غریب کا یہ ذاتی نقصان تھا۔آپ کے حسن واحسان کی یاد خون کے آنسو رلا رہی تھی۔یہی آنسو کچھ اشعار میں ڈھل گئے۔ایک نظم کے کچھ بند پیش ہیں:

ہر گھڑی سوچتی رہتی تھی کہ خط آئے گا
دلِ بے چین کچھ اس طرح سکوں پائے گا
سلسلہ ربطِ بہم کا کوئی ہو جائے گا
شاید اس بار کسی شعر پہ کچھ داد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

اک فقط میں ہی جدائی پہ نہیں ہوں دلگیر
اک دنیا ہے ترے حسن کی احساں کی اسیر
لوگ یوں تڑپے ہیں، روئے ہیں، نہیں جس کی نظیر
سب کو جو اُن سے تعلق تھا وہ سب یاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

ہر گھڑی جنگ کڑی اُس نے لڑی ہے مولا
زندگی دعوتِ دیں میں ہی کٹی ہے مولا
تا دمِ واپسیں خدمت ہی رہی ہے مولا

پُر سکوں سوئے ہوئے آپ بہت یاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

آپ کی ساری لگن دل میں بسا لیں ہم بھی
پاک تبدیلی کا منصوبہ بنا لیں ہم بھی
آپ سے پیار میں کچھ یار کما لیں ہم بھی

آپ سے عہد وفا ہم کو بہت یاد آئے
میں بہت روئی مجھے آپ بہت یاد آئے

❁❁

مڑ کے یہ دیکھا نہیں ہم لوگ ہیں کس حال میں
چھوڑ کر یوں چل دیے جیسے کوئی ناتا نہیں
سلسلہ اِک خط کا تھا باہم تھا جس سے رابطہ
اب وہاں سے کوئی بھی خط لاتا لے جاتا نہیں
کون سی محفل ہے جس میں ذکر خیر اُس کا نہیں
کون ہے جس کو کہ اُس کا ذکر تڑپاتا نہیں

❁❁

ہجر کو لمحے میں وصال کیا
سارا قصہ ہی انفصال کیا
ہو بہو تھا وہ باپ کی تشبیہ
اُس نے دادا کو بھی مثال کیا
اُس کا جینا بھی اِک کمال کا تھا
اس نے رحلت میں بھی کمال کیا
عہدِ حاضر کا عہد ساز تھا وہ
کام ہر ایک لازوال کیا
جھولی بھرنے میں تھا وہ حاتمِ وقت
جس نے جب بھی کبھی سوال کیا
شعر فہمی اُسے ودیعت تھی
میں نے شعروں میں عرض حال کیا
ناز کرتی ہوں عجز سے بے حد
اُس نے میرا بڑا خیال کیا

وآخر دعوانا عن الحمد للّٰہ رب العلمین

حرفِ دُعا

جزاکم اللہ احسن الجزاء...تم نے مجھے سیلاب رحمت کا مسودہ پڑھنے کے لئے دیا۔

کیا کہوں.. مجھ جیسے کمزور علم والی کے ہاتھ بہتا ہوا سیلاب رحمت کیا لگا کہ مجھے ہی اپنی تُند تیز لہروں میں بہا کر لے گیا اور میں اس خوبصورت سیلاب میں کبھی ڈوبتی کبھی تیرتی اور کبھی غوطے کھاتی ہوئی بڑی مشکل سے پار لگی ہوں۔لیکن یہ ایک ایسا سیلاب تھا جس نے مجھے جی بھر کے سیراب بھی کیا۔الحمدللہ۔

کتاب کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔جماعت احمدیہ کی تاریخ میں تمہاری تحریر کو ایک مقام حاصل ہے۔میں بہت اچھے لفظوں میں تعریف کرنا چاہتی تھی مگر اس قابل نہیں ہوں۔محترم منیر جاوید صاحب نے میری مشکل آسان کردی۔انہیں کے الفاظ دہرا کر کچھ حق ادا کرتی ہوں۔کیا خوب لکھا ہے:

> ’’ایک ایسی جواں ہمت،حوصلہ مند، جرأت و بہادری کی پیکر، اپنے اخلاص اور جوش اور محنت اور خداداد صلاحیتوں سے مردوں سے بھی آگے بڑھ جانے والی خاتون محترمہ امتہ الباری صاحبہ ہیں۔محترمہ امتہ الباری صاحبہ ایک بہترین شاعرہ ہیں۔بھلا جسے شاعری کی داد، خلیفۃ المسیح کی طرف سے ملی ہو اس سے بڑھ کر کیا سند اور اعزاز چاہیئے۔‘‘

اور پھر حضور کا دل جیت کر ایسی داد وصول کرنا اللہ کا بڑا احسان ہے۔جس خلیفۃ المسیح کی ایک مسکراہٹ کے لئے کروڑوں لوگ اپنی جان نثار کرنے کو تیار ہوں وہ باری کی اس طرح

دلداری فرمائیں کہ:

''میں یہ تو نہیں کہتا کہ میرے دل کی سب باتوں تک آپ اُتر گئی ہیں لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ بند کواڑوں والے گھر کو راستہ چلتے ٹھہر کر نہیں دیکھا بلکہ کواڑ کھول کر اندر سے بھی جائزہ لیا ہے... ایک اور بات یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ کواڑ کھلوائے نہیں خود کھولے ہیں۔ یعنی آپ کی اپنی چابی سے ہی تالے کھل گئے ہیں۔''

جس کی تحریر میں یہ طاقت اور جادو ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کے دل کو اپنی چابی سے کھول لے اس کی کسی بات پر کیا تبصرہ ہو۔ باری! تمہیں بہت مبارک ہو کراچی لجنہ اور دوسرے چاہنے والوں کا تم سے اور تمہارا ان سے محبت و اخلاص قابل رشک ہے۔ تمہاری تحریر کے ایک ایک فقرہ میں فطری عاجزی اور انکساری سمائی ہوئی ہے بہت جگہ مَیں نے دل سے چاہا کہ کاش میں بھی ان نیک کاموں میں شامل ہوتی اور دین کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر سکتی۔ لیکن پھر بھی بہت خوش ہوں باری ہماری ہے جو اُس کو سعادت ملی ہے اور جو اُس نے اپنی صلاحیتوں سے مقام حاصل کیا ہے وہ حقدار ہے کہ اُن خوشیوں کا مزا لے جو اللہ میاں نے اُس کی جھولی میں ڈالی ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اُس کی رحمتوں کے جھولے میں جھولے اور اللہ تعالیٰ کی پیار بھری نظریں ہمیشہ اُس پر سایہ بن کر اُس کی حفاظت کرتی رہیں۔ اللہ پاک خود اس کی جزا بن جائے اور دین و دنیا میں حامی و ناصر ہو۔

آمین اللّٰھم آمین

صفیہ بشیر سامی

جِلَو میں لاتا ہے سیلابِ رحمت
ذرا سا عکس آنکھوں میں نمی کا

آپکا 15/3/90 کا خط ملا جس میں یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ اپنا منظوم ہدیۂ تشکر طبع کروانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ "نمی کا عکس" عنوان بھی آپ نے خوب چنا ہے۔ اس کے بعد آنے والے مجموعۂ کلام کا عنوان تعجب نہیں کہ "سیلاب رحمت" ہو۔

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

Sailab-e-Rehmat
Amtul Bari Nasir

یکے از مطبوعات شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی بسلسلہ صد سالہ جشن تشکر

سونپا ہے قلم وارثِ سلطانِ قلم نے
اور ساتھ اشاعت کا بھی کچھ کام دیا ہے
مجھ جیسی گنہگار پہ اکرام کی بارش
یہ سارا خلافت سے محبت کا مزا ہے
پانا ہے اگر کچھ تو اطاعت سے ملے گا
پہلوں سے سبق سیکھا ہے، نسلوں کو دیا ہے